بهجة الدرر
على
نزهة النظر
شرح اردو
نخبة الفكر
شارح: مولانا محمد ارشاد القاسمی
اُستاذ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور
MAKTABA-E-REHMANIA

بهجة الدرر
علیٰ
نزهة النظر
شرح اردو
نخبة الفکر
شارح: مولانا محمد ارشاد القاسمی
اُستاذ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گوریني جونپور
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743
MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .... البھجۃ الدرر علی نزھۃ النظر شرح اردو نخبۃ الفکر

شارح: .... مولانا محمد ارشاد القاسمی
اُستاذ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے۔ اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

پیش لفظ

پیش نظر کتاب "نزهة النظر" اصول حدیث پر ایک نہایت ہی مشہور، جامع، دقیق و غامض کتاب ہے۔ اس کی یہ شرح ہے۔

اصول حدیث پر ارباب فن کی بکثرت تالیفات ہیں مگر علمی اور درسی دنیا میں جو حیرت انگیز مقبولیت اسے ملی۔ دوسرے کو نہیں۔ اور کیوں نہ ملتی کہ مولف سے تالیف کا مرتبہ اور اس کی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ جو علمی اور حدیث کی دنیا میں مثل آفتاب روشن ہیں۔ حدیث اور اصول حدیث و رجال وسیع و دقیق نظر رکھتے ہیں۔ جن کا مثل متقدمین و متاخرین میں نہیں۔

ان فنون ثلثہ پر ان کی مایہ ناز بیش بہا تالیفات شاہد ہیں۔ جو تحقیق اور وسعت نظر کی وجہ سے دیگر تمام تالیفات پر فائق ہیں۔

متن نخبۃ الفکر کی شرح نزہۃ النظر کے نام سے خود ہی مولف نے لکھی ہے۔

متن حد درجہ غامض دقیق و مجمل ہونے کی وجہ سے قابل شرح تھی۔ چنانچہ مولف نے اس کی توضیح اور استفادہ کو سہل کرنے کے لئے شرح لکھی۔ مگر مولف کی ذہانت اور دقت نظر سے شرح بھی متن کی طرح قابل شرح ہو گئی۔ جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے اجلہ علماء نے اس کی شرح لکھی۔

کتاب اپنے موضوع پر جامع اور تمام متعلقہ امور پر حاوی ہونے کی وجہ سے گو غامض دقیق و صعب سہی مگر مقبول ہوئی۔ مدارس میں نصاباً داخل ہوئی۔ اصول میں یہی ایک کتاب ہمارے دور کے نظام نصاب میں داخل ہے۔ اردو میں تو کیا خود عربی میں بھی اس کی شرح کم پائی جاتی ہے جس میں طلباء کے مزاج اور ذوق و ضرورت کی رعایت کی گئی ہو۔ درسی ماحول میں عرصہ سے شرح کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، جس میں موجودہ دور کے طلباء اور مستفیدین کے ذوق کی رعایت کرتے ہوئے حل عبارت،

مفہوم کی وضاحت، لغوی توضیح، مقصد کی تشریح مع خلاصہ کلام کے سہل انداز، سلیس زبان میں ترتیب دی گئی ہو۔ خدائے وحدہ لاشریک کا بے حساب فضل وکرم ہے کہ درسی مصروفیت ودیگر وقیع تالیفات کے سلسلے کے ساتھ اس کی توفیق بخشی۔ وللہ الحمد والشکر!

شرح کی ترتیب میں اولاً سلیس ترجمہ، دوم حل لغات، جس سے عبارت کے حل ہونے میں مدد ملے۔ سوم مقصد عبارت و مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ تشریح میں اختصارِ مخل طولِ فاحش سے گریز کیا گیا ہے۔ تاہم اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مزید فنی مباحث اور اصول حدیث کی گراں قدر معلومات نافعہ و مفیدہ کے لئے عاجز کی تالیف ''ارشاد اصول حدیث'' کی جانب رجوع کیجئے۔

اس کی ترتیب میں فن کی اہم اور اساسی کتابوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

خاص کر ملا علی قاری المکی کی شرح جو ''شرح القاری'' کے نام سے مشہور ہے پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رفیق درس جناب محترم مولانا واصف صاحب القاسمی زیدت عنایتہٗ مالک دار الکتاب دیوبند دامت عنایتکم کا ممنون ومشکور ہوں کہ انھوں نے اس کی طباعت کا ارادہ کیا۔ خدائے پاک انکو صلہ خیر عطا فرمائے۔ اور انکی علمی تجارت میں فروغ وبرکت عطا فرمائے۔

خداوند قدوس سے دعا ہے کہ کوتاہی معاف فرماکر عاجز کی سعی قبول فرمائے۔ متعلمین اور مستفیدین و طالبین کے لئے اس کا استفادہ عام و شائع فرمائے۔ عقبی میں صالحین کے زمرہ میں شامل فرماکر اپنی رضاء وخوشنودی سے نوازے۔ اور اسے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری
استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ ریاض العلوم
گورینی۔ جون پور

جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْعَامِلُ الْحَافِظُ وَحِیدُ دَھْرِہٖ وَ اَوَانِہٖ وَ فَرِیْدُ عَصْرِہٖ وَ زَمَانِہٖ شِھَابُ المِلۃِ وَالدِّیْنِ اَبُوْ الفَضْلِ اَحْمَدُ بْنُ عَلیِّ العَسْقَلَانِی الشَّھِیْرُ بِابْنِ حَجَرٍ اَثَابَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِہٖ وَ کَرَمِہٖ.

ترجمہ:۔ایسے شیخ نے فرمایا جو عالم حافظ با عمل ہے اپنے وقت وزمانہ کا اکیلا اور اپنے عہد و عصر کا دریکتا ہے۔ جو شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی عسقلان کے باشندہ ہیں۔ ابن حجر کی کنیت سے مشہور ہیں۔

"خدائے پاک اپنے فضل وکرم سے انہیں جنت نوازے۔"

تشریح:۔اصل کتاب کی ابتداء تو بسملہ کے بعد الحمد للہ الذی لم یزل سے ہو رہی ہے۔ یہ شروع کے جملے جو مولف کے تعارف پر مشتمل ہیں کسی شاگرد راوی کے الحاقی ہیں۔ جو ادباً واکرام آغاز کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں۔ تاکہ مولف کے تعارف سے تالیف کی حیثیت اور مرتبہ واضح ہو جائے۔

لغات:۔الشیخ رئیس، پیشوا، بزرگ، علم ومرتبہ کے اعتبار سے بڑا شخص۔ شیخ الحدیث، حدیث پاک میں بلند مرتبہ پر فائز۔ عرف رائج میں حدیث کی انتہائی کتاب مثلاً بخاری شریف کا ماہر استاذ۔ یہاں مراد کامل فن لیا جاسکتا ہے۔ "ض" بوڑھا ہونا۔ شیخ بوڑھا آدمی۔ جمع اشیاخ وشیوخ۔ عموماً اس کا استعمال عقیدۃً یا حقیقتاً کسی بڑے صاحب علم وعمل پر ہوتا ہے خواہ سن رسیدہ ہو یا نہ ہو۔

الامام:۔ پیشوا، مقتدیٰ، جمع ائمۃ۔ "ن" امامۃ۔ امام بننا۔ قائد ہونا۔

العامل:۔ عمل کرنے والا۔ مراد عالم با عمل اعمال صالحہ سے متصف۔ ج عمال، عاملین، عملۃ "ف" عمل کرنا۔ عمل۔ عامل وگورنر بنانا۔

الحافظ:۔ یاد کرنے والا۔ مراد کتاب وسنت وشریعت کا حافظ۔ "ض" یاد کرنا جمع حفاظ۔ اصطلاح فن حدیث میں۔ جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

وحید:۔ یکتا، اکیلا، نادر، احدٌ اکیلا مگر تنہا خدا کے ساتھ خاص ہے۔

دھر:۔ زمانہ۔ جمع دُھُور۔ اَدْھُرٌ۔ عموماً طویل مدت پر اطلاق ہوتا ہے۔

اوان:- آن کی جمع بمعنی زمانہ۔
فرید:- تنہا، اکیلا، وہ موتی جو سیپ میں اکیلا ہو۔ جمع فرائد۔ فرد۔ اکیلا۔
عصر :- زمانہ۔ دن کا آخری حصہ۔ عصران، صبح وشام، جمع اعصر و عصور۔
شہاب:- ٹوٹا تارہ۔ روشن تارا۔ چمک جمع، شُہُب، شہبان۔
مِلَّۃٌ:- مذہب، راستہ۔ قوم۔ جمع ملل۔
دین:- مسلک، مذہب، جمع اَدْیان۔
ابوالفضل:- صاحب فضل وکمال۔ جو فضل کا مخزن ہو۔ شاید فضل نامی لڑکا ہو جس کی بنیاد پر یہ کنیت ہو۔
عسقلانی:- ”عسقلان“ کا اسم منسوب ہے۔ عین کے فتحہ سین کے سکون کے ساتھ ساحل شام کے قریب ایک مقام
الشہیر۔ بمعنی مشہور۔ فعیل بمعنی مفعول۔ شہرت یافتہ۔
ابن حجر:- حجر بمعنی پتھر۔ ابن حجر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ۔ جودت ذہن صلابت واستحکام رائے میں مثل پتھر کے۔ یا کثرت ذہب و فضہ کی وجہ سے۔ کہ حجر کا اطلاق ذہب و فضہ پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی صاحب مال۔ یا اس وجہ سے کہ سلسلہ نسب میں پانچویں پشت پر حجر نامی شخص کی وجہ سے ابن حجر سے مشہور ہوئے۔
اثابہ :- جزاء وثواب دینا۔ ثواب۔ جزاء حسنہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ افعال سے ماضی واحد مذکر
بفضلہ وکرمہ :- یعنی اعطاء جنت فضل ونوازش خداوندی سے ہو۔ نہ کہ عمل صالح کا بدل وعوض جو کہ معتزلہ کا مسلک ہے۔

مولف کی مختصر سوانح

احمد نام۔ ابوالفضل کنیت، شہاب الدین لقب، ابن حجر سے مشہور۔ مصر کے عتیقہ محلہ میں ۲۳ر شعبان ۷۷۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ۴ر سال کی کی عمر میں والد محترم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اولاً کلام پاک حفظ کیا۔ ۹ر سال کی عمر میں حافظ ہوئے، بے انتہا ذہین، فطین، قوت حفظ کے مالک تھے۔ عمدہ الفیہ الحاوی مختصر ابن حاجب از بر محفوظ کر لی۔ اساتذہ

میں شیخ زین الدین عراقی۔ سراج الدین بلقینی، ابن ملقن، نور الدین ہیثمی، مجد الدین صاحب القاموس جیسی بلند ہستیاں ہیں۔ شیخ عراقی کے محبوب تلامذہ میں تھے۔ لا تعداد مشائخ سے حدیث کی روایت حاصل کی تمام علوم میں مہارت، حدیث واصول حدیث میں تو ایسا جامع اور ماہر شخص پیدا نہیں ہوا۔ حفظ و فہم میں حیرت زمانہ تھے۔ زمانہ نے بڑے بڑے علمی خطابات سے نوازا۔ ڈیڑھ سو سے زائد اہم جامع علمی کتابوں کے مولف۔ تالیف ایسا اہم کہ ان کتابوں کی مراجعت کے بغیر کوئی حدیث و اوصول حدیث میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری۔ اصابہ تہذیب ان کی مایہ ناز شاہکار تالیفات ہیں۔ سرعت قرأت کی وہ مہارت کہ چار مجلس میں مسلم ختم۔ علم وفضل کا یہ روشن آفتاب ۸۰ سال کی عمر پاکر ۸۲۵ھ میں جنت رسید ہو گیا۔

بسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِماً قَدِیْرًا حَیّاً قَیّوماً سَمِیْعاً بَصِیْراً - وَ اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَشَرِیْكَ لَهُ وَ اُکَبِّرُهُ تَکْبِیْرًا، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِالَّذِيْ اَرْسَلَهُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

ترجمہ:- تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہے جو ہمیشہ سے عالم صاحب قدرت زندہ قائم سننے اور دیکھنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا شریک نہیں اور اس کی خوب بڑائی بیان کرتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور رحمت نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام انسانوں کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بشارت دینے کے لئے اور ان کے آل پر ان کے اصحاب پر اور سلامتی نازل ہو خوب سلامتی کثرت کے ساتھ۔

لغت:- الحمد۔ اوصاف جمالیہ کمالیہ کو زبان سے بیان کرنا۔ خواہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو، شکر منعم کی تعظیم واکرام خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضاء وجوارح سے۔

حمد کی چار قسمیں ہیں۔ حمد قدیم بقدیم۔ وہ حمد جس میں حامد و محمود دونوں قدیم ہوں۔

حمد حادثِ لحادثِ۔ وہ حمد تعریف جس میں حامد و محمود دونوں حادث ہوں۔ جیسے زید کا قول

نعم الرجل خالدٌ۔ حمد قدیم لحادث۔ وہ حمد جس میں حامد حادث ہو اور محمود قدیم ہو جیسے بندے کا قول خدائے پاک کی شان میں الحمد للہ۔ یہی شکل یہاں ہے۔

مقام حمد میں کبھی حامد کی رعایت کرتے ہوئے جملہ فعلیہ لایا جاتا ہے۔ کبھی محمود کی رعایت کرتے ہوئے جملہ اسمیہ لایا جاتا ہے۔ تاکہ استمرار دوام کا مفہوم ظاہر ہو۔

لم یزل۔ نفی نفی اثبات جس سے دوام واستمرار ثابت ہو رہا ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ صفات باری ازلی ہیں۔ حادث و ممکن نہیں جیسا کہ معتزلہ اسے حادث مانتے ہیں۔

صلے۔ دعا اور طلب رحمت کے معنی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو گی تو طلب کے معنی ملحوظ نہ ہونگے۔ صلوۃ یہ مشترک ہے معانی اربعہ کے درمیان۔ دعاء جب بندے کی طرف نسبت ہو طلب رحمت۔ جب ملائکہ کی طرف نسبت ہو تو استغفار۔ جب پرندے کی طرف نسبت ہو تو تسبیح مراد ہو گا۔

سید۔ اصل سَیۡوِدٌ تھا۔ ج اَسیاد۔ سادات۔ بمعنی سردار، رئیس۔

ارسلہ۔ ارسال۔ بھیجنا۔ رسول۔ وہ نبی ہے جو مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہو۔ ساتھ میں کتاب اور مستقل شریعت بھی ہو۔

للناس۔ لام انتفاع کے لئے ہے۔ الناس۔ اس کا واحد نہیں بعضوں کے نزدیک اس کی جمع اناسی آتی ہے۔ مراد اس سے تمام انسان ہیں خواہ کسی خطہ کے ہوں۔ اجنہ اس میں تبعاً داخل ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں حتی کہ حیوانات و جمادات کی طرف بھی۔

کافۃ۔ پورا۔ یا تو یہ مفعول مطلق واقع ہے۔ ارسالاً بمعنی ارسالاً کافۃ یا کاف کی ضمیر منصوب سے حال واقع ہے۔ اس کی تاء تانیث کے لئے نہیں ہے جیسا کہ علامۃ میں۔ ایک غیر مختار قول یہ ہے کہ یہ ناس سے حال واقع ہے۔

آل۔ خاندان کنبہ۔ علماء بصرہ کے نزدیک اس کی اصل اہل ہے ہاء کو ہمزہ کر دیا گیا پھر آمن کے قاعدہ سے آل کر دیا گیا۔ اس کی دلیل اُهَیۡل تصغیر کا آنا ہے۔ کہ تصغیر اسم کے اصل کو ظاہر کرتی ہے۔ علماء کوفہ کے نزدیک اس کی اصل اَوَلٌ واو کے ساتھ ہے۔ واو کو ہمزہ کر دیا گیا۔ جیسے وجوہ سے اجوۃ کر دیا گیا ہے۔

آل۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ آل نسبی۔ خاندان نبوت۔ حضرت علی، جعفر، عقیل کی اولاد۔ آل حکمی، ہر مومن متقی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ آل محمد کل تقی (طبرانی عن انس)۔ آل کے بعد جب صحابہ کا ذکر ہو تو اس سے مراد آل نسبی ہو گا۔ علی۔ اس کے تکرار سے اشارہ ہے کہ غیر کو صلوۃ بالواسطہ تو جائز ہے بلا واسطہ نہیں جس کے قائل فرقہ اثنا عشریہ ہیں۔

سلم۔ السلامہ بمعنی عافیت و سلامتی سے مشتق۔ ہر مکارہ ناپسندیدہ خلاف شان امور سے حفاظت۔

تسلیما۔ مفعول مطلق واقع ہے۔

کثیراً۔ کثر سے ماخوذ صفت ہے تسلیماً سے۔ یا مفعول واقع ہے کثر فعل محذوف سے

اَمَّا بَعدُ :- فَاِنَّ التَّصَانِيفَ فِي اِصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلْاَئِمَّةِ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ فَمِنْ اولِ مَنْ صَنَّفَ فِي ذٰلِكَ القاضى ابو مُحَمَّدٍ، الرَّامَهُرْمُزِيُ كتابه المحدّث الفَاصِلَ لكنّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ وَالحَاكِمُ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ النيسَابُورِيُ لكنّهُ لَمْ يُهَذِّبْ وَ لَمْ يُرَتِّبْ وَ تَلَاهُ اَبُونُعَيْمِ الاصفهانىُ فَعَمِلَ عَلٰى كِتَابِهٖ مُسْتَخرِجًا وَ اَبْقَى اَشْيَاءَ لِلْمُتَعَقِّبِ.

ترجمہ:- حمد صلوۃ کے بعد اصول حدیث میں متقدمین اور متاخرین کی تصانیف بکثرت ہیں پس اول جس نے اس فن پر کتاب مرتب کی قاضی ابو محمد رامہرمزی ہیں جن کی کتاب المحدث الفاصل ہے لیکن یہ مکمل نہ ہو سکی۔ اور حاکم عبداللہ نیشاپوری کی بھی ہے مگر مہذب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ابو نعیم الاصفہانی ہیں انھوں نے اس کتاب پر استخراج کا کام کیا ہے اور کچھ چیزیں بعد میں آنے والوں کے لئے چھوڑ دیں۔

اما۔ حرف شرط ہے اصل میں مہما تھا۔ بعد ظروف زمانیہ میں سے ہے مضاف الیہ کے حذف کے بعد مشابہت بالحرف کی وجہ سے مبنی علی الضم ہو گیا۔

اصطلاح۔ عرف خاص میں معنی جو رائج اور استعمال ہو اور لغوی معنی متروک ہو گئے ہوں۔ یعنی اصول حدیث۔

اول من صنف : یہ مولف کی تحقیق اور معلومات کے اعتبار سے ہے ورنہ ممکن ہے کہ

اس سے قبل کسی اور کی تصنیف ہو اور پردۂ خفا میں ہو۔
فَمِنْ۔ من جارہ تبعیضیہ ہے۔
صنّف ۔جمع کرنا۔ کتاب لکھنا۔ منتشر مضامین کو یکجا کرنا۔ عموماً اسکے لئے تالیف آتا ہے۔
زامہرمُزی۔ میم کا فتحہ ہا کا ضمہ را ساکن میم ثانی کا ضمہ اس کے بعد زائے منقوطہ۔ علاقہ خورستان کا ایک غیر مشہور شہر ہے جہاں کے یہ باشندہ تھے۔
کتابه ۔یہ منصوب ہے، صنف فعل محذوف کی بنیاد پر اس کا فاعل من ہے یعنی قاضی۔
المحدث الفاصل ۔کتاب کا نام ہے۔ کتابہ سے بدل ہے۔
لکنه ۔یہ جملہ استدراکیہ ہے۔ ضمیر منصوب کا مرجع کتابہ اور مولف دونوں قرار دیا جاسکتا ہے۔
لم یستوعب۔ استیعاب ، مکمل کرنا، پورا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ فن کے مباحث پورے طور پر نہ آسکے۔
نیشاپور۔ خراسان کا ایک مشہور مردم خیز شہر ہے۔
و لم یرتب۔ مطلب یہ ہے کہ گو مکمل تھی مگر مہذب اور مرتب نہ تھی جس کی وجہ سے استفادہ مشکل تھا۔
فتلاہ ۔تِلُوٌ۔ تابع ہونا۔ بعد میں آنا یعنی اسکے بعد آئے اور حاکم کی کتاب پر کام کیا۔
مستخرجا۔ کسرہ کے ساتھ ترکیب میں حال واقع ہے عامل اس کا عمِلَ فعل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ حاکم کے فروگذاشت مضامین کو جمع کیا۔ جن کو حاکم نے ذکر نہیں کیا تھا۔
و ابقی اشیاءً ۔یعنی کچھ کام باقی رکھا جسے بعد میں آنے والے کر سکتے ہیں۔

ثُمَّ جاءَ بَعْدَهُمْ الخَطِيْبُ اَبُوبَكْر البَغْدَادِيُّ فَصَنَّفَ فِي قَوَانِيْنِ الرِّوَايَةِ كِتَاباً سَمَّاهُ الكِفَايَةَ وَ فِي آدَابِهَا كِتَاباً سَمَّاهُ الجَامِعَ لآدَابِ الشَّيْخِ وَالسَّامِعِ وَ قَلَّ فَنٌّ مِن فُنُونِ الحَدِيثِ اِلاَّ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيهِ كِتَاباً مُفْرَدًا وَ كَانَ كَمَا قَالَ الحَافِظ ابُوبكر بنُ نقطةَ كُلُ مَنْ اَنْصَفَ عَلِمَ اَنَّ المحدِّثِينَ بَعْدَ الخَطِيبِ عِيَالٌ عَلىٰ كُتُبِهٖ.
ترجمہ:- اس کے بعد ابو بکر خطیب بغدادی آئے انھوں نے اصول روایت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام کفایہ رکھا اور اس کے آداب پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الجامع لادب الشیخ والسامع رکھا۔

فن حدیث میں کم ہی ایسا ہوا ہو گا کہ خطیب بغدادی نے مستقل کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ حافظ ابو بکر من نقطہ نے کہہ دیا کہ جو انصاف کی نظر سے دیکھے گا جان لیگا کہ خطیب کے بعد کے سارے محدثین ان کی تالیفات کے محتاج ہیں۔

الخطیب۔ مسلک شافعی کے حامل نہایت ہی بلند پایہ محدث ناقد ماہر فنون حدیث۔ انواع علوم حدیث پر قریب ۶۰ کتابوں کے مولف، جن میں زیادہ تر اصول حدیث سے متعلق ہیں۔ ان کی گرانقدر تالیف تاریخ بغداد ہے جو ۲۲ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ مولف کی دعا کے نتیجہ میں خود ان کی زندگی میں مشہور ہو گئی تھی۔ کفایہ کا پورا نام۔ الکفایہ فی قانون الروایہ ہے۔ فنون الحدیث۔ انواع علوم حدیث۔ اس کی بہت قسمیں اور نوعیں ہیں۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے ۶۵/ نوعیں۔ اور ابن ملقن نے دو سو سے زائد انواع شمار کرائے ہیں۔

کتابا مفرداً۔ ہر موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ مثلاً السابق واللاحق. روایتہ الانبا عن الآباء، تمیز متصل الاسانید. خطیب بغدادی نے ہر فن پر کتابیں لکھی ہیں کہ بعد میں آنے والا ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے والا ہو گا۔ ابن نقطہ کے عیال علی کتبہ کا یہی مفہوم ہے کہ ہر شخص ان کی تالیفات کا محتاج ہو گا۔

ثُمّ جَاءَ بَعْدَ هُمْ بَعْضُ مَنْ تَأَخَّرَ عَنِ الخطیبِ فَاَخذَ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ بِنَصِیْبٍ فَجَمَعَ القَاضِیْ عَیَاضٌ کِتَاباً لَطِیفاً سَمَّاهُ الإلمَاعُ وَ ابُوحَفص المَیَانجِیُّ جُزْءاً سَمَّاهُ مَا لاَ یَسْمَعُ الْمحدِّثُ جَهْلَهُ و امثَالُ ذٰلِكَ مِنَ التصانِیفِ الّتِی اُشْتُهِرتْ وَ بُسِطَتْ لِیَتوَفَّرَ عِلْمُها وَاُخْتُصِرَتْ لِیتیَسَّرَ فَهْمُهَا.

ترجمہ:- اس کے بعد وہ حضرات آئے جو خطیب کے بعد تھے انھوں نے علم سے ایک وسیع حصہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض نے بھی ایک رسالہ لکھا جس کا نام الماع رکھا۔ ابو حفص میانجی نے بھی ایک جز تالیف کیا جس کا نام مالا یسع المحدث جہلہ۔ اس جیسی اور بھی تالیفات ہیں جو مشہور ہیں مبسوط اور ضخیم بھی ہیں تا کہ اس کا افادہ بھرپور ہو اور مختصر بھی تا کہ اس کا حفظ فہم آسان ہو۔

جاء بعدهم۔ یعنی خطیب بغدادی کے بعد اس فن کے بہت علماء پیدا ہوئے

من هذا العلم۔ اس کا اشارہ اصول حدیث کی طرف بھی اور خطیب بغدادی کے علوم کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

بنصیب۔ یعنی حظ عظیم۔ یعنی وسیع وکثیر معلومات حاصل کیا۔

القاضی عیاض۔ فن حدیث کے بلند پایہ مایہ ناز ہستیوں میں ہیں۔ شفا، مشارق جیسی کتابوں کے مولف ہیں۔

الماع۔ پورا نام کتاب الالماع فی ضبط الروایہ وتقیید السماع ہے۔

میانجی۔ یہ زبان اردو کا میانجی نہیں ہے۔ میانہ کی تعریب ہے۔ آذر بائجان علاقے کا ایک شہر ہے۔ جو مراغہ سے دو یوم کے فاصلہ پر ہے۔

مالا یسع۔ یسع بمعنی ینبغی کے ہے۔ جس سے کسی محدث کا ناواقف ہونا مناسب نہیں

و امثال ذلک۔ اس کے ربط و ترکیب کے متعلق دو احتمال۔ معطوف علیہ ہذا محذوف ہے۔ یا مبتدا ہے خبر کثیر محذوف ہے۔ یعنی اس جیسی بہت ہیں۔

بسطت۔ فعل مجہول۔ مبسوط و مفصل توفر بمعنی تکثر۔ یعنی زیادتی اور وفور علم۔

اختصرت۔ مجہول۔ مختصر کہ فہم حفظ آسان ہو۔

اِلٰی اَنْ جَاءَ الحَافِظُ الفقِيهُ تقِيُ الدّينِ اَبُوعَمرٍو عُثمانُ بنُ الصّلاحِ عَبدُ الرحمٰنِ الشهُرزورِیُّ نُزِيلُ دِمشْقَ فَجمعَ لمَا وُلِّيَ تَدْرِيسَ الحَدِيْثِ بالمدْرَسَةِ الاشرَفِيةِ كتابَهُ المشهورَ فَهذّبَ فنُونَهُ وَاملاَهُ شَيئًا بعدَ شيءٍ فلهٰذا لَمْ يَحصُلْ ترتِيبُهُ عَلى الوضْعِ المناسِبِ وَاعتَنٰى بِتصَانِيفِ الخطِيْبِ المتفرِقَةِ فَجمَعَ شَتَّاتِ مَقَاصِدِهَا وَ ضَمَّ اِلَيهَا مِنْ غيرِهَا نُخبَ فوائِدِهَا فَاجْتمعَ فِي كتَابِه مَا تفرّقَ فِي غيرِهِ فلهٰذا عَكَفَ النَّاسُ عَليه و سَارُوا لسيْرِه فلا يُحْصٰى كَم نَاظِمٍ لَهُ وَ مُختصِرٍ و مستدرِكٍ عليه و مقتصِرٍ و معارِضٍ له و منتصِرٍ

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ فقیہ حافظ تقی الدین ابو عمر بن صلاح شہرزوری مقیم دمشق آئے۔ جب مدرسہ اشرفیہ میں تدریس حدیث پر مامور ہوئے تو اپنی کتاب مشہور کی تالیف شروع کی اس کے فنون کو مہذب کیا اور تھوڑا تھوڑا املا کرتے رہے۔ اس وجہ سے مناسب وضع پر ترتیب نہ ہو سکی۔ اور خطیب کے منتشر مضامین کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف مقاصد کو

جمع کیااس کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی منتخب مضامین کا اضافہ کیا۔ پس انھوں نے اپنی کتاب میں وہ تمام مضامین جو دوسری کتابوں میں متفرق مقامات پر تھے جمع کیا اسی وجہ سے لوگوں کی توجہ ان کی طرف جھک گئی۔ اور لوگ ان کی نہج پر چلنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی کتاب کا نظم کیا کسے نے اختصار کیا۔ کسی نے اس پر استدراک لکھا کسی نے اقتصار کیا کسی نے معارضہ کیا۔ کسی تے انتصار کیا۔

حل: -ابن صلاح۔ اصول حدیث کے بڑے جلیل القدر مرتبہ پر فائز عالم جن کی اس فن پر کتاب مقدمہ ابن صلاح بہترین جامع کتاب ہے۔ اسی کتاب پر حافظ تبصرہ کر رہے ہیں۔ شہرزوری۔ مراغہ اور موصل کے درمیان یہ شہر ہے جس کے باشندہ تھے۔ شام کے دارالسلطنت دمشق میں مقیم ہوگئے تھے۔ علامہ نووی بھی اس میں درس دے چکے ہیں۔ یہیں حدیث پاک کے استاذ تھے۔ اسی مقام پر تھوڑا تھوڑا جب جب موقع ہوتا رہا اس کتاب کا املا کراتے رہے۔ اسی وجہ سے حافظ صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ کتاب کما حقہ مرتب نہ ہوسکی۔ مضامین کا ربط باقی نہ رہ سکا۔

اعتنی۔ خطیب کے وہ مضامین جو علم حدیث کے متعلق تھے اور جو مختلف مضامین مختلف کتابوں میں منتشر طور پر تھے ان کو جمع کیا۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

وضم۔ مطلب یہ ہے کہ خطیب کے علاوہ دیگر علماء کی کتابوں کو بھی شامل کیا۔

عکف۔ بمعنی اقبل۔ متوجہ ہوگئے۔ علماو فضلاء فن اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔

سار وابسیرہ۔ ای اخذ و امشربہ۔ لوگوں نے ان کے نہج اور طریق کو اپنایا۔

کم ناظم۔ کم تکثیر کے لئے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کو نظم میں پیش کیا۔ جیسے حافظ عراقی قاضی شہاب جذلی۔

مختصر۔ کسی نے اختصار کیا جیسے علامہ نووی باجی ابن کثیر وغیرہ۔

مستدرك۔ فوت شدہ مضامین کو جمع کرنا۔ چنانچہ اس کا استدراک علامہ بلقینی حافظ مغلطائی نے کیا۔

مقتصر۔ اقتصار کے معنی مقصود کو اقل الفاظ میں تعبیر کرنا ہے۔ اختصار اور اقتصار کا فرق اول میں تمام کا اختصار ہوتا ہے اور ثانی میں بعض مقاصد کا اختصار ہوتا ہے۔

معارض له۔ بمعنی معارضانہ اور اعتراضانہ پہلو سے کلام۔ اسے ابن ابی الدنیا نے کیا ہے
منتصر۔ مددواعانت کا مفہوم۔ اسکے اجمال وابہام قابل توضیح امور کو واضح کرنا ہے۔

فَسَأَلَنِي بعضُ الاخوانِ اَنْ اُلَخِّصَ لهُمُ الْمُهِمَّ مِنْ ذٰلِكَ فَلَخَّصْتُهُ فِي اَوْرَاقٍ لَطِيْفَةٍ سَمَّيْتُهَا نخبة الفِكْرِ فِي مُصْطَلَحِ اَهْلِ الاَثرِ علی ترتيبٍ ابتكَرْتُهُ و سَبِيلٍ اِنتهَجْتُهُ مَعَ مَا ضَمَمْتُ اِلَيهِ مِن شَوَارِدِ الفَرَائِدِ وَ زَوَائِدِ الفَوَائِدِ فَرغبَ اِلَيَّ ثَانياً اَنْ اَضَعَ عَلَيْهَا شَرْحاً يحلُ رُمُوزَهَا و يفتحُ كنوزَهَا و يُوْضِحُ مَا خَفِيَ عَلٰى المبتَدِي مِنْ ذٰلِكَ .

ترجمہ:- پس بعض بھائیوں نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں ان کے لئے اہم امور کی تلخیص کردوں۔ تو میں نے چند ورقوں میں اس کی تخصیص کردی اور اس کا نام نخبۃ الفکر مصطلح اہل الاثر رکھا جسے میں نے انوکھی ترتیب سے مرتب کیا اور ایسا راستہ اختیار کیا جس میں میں نے شامل کیا ان امور کو جو ذہن سے دور رہنے والے مشکل ترین مسائل ہیں اور مفید اضافے بھی ہیں۔ پھر دوبارہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ میں اس پر ایک شرح لکھوں جو ان اشارات کو حل کردے اور اس کے مخفی خزانے کھول دے اور ان امور کی وضاحت کردی جائے جو مبتدی پر مخفی رہتے ہیں۔

حل: فا۔ تعقبیہ ہے یا سببیہ۔ یعنی ماقبل کے امور مذکورہ سبب سوال ہوئے۔

بعض الاخوان۔ یا تو عام حضرات مراد ہیں۔ یا خاص، بعضوں نے عزالدین ابن جماعۃ یا شیخ زرکشی مراد لیا ہے۔

الخص۔ تلخیص کرنا۔ کلام طول کو مختصر کرنا۔

ذلک۔ مشار الیہ مقدمہ بن صلاح ہے۔ یعنی اس کے اہم مقاصد کی تلخیص کروں۔

لخصته۔ ضمیر منصوب کا مرجع امر مہم ہے۔

اوراق لطیفه۔ ورق کی جمع۔ لطیف بمعنی قلیلہ کے یہاں ہے۔ چند مختصر اوراق۔

ابتکرته۔ ابتکار شیٔ کی پہلی چیز کو حاصل کرنا۔ بکور باکورہ۔ ہر شیٔ کا پہلا حصہ۔ پہلا پھل یعنی ایسی عمدہ ترتیب جس کو مجھ سے قبل کسی نے اختیار نہیں کیا۔

الفرائد۔ فریدہ کی جمع دریکتا۔ مراد معانی لطیفہ اور نکات حسنہ ہیں۔

زوائد الفوائد۔ زائدہ کی جمع۔ فائدہ کی جمع وہ مفید اضافے جن سے متقدمین نے تعرض نہیں کیا۔

ماخفی۔ یعنی ایسے مخفی امور کی خصوصاً توضیح جس سے فن کا مبتدی ناواقف ہوتا ہے۔

فاجَبتهُ اِلٰی سوَالِه رِجاءَ الاندِرَاجِ فِی تِلكَ المسَالِكِ فبالغتُ فِی شرحِهَا فِی الإیضاحِ والتوجِیهِ وَ نبَّهتُ عَلٰی خبَایَاز و ایَاهَا لاَنّ صَاحِبَ البیتِ اَدرىٰ بِمَا فِیهِ فَظهَرلِی اَنّ اِیرادَهٗ عَلٰی صُورَةِ البسطِ الیقُ وَ دَمْجَها ضِمنَ توضِیحِهَا اَوفَقُ فَسلَکتُ هذهِ الطریقةَ القلِیْلَةَ السَّالِكُ فاقُولُ طَالِباً مِنَ اللّٰهِ التَّوفِیقَ فِیمَا هُنَالِكَ .

ترجمہ:۔ پس میں نے ان کے سوال کو پورا کیا امید کرتے ہوئے کہ شامل ہو جاؤں میں ان کے راستے میں پس میں نے اس کی شرح میں توجیہ و وضاحت میں پورا مبالغہ کیا ہے۔ اور اس کے مخفی گوشوں پر متنبہ کیا ہے۔ چونکہ گھر والا ہی اندرونِ گھر سے واقف ہوتا ہے۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اس کی شرح کو بسط کے ساتھ پیش کروں اور اس کے ربط (متن و شرح کے ملنے) کو توضیح کے ضمن میں بہتر پایا۔ لہٰذا ایسے طریقہ کو اختیار کیا جس پر چلنے والے کم ہیں اس مقام پر اللہ پاک سے توفیق طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

لغت: سوال۔ بمعنی مسئول۔ یعنی شرح کی درخواست

رجاءً۔ ترکیب میں حال واقع ہے اَخْبَنْتُهٗ سے۔ منصوب کی ضمیر کا مرجع متن ہے۔

الاندراج: بمعنی اندراجی ہے الف لام مضاف الیہ کے معنی میں ہے بمعنی دخولی و شمولی۔

المسالک۔ مسلک کی جمع مولفین کا راستہ۔ مراد اس سے ثناء دنیا یا ثواب آخرت یا یہ کہ کتب ائمہ محققین کی طرح یہ کتاب بھی نفع بخش ہو جائے۔

فبالغت۔ فا تعقیبیہ ہے۔ یعنی متن کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد۔

فی الایضاح۔ یعنی اسکے واضح کرنے میں خوب مبالغہ کیا ہے۔ کسی کتاب کا نام نہیں۔

خبایا۔ خبئیة کی جمع ہے۔ بمعنی پوشیدہ۔

زوایا۔ جمع زاویہ کی، گوشہ۔ رخ۔ مراد مخفی لطائف و نکات۔

دمجہا۔ اس کا عطف ایرادہ پر ہے جو منصوب ہے۔ اس کی ضمیر کا مرجع متن نخبۃ ہے۔ درج کے معنی لغت میں ملانا مخلوط کرنا یعنی متن و شرح کو تشریح میں ایسا مربوط کرنا کہ امتیاز

نہ ہو سکے اور مرتب مضمون ہو جائے۔

فاقول۔ فاجزائیہ ہے۔ شرط محذوف اذا کان الامر کذلک ہے۔

طالباً۔ حال واقع ہے بمعنی سائلاً ہے۔ یعنی سوال کرتے ہوئے۔

التوفیق۔ اسباب خیر کا مہیا ہو جانا۔ مقصد کے پانے کے اسباب کا حاصل ہو جانا۔

الخبرُ عندَ عُلماءِ هٰذا الفنِّ مُرادِفٌ لِلحَدِیثِ قِیلَ الحدیثُ ما جاء عنِ النبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَبرُ مَا جَاءَ عَنْ غَیرِہٖ وَ مِن ثَمّ قِیلَ لمنْ یشتغلُ بالتواریخِ و مَا شاکلَهَا الاخباريُ و لمن یشتغلُ بالسنةِ النبویةِ المُحدِّثُ و قِیلَ بینهما عُمومٌ و خصُوصٌ مُطلقاً فکلُ حَدیثٍ خبرٌ مِن غیر عکسٍ. و عبر هنا بالخبرِ لِیَکونَ اَشمَلَ.

ترجمہ:- خبر اس فن کے علماء کے نزدیک حدیث کے مترادف ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔ اور خبر وہ ہے، جو آپ کے غیر سے منقول ہو۔ اسی وجہ سے جو تاریخ وغیرہ سے شغل رکھتا ہو اخباری کہا جاتا ہے اور جو سنت نبوی کا شغل رکھتا ہو اسے محدث کہا جاتا ہے اور کہا گیا کہ دونوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ لہٰذا ہر حدیث خبر ہے۔ نہ کہ اس کا عکس اور یہاں خبر سے تعبیر کی گئی ہے تاکہ اس کا شمول عام ہو۔

اس مقام سے مولف مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔ اس سے قبل مقدمہ اور تمہید تھا۔ مولف خبر کی تعریف اس کا استعمالی اختلاف اور حدیث و خبر کے درمیان نسبت اور فرق بیان کر رہے ہیں۔

لغت:- **علماء فن**۔ اصول حدیث کے علماء مراد ہیں۔

مرادف۔ لفظ مختلف مگر معنی ایک ہوں۔ یعنی حدیث و خبر کا مفہوم یکساں اور دونوں ہم معنی ہے۔ **قیل**۔ یہ دوسرا قول ہے۔ اس قول کے اعتبار سے دونوں متبائن ہیں۔

من ثم۔ فرق کی دلیل ہے۔ کہ مشغول بالحدیث کو محدث اور مشغول تاریخ کو اخباری کہا جاتا ہے۔ **ماشاکلها**۔ جو اسکے مشابہ ہو۔ یعنی قصص۔ حکایات احوال عالم اخبار ملوک وغیرہ

قیل۔ یہ تیسرا قول۔ کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ حدیث خاص

ہے صرف ما جاء عن النبی علیہ الصلوۃ والسلام کو شامل ہے۔ اور خبر عام ہے۔ ماجاء عن النبی علیہ السلام وغیرہ کو شامل ہے۔ لہٰذا حدیث اخص ہوگی اور خبر اعم ہوگی۔ اور قاعدہ ہے خاص کے ہر فرد پر عام صادق آتا ہے لہٰذا حدیث کو خبر کہا جاسکتا ہے۔ اور عام کا ہر فرد خاص پر صادق نہیں آتا لہٰذا ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جا سکے گا۔ یہی مفہوم ہے من غیر عکس کا۔ کہ ایک جانب سے صدق ہوگا دوسری جانب سے نہیں۔

خیال رہے کہ صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں ۳ قول کو ذکر کیا ہے۔ آخر کے ۲ قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ اول قول ترادف کا اس کے قائل جمہور ہیں۔

فائدہ:- اس مقام پر اثر اور سنت کی اصطلاح بھی رائج ہے۔ مولف نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اثر۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعی کے اقوال کو کہا جاتا ہے۔ یعنی موقوف و مرفوع دونوں کو۔ فقہاء خراسان کی اصطلاح میں اثر صرف حدیث موقوف کو کہا جاتا ہے۔ سنت۔ جس کی نسبت نبی پاک ﷺ یا صحابی یا تابعی کی جانب ہو یعنی حدیث کے مرادف۔

ماتن نے متن میں خبر اس لئے کہا ہے کہ اس کا مفہوم عام ہے تاکہ سب کو شامل ہو جائے۔ چونکہ حدیث بعض اصطلاح میں جیسا کہ معلوم ہوا خاص ہے۔

و هُو باعتبارِ وُصوْلِهٖ الینا اِمَّا اَنْ یکونَ لَهٗ طرقٌ اَیْ اَسانید کثیرةٌ لانَّ طرقاً جَمعُ طرِیقٍ وَ فعیلٌ فِی الکثرةِ یَجمعُ عَلٰی فُعُلٍ بضمتینِ و فی القلةِ عَلٰی افعِلةٍ والمرَادُ بالطُرقِ الاسانیدُ والاِسْنادُ حکایةُ طریق المتنِ والمتنُ هوَ غایةُ مَا ینتهِیْ اِلیهِ الاسنادُ مِن الکلامِ۔

ترجمہ:- وہ خبر ہماری طرف پہنچنے کے اعتبار سے یا تو اس کے طرق کثیر ہونگے۔ کہ طرق جمع ہے طریق کی اور فعیل کی جمع کثرت فُعُلٌ دونوں کے ضمہ کیساتھ آتی ہے اور جمع قلت اَفْعِلَۃٌ کے وزن پر آتی ہے اور مراد طرق سے اسانید ہے۔ اور اسناد طریق متن کی حکایت ہے اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے۔ یعنی حدیث شروع ہو جائے۔

تشریح:- یہاں سے مولف خبر کی تقسیم من حیث الوصول یا قلت وکثرت راوی کے اعتبار سے ذکر کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے خبر کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

طرق۔ یہ جمع کثرت ہے۔ جس کا اطلاق دس سے زاید پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس کی سندیں اور رواۃ کثیر ہوں۔

الاسانید۔ اسناد کی جمع ہے۔ لغت میں ٹیک لگانا۔ بھروسہ کرنا۔ اصطلاح میں وہ طریق کلام جو متن کی حکایت کرے۔ علامہ طیبی نے یہ تعریف کی ہے۔ اخبار عن طریق المتن۔ (ظفر)

متن جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔ بعضوں نے کہا۔ وہ الفاظ حدیث جس سے معانی متعلق ہوں۔ سند کو راوی، متن کو مروی بھی کہا جاتا ہے، جسکی جمع رواۃ اور مرویات آتی ہے۔

وَتِلْكَ الكثرةُ احدُ شروطِ التواترِ اذا وردتْ بلا حصرِ عددٍ معينٍ بل تكون العَادةُ قدْ احالَتْ تواطؤَهُم عَلى الكِذبِ و كَذَا وقوعُه منهُم اتفاقاً مِن غيرِ قصدٍ فلا معنى تَعْيِيْنِ العَددِ على الصّحيحِ و مِنهُم مَنْ عَيَّنَهُ في الاَربَعَةِ و قِيلَ في الخَمْسَةِ و قيلَ في السبعةِ و قيلَ في العشرة و قِيلَ في الاِثنٰى عشرَ و قِيلَ في الاربعينَ و قيلَ في السبعينَ و قيل غير ذٰلِكَ و تمسَّكَ كلُ قائلٍ بدليلٍ جَاءَ فيهِ ذكرُ ذالك العددِ فافادَ العلمَ و ليس بلازمٍ اَنْ يَّطردَ فِي غيرہٖ لِاحتمالِ الاختصاصِ .

ترجمہ: -اور یہ کثرت تواتر کی شرطوں میں سے ہے جب کہ بلاانحصار کسی معین تعداد کے ہو۔ بلکہ انکا کذب پر متفق ہونا عادۃً محال ہو اسی طرح اس کا وقوع ان سے اتفاقاً بلا قصد کے ہو۔ صحیح قول پر کسی عدد معین کی قید نہیں۔ بعضوں نے ۴ کی تعداد معین کی ہے۔ اسی طرح کہا گیا پانچ، کہا گیا سات۔ کہا گیا ۱۰، کہا گیا ۱۲، کہا گیا ۴۰، کہا گیا ۷۰، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں ادھر ہر قائل نے استدلال کیا ہے اس دلیل سے جو عدد کے سلسلے میں ہے پس یہ علم یقین کا فائدہ دے گا اور لازم نہیں کہ اس کے غیر میں پیش کیا جائے۔ اختصاص کے احتمال کی وجہ سے۔

تشریح:- مولف اس مقام پر خبر متواتر کی تعریف اور اس کے ناقلین کی تعداد کے سلسلے میں جو مختلف اقوال ہیں بیان کر رہے ہیں۔

تلک۔ الکثرہ۔ یعنی اسانید کی کثرت۔ خیال رہے کہ کثرت اسناد یا کثرت رواۃ متواتر کی شرطوں میں سے ہے۔

بلا حصر معين۔ یعنی تواتر میں ناقلین کی تعداد کو منحصر کرنے کی ضرورت نہیں۔ محققین اسی کے قائل ہیں۔

بل تكون العادة۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی تعداد کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو خلافِ عقل ہو۔

كذا وقوعه۔ یعنی وقوع الکذب کا محال ہونا قصد ارادے سے نہ ہو بلکہ اس کی تعداد سے ہو۔ اتفاقاً من غیر مقصد تاکید ہے۔

فلا معنى ۔یعنی جس مقدار سے بھی علم یقینی حاصل ہو جائے متواتر ہوگا یہی ضابطہ اور معیار ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ دوسرے اقوال خلاف ہیں۔

اربعة۔اس مقدار کے قائلین کی دلیل شہداءِ زنا کی تعداد ہے جس سے یقین ہو کر حد کا باعث ہوتا ہے۔

الخمسة۔اس کی دلیل شہداء لعان ہے السبعۃ کی دلیل ۳ نصاب یعنی شہادت کو شامل کرنا۔

شہادت اربعہ، شہادت اثنین، شہادت خبر واحد۔ العشرہ کے قائلین کی دلیل عدد جمع کا اعتبار ہے کہ جمع کثرت کا اطلاق دس پر ہے۔ اثنا عشر کی دلیل نقباء کی تعداد کا اعتبار ہے کہ بنی اسرائیل کے ۱۲/ نقیب تھے۔ اربعین۔ ان حضرات کی دلیل يا ايها النبى حسبك الله و من ابتعك ہے کہ اس موقع پر ان کی تعداد چالیس تھی۔ السبعین کے قائلین کی دلیل آیت کریمہ و اختار موسى قومه سبعين ہے۔

و قيل غير ذلک۔ اس کے علاوہ اقوال بھی ہیں۔ مثلاً ۳۱۳/ بدریین کی مقدار

و تمسک قائل۔ہر قائل نے دلیل سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ گذرا۔

و ليس بلازم۔ ضروری نہیں کہ یہ تعداد ہر مقام پر یقین کا فائدہ دے۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ اس سے کم فائدہ نہ دے۔ کسی بھی مقام پر یہ تعداد حتمی دلیل مفید یقین نہیں۔

لاحتمال الاختصاص۔احتمال ہے کہ علم کا فائدہ اسی عدد معین میں دائر ہو۔

فَاِذَا وَرَدَ الخبرُ كَذالِكَ وَانضَافَ اِلَيهِ اَنْ يستوِىَ الاَمرُ فيهِ فِى الكثرةِ المذكورةِ مِنْ اِبتدائِهِ اِلى انتهائِهِ والمرَادُ بالاستِواءِ اَن لا تَنقُصَ الكثرةُ المذكورةُ فى بعضِ المواضِع لاَ اَنْ لاَ يَزِيدَ اِذِالزيَادَةُ هنا مطلوبَةٌ مِن باب

الاولیٰ وَ اَن یکونَ مستندُ انتهائِهِ الامر المشاهَدَ او المسموعَ لاَ ما ثبت بقضيةِ العقلِ الصرفِ .

ترجمہ:- اور خبر جب اس طرح وارد ہو اور کثرت مذکورہ میں ابتداء سے انتہا تک اسکے اطراف کا برابر ہونا شامل ہو جائے۔ مراد استواء سے یہ ہے کہ اسکی تعداد مذکورہ کثرت سے کم نہ ہو کسی بھی مقام پر۔ یہ مطلب نہیں کہ زائد نہ ہو۔ چونکہ زیادتی تو یہاں بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے اور یہ کہ اس کی استناد کی انتہا کسی امر مشاہد پر یا امر مسموع پر ہو۔ محض عقل سے ثابت نہ ہو۔

تشریح:- اس مقام سے تواتر کے اوصاف کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ کثرت کی تعداد کم نہ ہو البتہ زیادتی کی بخوبی گنجائش ہے اور یہ کہ اسکا تعلق کسی ایسے امر پر جاکر ختم ہوتا ہو جو امر محسوس میں سے ہو یعنی دیکھنے والی بات ہو یا سننے والی بات ہو۔

انضاف الیه۔ انضاف کے معنیٰ شامل ہونا ضمیر مجرد کا مرجع خبر ہے۔

قضية العقل۔ یعنی اس خبر کا تعلق فیصلہ عقل سے نہ ہو۔ قیاس و دلیل سے اسے ثابت نہ کیا جاتا ہو۔ جیسے صانع کا وجود۔ اس کا قدیم ہونا۔

خلاصه۔ تواتر کی تعریف میں کثرت کا باقی رہنا شروع سے آخر تک اور یہ کہ وہ دیکھی یا سنی ہوئی باتوں میں سے ہو۔

فَاِذا جَمعَ هٰذهِ الشروطُ الاَربَعةُ و هی عددٌ کثیرٌ اَحالتِ العَادةُ تواطُئَهُم و توافُقَهُم عَلی الکِذبِ رَوَوْا ذٰلِكَ عَن مِثلِهِم مِنَ الابتِداءِ اِلی الانتهاءِ وَ کانَ مُستنِدُ انتهائِهِم الحسَّ وانضافَ الی ذٰلِكَ ان یَصحبَ خبرَهم افادةُ العلم لسامِعِهٖ فهٰذا هوَ المتواترُ.

ترجمہ:- اور جب یہ شروط اربعہ جمع ہو جائیں اور وہ ہیں کثرت عدد جھوٹ پر اتفاق محال عادۃً ابتداء سے انتہاء تک رواۃ کا سلسلہ چلا ہو اور یہ کہ اس کی انتہا کسی امر محسوس پر ہو۔ یہ امور جب حاصل ہونگے تو اس سے سامع کو علم یقینی کا فائدہ حاصل ہوگا یہی خبر متواتر ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے تواتر کی شرطوں کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اس کیلئے ۴ر شرطیں ہیں۔ (۱) کثرت عدد (۲) جھوٹ کا محال ہونا (۳) شروع سے آخیر تک رواۃ کی تعداد کا یکساں ہونا (۴) خبر کا تعلق امر محسوس سے ہونا۔ ان امور اربعہ سے سامع کو علم یقینی

کا فائدہ حاصل ہونا علم سے مراد اس مقام پر علم یقینی ہے۔ گویا کہ پانچ شرطیں ہیں۔

و مَا تخلّفتْ افادةُ العلمِ عنهُ کانَ مشهُوراً فقَطْ فکلُّ مُتواترٍ مشهورٌ مِن غیر عکسٍ و قد یُقالُ اِن الشروطَ الاربعةَ اِذا حَصَلتْ اِستلزمَتْ حصولَ العِلم و هو کذلك فِی الغالبِ لکنْ قدْ یتخلفُ عنِ البعضِ لمانعٍ وَ قَدْ وَضحَ بهذا التقریرِ تعریفُ المتواترِ و خلافه.

ترجمہ:- اور جو خبر علم یقینی کا فائدہ دینے میں پیچھے رہ جائے وہ مشہور ہوگا۔ ہر متواتر مشہور ہوگا لیکن اس کا عکس نہیں۔ اور یہ کہا گیا جب یہ شروط اربعہ پائے جائیں تو علم یقینی کا لزوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ اکثریہ ہے۔ لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے کسی مانع کی وجہ سے۔ اسی سے متواتر اور اس کے غیر (مشہور) کی تعریف بھی واضح ہو گئی۔

ما۔ موصولہ یا موصوفہ ہے۔ مراد اس سے خبر ہے۔

مشہور۔ یا تو اس سے مراد رائج شہرت یافتہ خواہ مشہور اصطلاحی ہو یا نہ ہو۔ بعضوں نے اصطلاحی لیا ہے۔

من غیر عکس۔ یعنی ہر مشہور متواتر نہیں ہوگا۔

الغالب۔ علم یقینی کا حصول جو کہا گیا ہے یہ اکثریہ ہے۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ متواتر ہو مگر یقین نہ ہو۔

لمانعٍ۔ کسی عارض اور مانع سے یقین کا فائدہ حاصل نہ ہو۔ مثلاً سامع کی غباوت کیوجہ سے۔

خلافه۔ متواتر کے خلاف یعنی مشہور۔

قد یَردُ بلا حصرٍ ایضاً لکنْ مع فقدِ بعضِ الشروطِ او معَ حصرٍ بما فوقَ الاثنینِ ای بثلاثةٍ فصاعِداً مَالَمْ یجتمِعْ شروطُ المتواترِ او بهمَا ای باثنینِ فَقَطْ اَوْ بواحدٍ فقط والمرادُ بقولنا اَن یردَ باثنینِ اَنْ لاَ یردَ باقلّ منهُمَا.

ترجمہ:- اور کبھی خبر بلا تعین تعداد کے حاصل ہوتی ہے۔ مگر بعض شرطوں کے مفقود ہونے کے ساتھ یا یہ کہ متعین ہوں کہ اس کے راوی دو یا اس سے زائد ہوں یعنی تین یا اور زائد۔ تاوقتیکہ متواتر کی شرطیں جمع نہ ہوں یا تو دو راویوں سے ہو صرف یا ایک راوی سے ہو صرف اور مراد ہمارے قول دو سے منقول ہو یہ ہے کہ دو سے کم نہ ہو۔

تشریح:- مولف یہاں سے خبر مشہور عزیز اور خبر واحد کی اجمالی تعریف دلیل حصر کے ضمن میں بیان کررہے ہیں۔

فَقَدَ بعض الشروط. کسی بھی شرط کا مفقود ہوجانا مراد ہے۔ مثلاً یکساں نہ ہونا یا امر محسوس پر منتہی نہ ہونا۔

ما فوق. وہ حصر جو واقع ہو دو راویوں کے زاید سے۔

مالم یجتمع. دو سے زاید راوی بھی ہوں مگر تواتر کی شرطیں مفقود ہوں۔

او بہما. اس کا عطف مایکون لہ طرق عبارت پر ہے۔ اس صورت میں خبر عزیز ہوگی۔

او لواحدٍ فقط. صرف ایک راوی سے منقول ہو۔ اس صورت میں خبر واحد ہوگی۔

فاِنْ وَرَدَ باکثرَ فِی بعضِ المواضعِ مِن السَّندِ الواحدِ لا یضُرُّ اِذِ الاَقَلُّ فِی ھذا العِلمِ یقضِی عَلَی الاکثَرِ. فالاوّلُ المتواترُ و ھو المفیدُ للعِلمِ الیقینِی فاخرَجَ النظریَّ عَلی ما یاتِی. تقریرُہُ بشروطِہِ التِی تقدَّمَتْ وَالیقینُ ھوَ الاِعتقادُ الجازِمُ المطابقُ وھذا ھوَ المعتمِدُ اَنَّ الخبرَ المتواتر یفید العلمَ الضروریَّ و ھو الذِي یضطرُ الانسانُ الیہ بحیثُ لا یمکنُ دفعُہٗ

ترجمہ:- اگر خبر واحد کسی مقام پر سند میں دو سے زاید سے مروی ہو تو کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اس فن میں اکثر پر اقل غالب رہتا ہے۔ پس اول متواتر ہے۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے۔ پس نظری کو خارج کردیا جس کا بیان آرہا ہے۔ انہیں شرطوں کے ساتھ جو پہلے آچکے ہیں۔ اور یقین وہ اعتقاد جازم ہے جو واقع کے مطابق ہے۔ اور یہی معتبر ہے کہ خبر متواتر علم بدیہی کا فائدہ دیتا ہے جس کی طرف انسان مجبور ہوتا ہے کہ اس کا دفع کرنا ممکن نہیں۔

فان ورد. یعنی اگر کسی مقام پر دو سے زاید راوی ہوجائیں۔

من السند الواحد. اس کی قید سے متعدد سند کی صورت خارج ہوگئی۔

یقضی. بمعنی یحکم و یغلب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فن میں بسا اوقات قلت بہتر و غالب رہتا ہے چونکہ اس میں علو کی صفت پائی جاتی ہے۔ یعنی سند میں قلت رواۃ سے سند عالی ہوتی ہے۔

فاخرج. یقین کی قید سے نظری نکل جائے گی چونکہ یقین اسے بھی ہوتا ہے جس میں نظر

و فکر کی صلاحیت نہ ہو۔
ہو الاعتقاد۔ یقین کی اصطلاحی تعریف ہے۔ جازم سے مراد جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔ جازم کی قید سے شک و وہم نکل جائیں گے اور واقع کی قید سے جہل مرکب۔
العلم الضروری۔ اسے علم بدیہی بھی کہا جاتا ہے جس کا حاصل ہونا بلا نظر و فکر کے ہو۔
الذی یَضطَرُّ۔ عقل انسانی جس کے قبول کرنے پر خواہ عوام اور جاہل ہی کیوں نہ ہو مجبور ہے۔ چونکہ دلیل کا یہ محتاج نہیں۔ خیال رہے کہ امام غزالی کے نزدیک تواتر سے بدیہی اور نظری کے مابین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ علامہ آمدی نے سکوت کی رائے کو نہ دینے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جمہور غزالی اور آمدی کے خلاف یقین کا فائدہ مانتے ہیں۔

و قیلَ لاَ یفیدُ العِلمَ اِلاّ نظریاً و لیس بشيءٍ لاَنَّ العلمَ بالمتواترِ حَاصلٌ لمن لیسَ لہٗ اھلیۃُ النظرِ کالعامِّی اِذالنظرُ ترتیبُ امور معلومۃٍ اَو مظنونۃٍ یتوصلُ بھا الیٰ علومٍ او ظنونٍ و لیسَ فی العَامِی اھلیۃُ ذٰلکَ فلوکان نظریاً لما حصَل لھُم وَلاَحَ بھذا التقریرِ الفرقُ بینَ علمِ الضرُوریِ والعلمِ النظريِ اذا الضرُوريُ یُفید العلمَ بلا استدلاَلٍ والنظريُ یفیدُہٗ ولکنْ مَعَ الاستِدلاَلِ علٰی الافادۃِ و اَن الضروريَّ یَحصِلُ لِکلِ سَامعٍ والنظريَ لا یحصُلُ اِلاّ لمن لَہٗ اھلیۃُ النّظرِ۔

ترجمہ:- اور کہا گیا کہ یہ نہیں فائدہ دیتی مگر نظری کا عویہ درست نہیں۔ اس لئے کہ متواتر کے ذریعہ سے علم اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جسے فکر و نظر کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ جیسے عوام کو۔ چونکہ نظری کے معنی ہیں۔ امور معلومہ یا ظنیہ کو ترتیب دینا تاکہ اس کے ذریعہ سے دوسری معلومات یا ظنیات حاصل ہو جائیں۔ اور عوام میں اس کی اہلیت نہیں اگر یہ نظری ہوتا تو ان کو حاصل نہ ہوتا۔ اور اسی تقریر سے بدیہی اور نظری علم کا فرق بھی واضح ہو گیا۔ بدیہی علم کا فائدہ دیتا ہے بلا استدلال اور نظری فائدہ دیتا ہے استدلال کے ساتھ اور یہ کہ بدیہی ہر سننے والے کو حاصل ہو جاتا ہے اور نظری نہیں حاصل ہوتا ہے مگر اسی کو جس میں نظر فکر کی استعداد و اہلیت ہوتی ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں جو متواتر سے حاصل ہونے

والے علم کے بارے میں ہے۔ اولاً تردید پھر قول محقق بیان کریں گے۔
اشاعرہ میں امام الحرمین ابوالحسین وغیرہ اس سے حاصل شدہ علم کو نظری مانتے ہیں۔ قیل سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔
لیس هذا الشئ۔ یہاں سے نظری کے قائلین کی تردید کر رہے ہیں۔
لان العلم۔ رد کی دلیل کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تواتر سے علم ان کو بھی حاصل ہوتا ہے جو اہل فکر و نظر نہیں ہیں۔ نظر نام ہے امور معلومہ کو ترتیب دے کر مجہولات کو حاصل کرنے کا اور عوام اس ترتیب خاص سے واقف نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے حاصل شدہ علم نظری نہیں ہو سکتا۔
فلو کان۔ الزام ہے اگر نظری ہوتا تو عامی کو فائدہ نہ دیتا۔ حالانکہ دے رہا ہے۔
ولاح۔ نظری اور بدیہی کی تعریف سے جو فرق ظاہر ہوتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ بدیہی بلا استدلال اور نظری مع استدلال مفید علم ہوتا ہے۔
علی الافادة۔ بمعنی استفادہ کے ہے۔ استدلال سے مراد اکتساب ہے۔ جو خود حاصل نہ ہو بلکہ کسب دلائل سے ہو۔ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے خواہ اہل فکر و نظر ہو یا عالی۔

وانما ابهمت شروط التواتر فی الاصل لانه علی هذه الكيفية ليس من مباحث علم الاسناد اذ علم الاسناد يبحث فيه من صحة الحديث و ضعفه ليعمل به او يترك به من حيث صفات الرجال وصيغ الاداء والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحثٍ.

ترجمہ:- اور تواتر کی شرطوں کو میں نے متن میں مبہم رکھا ہے چونکہ اس کیفیت کے ساتھ یہ علم اسناد کے مباحث میں نہیں ہے۔ علم اسناد میں تو حدیث کے صحت و ضعف سے بحث کی جاتی ہے، تاکہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے رجال کے احوال اور صیغ ادا کے اعتبار سے۔ اور متواتر میں اس کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بلا بحث اس پر عمل واجب ہوتا ہے۔

تشریح:- انی ابهمت۔ متن میں جو مولف نے تواتر کی شرط کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان شرطوں کو شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ اصول حدیث سے متعلق

نہیں۔

او علم الاسناد۔ یہ شرطیں اصول حدیث سے متعلق نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اصول حدیث میں حدیث کی صحت وضعف اور رجال کے اوصاف عدل و جرح کے اور صیغہ ادا وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے اور متواتر میں رجال کے اوصاف ملحوظ نہیں ہوتے ہیں کہ کافر اور فاسق سب کی خبر متواتر قبول کی جاتی ہے۔ و ان ورد عن الفساق بل عن الکفرة۔

صفات الرجال۔ مراد حدیث کے رواة عدل وضبط کے اعتبار سے۔

صیغ الاداء۔ صیغہ کی جمع مثلاً اخبرنا، سمعنا، قری علیَّ و انا اسمع۔

بلا بحث۔ یعنی بلا کسی تحقیق و تفتیش کے متواتر مفید علم ہوتا ہے۔

خلاصہ۔ متواتر کی شرطوں کو مولف نے متن میں تو نہیں بلکہ شرح میں ذکر کیا ہے چونکہ شرح کی حیثیت جداگانہ ہے۔

﴿فائدہ﴾

ذکرَ ابنُ الصّلاحِ انّ مثالَ المتواترِ عَلی التفسیرِ المتقدَمِ یَعِزُّ وُجودُہُ الاّ اَن یُدعیٰ ذٰلِکَ فِی حدیثِ من کَذبَ عَلیّ متعمّداً فلیتبوأ مقعَدَہُ مِن النارِ و مَا ادعاہُ مِن العِزَةِ مَمنوعٌ و کذا مَا اِدعَاہُ غیرُہُ مِن العدمِ لِانّ ذٰلِکَ نَشأ عَن قِلةِ الاطلاع عَلیٰ کثرةِ الطرقِ وَ احوالِ الرجالِ و صفاتھم المقتضیةِ لابعادِ العادةِ ان یتواطؤا عَلی الکذبِ او یحصلَ منھُم اِتفاقاً۔

ترجمہ:۔ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ماقبل کی تفسیر (شرطوں) کے اعتبار سے متواتر کی مثال نایاب ہے۔ہاں مگر یہ کہ حدیث من کذب الخ۔ کے متعلق دعوی کیا جائے۔اور نادر الوجود کا دعویٰ تسلیم نہیں اسی طرح ان کے علاوہ جس نے بھی دعویٰ کیا ہو نہ پایا جاتا اسلئے (تسلیم نہیں) کہ کثرت طرق احوال الرجال اور وہ صفات جو عادۃً کذب کے محال (یا اتفاق کذب کے عدم کا تقاضہ کرنے والے ہیں ان کی قلتِ واقفیت سے یہ بات پیدا ہوئی ہے۔

تشریح:۔ محدث ابن صلاح کا نظریہ اور ان کی رائے یہ ہے کہ متواتر کی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے متواتر معدوم ہے اگر ہو سکتی ہے تو سوائے من کذب الخ کے علاوہ کسی میں احتمال پائے جانے کا نہیں۔حافظ ابن حجر اس نظریہ کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ دعویٰ معتبر

نہیں یہ کثرت طرق اور صفات رجال وغیرہ کی ناواقفیت سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر تام واقفیت ہوتی تو ایسانہ کہتے۔

یعز۔ عز ضرب سے نایاب معدوم کمیاب ہونا۔

ادعاہ غیرہ۔ غیر سے مراد ابن حبان اور حازمی ہیں وہ بھی اس کے قائل ہیں۔

المُقتَضِيَةُ۔ یہ صفت ہے کثرت طرق اور احوال رجال کی۔ خیال رہے کہ تواتر میں صفات رجال کو شرطاً دخل نہیں گو معنیً دخل ہے۔ گویا کثرت معنوی ہے۔

و مِن احسنِ ما يُقررُ به كونُ المتواتِر مَوجودًا وجودَ كثرةٍ فِي الاحاديثِ انَّ الكتبَ المشهورةَ المتداولةَ بايدِى اهلِ العلمِ شرقاً و غرباً المقطوعةَ عندَهُم بصحّةِ نسبتِها اِلىٰ مُصنفيْها اِذَا اجتمعتْ عَلىٰ اخراجِ حَديثٍ و تَعدّدتْ طرقُه تعددًا تُحِيلُ العَادَةُ تواطئُهُم على الكذبِ اِلىٰ آخر الشروطِ اَفادَ العلمَ اليقينىَ بصحّةِ نسبتِهِ الىٰ قائلِه و مثلُ ذٰلِكَ فِي الكتبِ المشهورةِ كثيرٌ.

ترجمہ:۔ خبر آحاد میں بہترین جو بات پائی ہے متواتر کے کثرت سے پائے جانے کے سلسلے میں وہ کتابیں ہیں جو مشہور ہیں جن کا تداول اہل علم سے شرقاً وغرباً ہوا ہے۔ وہ ان کے نزدیک صحت میں قطعی ہیں ان کے مولفین کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب کہ کسی حدیث کے تعدد طرق پر تمام شرطوں کے ساتھ اجتماع ہو جائے۔ عادۃً ان کا کذب پر متفق ہونا محال ہو جائے۔ تو ان کا اجتماع علم یقینی کا فائدہ دے گا۔ اس کے قائل کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ اور اس کی مثالیں کتب مشہورہ میں بہت ہیں۔

تشریح:۔ ابن صلاح پر رد کی دلیل ہے کہ کتب مشہورہ میں متواتر کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ بایں طور پر کہ ان کے مولفین کسی تخریج حدیث پر اتفاق کرلیں یعنی ہر ایک مولف اس خبر واحد کو اپنی اپنی سند سے روایت کریں تو اس کی تعداد یقیناً ایسی ہو سکتی ہے کہ اس کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو جائے۔ اس طرح یہ طرق کے تعدد سے متواتر تک پہنچ جائے گا۔ چنانچہ کتب مشہورہ میں اس کی مثالیں بہت ہو سکتی ہیں مثلاً حدیث شفاعت حدیث حوض، حديث غسل رجلين، حديث مسح علي الخفين۔

لغت۔ ترکیب: من حرف جارہ ہے۔ احسن اسم تفضیل ما موصولہ کون يقرر کا نائب۔

فاعل یا مفعول بہ ہے۔
وجود کثرۃ۔ اصل میں مرکب توصیفی ہے۔ وجوداً کثیراً۔
ان الکتب۔ بالفتح۔ مبتدا موخر ہے، من احسن کی اور یہ خبر مقدم ہے اور ان کا اسم
الکتب المشہورہ۔ اور اس کی خبر اذا جتمعت ہے۔ مراد بخاری و مسلم وغیرہ۔
المتداولہ۔ تداول سے بمعنی ہاتھ در ہاتھ۔ رائج و مقبول ہونا۔
شرقاً و غربا۔ مراد چہار سو جیسے رب المشرق والمغرب۔
نسبتہا۔ مرجع کتب مشہورہ ہے۔
اذا اجتمعت۔ اس کا فاعل مولفین کتب مشہورہ جماعۃ المولفین بھی تاویلاً ہو سکتا ہے۔
افاد۔ اس کا "فاعل" اجتماع یعنی اجتماع تخریج سے علم یقینی کا فائدہ دے گا۔
الانتباہ۔ ایسے تواتر سے حاصل حدیث کو تواتر معنوی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وَالثانی وَ ھوَ اوّلُ اقسامِ الاَحَادِ مالہٗ طرُقٌ محصورۃٌ باکثرَ من اثنینِ والمشھورُ عند المحدثینَ سُمّیَ بِذٰلِکَ لِوضوحِہٖ و ھو المستفیضُ علٰی رایِ جماعَۃٍ مِن الفقھاءِ سُمّیَ بِذٰلِکَ لانتشارِہٖ مِن فاضَ الماءُ یفیضُ فیضاً و منھُم مَن غایر بَینَ المستفیضِ والمشھور بانّ المستفیضَ یکونُ فی ابتدائِہٖ و انتھائِہٖ سَواءٌ والمشھورُ اعمُ مِن ذٰلکَ وَ مِنھم من غایرَ عَلیٰ کیفیۃِ اخریٰ و لیسَ مِن مباحثِ ھذا الفن۔

دوم یہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔ جس کے طرق محصور و متعین ہوں کہ دو یا دو سے زاید راویوں سے منقول ہو۔ محدثین کے نزدیک "مشہور" ہے، یہ نام اس کے واضح ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے ائمہ فقہا کی ایک جماعت کی رائے میں یہی مستفیض ہے۔ یہ نام اس کے پھیلنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے ماخوذ ہے فاض الماء فیضاً سے۔ بعض حضرات وہ ہیں جو مشہور و مستفیض کے نزدیک فرق کرتے ہیں کہ مستفیض وہ ہے جس کے روایت کرنے والے ابتداء اور انتہا دونوں طرف برابر ہوں۔ اور مشہور اس سے عام ہے۔ اور بعض حضرات دوسرے اعتبار سے بھی فرق بیان کرتے ہیں جو اس فن کے مباحث میں نہیں۔

تشریح:۔ طرق و اسناد کے اعتبار سے حدیث کی ۴ر قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور

(۳) عزیز (۴) غریب۔
قسم ثانی کا بیان، یہاں سے کیا جارہا ہے۔
الثانی۔ ترکیب میں مبتدا اور مالہ طرق خبر ہے۔ بیچ کا جملہ معترضہ ہے۔
اول اقسام ۔یعنی مشہور جو ہے وہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔
باکثر۔ کسی بھی طبقہ میں ۲؍راویوں سے کم نہ ہو، علامہ سخاوی کے نزدیک ذرا گنجائش ہے کہ یہ تعداد خواہ بعض طبقات میں ہو۔

خیال رہے کہ اصول حدیث میں متواتر کے علاوہ سب خبر واحد میں داخل ہے۔
عند المحدثین۔ اس کی قید سے لغوی اطلاق جو رائج اور معروف ہے اس کو نکالا ہے۔
من ائمۃ ۔ من تبعیضیہ یا بیانیہ ہے۔
فاض ۔ اس وقت فاض الماء کہا جاتا ہے جب وادی پانی سے بھر کر چاروں طرف بہنے لگے۔ اسی طرح خبر مستفیض بھی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔
منہم۔ بعضوں کے نزدیک مستفیض و مشہور کے درمیان فرق ہے۔ اول کے لئے راوی کا ابتداء و انتہاء میں یکساں تعداد ہونا لازم ہے۔ اور مشہور اس سے عام ہے کہ ہر طبقہ میں یکسانیت لازم نہیں۔
و منہم من غایر۔ اس سے اشارہ ہے ابو بکر صیرفی اور شیخ سخاوی کے جانب ان کے نزدیک مستفیض وہ ہے جس کو تلقی بالقبول ہو تعداد رواۃ کی شرط ملحوظ نہیں۔
ولیس من مباحث۔ چونکہ تلقی کی وجہ سے متواتر ہو جاوے گا۔ اس وقت رجال کے صفات کو کوئی تعرض نہ ہوگا تو اس فن سے خارج ہو جائے گا کہ رجال کے اوصاف موضوع فن ہیں۔

ثم المشهور يطلق على ما حررنا و على ما اشتهر على الالسنة فيشمل ماله اسناد واحد فصاعداً بل مالا يوجد له اسناد اصلاً.

پھر مشہور کا اطلاق اس معنی پر ہوتا ہے جو ہمیں نے لکھا۔ اور اس پر بھی جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو۔ پس یہ شامل ہوگا اس کو بھی جس کے لئے ایک سند ہو یا زاید اور اس کو بھی جس کی سند ہی نہ ہو۔

تشریح۔اس مقام سے مولف مشہور کی ایک دوسری تعریف بیان کررہے ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو خواہ وہ بلاسند ہی عوام میں مشہور ہو۔

ماحررنا۔مراد باکثر اثنین ہے۔

الالسنه۔مراداس سے رواج اور لوگوں کی زبانوں پر جو ہو۔

لا یوجد له اسناد۔ مثلاً موضوع ہو۔بلاسند مشہور کی مثال علامہ سخاوی نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل.اسی طرح لولاك لما خلقت الافلاك دی ہے۔

والثالثُ العَزیزُ و هوَ ان لا یرویهِ اقلُ من اثنین عن اثنین و سُمیَ بِذٰلِكَ امّا لِقلة وجُودهِ و اِمَّا لکونه اعزَّ ای قویَ بمَجیئِهِ من طریقٍ آخرَ و لیس شرطاً للصحیح خلافاً لمَن زعمه و هو ابوعَلِی الجُبائی من المعتزلة و الیهِ یُومِی کلامُ الحَاکم اَبی عبدِالله فی علوم الحدیث حیثُ قالَ الصَحیحُ هُو الذِیْ یرْوِیه الصَحابیُ الزائلُ عنه اسمُ الجَهالةِ باَن یکونَ لَهٗ رَاویان ثمّ یتداوَلُهٗ اهلُ الحدیث الی وقتِنا کالشهادةِ عَلی الشهادةِ.

ترجمہ:- تیسرا عزیز ہے۔جس کے روایت کرنے والے دو ہوں اس سے کم نہ ہوں۔یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کا وجود قلیل ہے یا اس وجہ سے کہ طرق آخر کی وجہ سے اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صحیح کے لئے شرط نہیں بخلاف اس کے جس نے یہ گمان کیا وہ ابو علی جبائی معتزلہ میں سے ہیں۔ابو عبداللہ حاکم کا کلام جو علوم الحدیث میں ہے۔اسی کی طرف اشارہ ہے۔کہ انھوں نے صحیح کی تعریف میں کہا ہے جس کے روایت کرنے والے ایسے صحابی ہوں جن سے نام کی جہالت مرتفع ہو اس طرح کہ اس کی روایت کرنے والے دو راوی ہوں پھر اصحاب حدیث سے اس کا تداول ہمارے زمانہ تک ہو جیسے شہادت علی الشہادۃ۔

تشریح:- اس مقام سے من حیث الاسناد حدیث کی تیسری قسم عزیز اور ابو علی جبائی کے نزدیک ہر طبقہ میں دو راوی کے صحیح میں شرط ہونے کا ذکر کر رہے ہیں جو جمہور کے خلاف ہے

عزیز کی ایک تعریف۔جس کے راوی دو یا تین یا اس سے زاید ہوں۔ابن صلاح نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔اس اعتبار سے عزیز اور مشہور کے درمیان من وجہ کی نسبت ہو گی۔

سمی بذلک۔ عزیز کی وجہ تسمیہ ذکر کررہے ہیں۔ عزیز ماخوذ ہے عز سے بمعنی قلیل و نادر ہونا۔ چونکہ اس شرط کے ساتھ اس کا پایا جانا کم ہوتا ہے۔

اما لکونہ۔ یا دوسری وجہ ذکر کررہے ہیں کہ یا یہ ماخوذ ہے مفتوح العین مضارع سے جس کے معنی شدید اور قوی ہونے کے ہے۔ جیسے کہ قرآن میں فعززنا بثالث۔ تیسرے سے قوت پہونچائی۔

و لیس شرطا۔ ان حضرات کی تردید ہے جو صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔ جیسے ابو علی جبائی۔

و الیه یومی۔ ضمیر مجرور کا مرجع ھذا القول ہے۔ یعنی ابو علی جبائی وغیرہ کا۔

الی وقتنا۔ یعنی آخر تک ہر طبقہ میں راوی یکساں ہو۔ جس طرح شہادت کے لئے دو دو گواہ چاہئے۔

وَ صَرَّحَ الْقَاضِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِي فِي شَرْحِ الْبخارِيْ بِاَنَّ ذٰلِكَ شَرْطُ الْبُخَارِيْ وَاَجَابَ عَمَّا اَوْرَدَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ بِجَوَابٍ فِيْهِ نَظْرٌ لِاَنَّهُ قَالَ. فَاِنْ قِيْلَ حَدِيْثُ الاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ فَرْدٌ لَمْ يَرْوِهٖ عَنْ عُمَرَ اِلَّا عَلْقَمَةُ قُلْنَا قَدْ خَطَبَ بِهٖ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ بِحَضْرَةِ الصَّحَابَةِ وَ لَوْلَا اَنَّهُمْ يَعْرِفُوْنَ لَاَنْكَرُوْهُ كَذَا قَالَ.

ترجمہ:- قاضی ابو بکر بن عربی نے شرح بخاری میں اس کی تصریح کی ہے کہ بخاری نے (عزیز ہونے کی) شرط جو ملحوظ رکھی ہے اس پر جو اعتراض وارد ہوا۔ تو انھوں نے جواب دیا سو اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ کہا ہے اگر یہ اعتراض کیا گیا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات فرد ہے حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت عمر نے یہ حدیث خطبہ (جمعہ) میں ممبر پر حضرات صحابہ کی موجودگی میں فرمایا تھا پس اگر وہ اس حدیث سے واقف نہ ہوتے تو ضرور انکار کرتے یہی جواب دیا۔

تشریح:- مولف کا مقصد یہ ہے کہ ابن عربی نے امام بخاری کے نزدیک صحیح کے لئے عزیز کا ہونا شرط لکھا ہے۔ اس پر انما الاعمال بالنیات والی حدیث کو اعتراضا پیش کیا گیا تو اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جم غفیر کے سامنے ذکر کیا اگر کوئی بات ہوتی تو حضرات صحابہ ضرور نکیر فرماتے تو گویا کہ علقمہ کے ساتھ اور بھی شرکاء

ہو گئے۔اس طرح اعتراض دفع کر دیا گیا۔
بان ذلک ۔یہ صرّح کا مفعول ہے۔
بجواب ۔یہ اجاب کا مفعول بواسطہ ما ہے۔ یعنی جو جواب دیا گیا ہے وہ بھی محل نظر ہے۔
کذا قال ۔انھوں نے ایسا ہی جواب دیا جو ذکر کیا گیا۔

وَ تُعقِبَ بَانّه لاَ یلزمُ مِن کونِهِمْ سَکتُوا عَنه اَن یکونُوا سَمِعُوه مِن غیرِهٖ و بانّ هذا لو سُلم فی عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه منع فی تفرد علقمة عنه ثم تفرّد محمّد بن ابراهیم بهٖ عن علقمة ثم تفرد یحیی بن سعید به عن محمد عَلیٰ ما هو الصَّحیح المعروف عند المحدثین. وقَد وَرَدَتْ لَهُم متابعَاتٌ لا یُعتبرُ بهَا و کذا لا نُسَلمُ جَوابَه فِی غیرِ حدیثِ عمرَ.

ترجمہ:-اوراس پر بھی تعقب (اعتراض وگرفت) کیا گیا ہے کہ انھوں نے خاموشی اختیار کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے ان کے غیر سے بھی سنا ہو اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت علقمہ کا تفرد مانع رہے گا پھر ان (حضرت عمر) سے محمد بن ابراہیم کا تفرد پھر یحییٰ بن سعید کا تفرد محمد سے۔ جیسا کہ محدثین کے یہاں مشہور و معروف ہے اور جو اس کے متابعات میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اس طرح حضرت عمر کے علاوہ میں جو قاضی نے جواب دیا وہ بھی قابل تسلیم نہیں۔

تشریح:-حدیث انما الاعمال کے اوپر عزیز و مشہور ہونے پر جو اعتراض کیا گیا تھا اس کا جو جواب دیا گیا تھا جن کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت عمر کے علاوہ سے بھی سنا ہو گا اس جواب پر رد کر رہے ہیں۔ یہ احتمالات ہیں راوی کا تفرد یحی بن سعید تک کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کی شہرت حضرت یحییٰ سے ہوئی ہے۔ صرف ان سے سامعین کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔

تعقب۔ماضی مجہول۔ پیچھے پڑنا اعتراض کرنا۔ یہاں مراد جواب پر نظر وارد کرنا ہے۔
سکتوا۔ یعنی حضرات صحابہ فاروق اعظم کے حدیث انما سنانے کے وقت خاموش گویا تصدیق کر رہے تھے۔اس سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا۔
سُلّمَ۔اگر سکوت سے سننا مان بھی لیا جائے تب علقمہ۔ محمد بن ابراہیم کے تفرد کو توزائل

نہیں کر سکتا۔ البتہ یحیٰ سے شہرت ملی ہے۔ قریب ان سے دو سو مشائخ نے روایت کی ہے۔ من اکثر ائمہ ہیں۔ پھر بھی متواتر نہیں مانا گیا ہے چونکہ شروع سے شرط مفقود ہے۔
وقد وردت لھم۔ مذکورہ تفردات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان سب کے متابعات ہیں لہٰذا تفرد مفرد نہ ہوگا۔
لا یعتبر۔ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ متابعات کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ متابعات غیر معتبرہ ہیں ان سے تلافی نہیں ہو سکتی۔
و کذا لا نسلم۔ اسی طرح حضرت عمر و علقمہ وغیرہ کے تفرد کا کوئی جواب ہمیں تسلیم نہیں۔

قال ابن رشید و لقد کان یکفی القاضی فی بطلان ما ادعی انه شرط البخاری اول حدیثٍ مذکورٍ فیه و ادعی ابن حبان نقیض دعواه فقال ان روایة اثنین عن اثنین الی ان ینتهی لا یوجد اصلا. قلت ان اراد ان روایة اثنین فقط عن اثنین فقط الی ان ینتهی لا یوجد اصلا فیمکن ان یسلم و اما صورة العزیز التی حررناه فموجودة بان لا یرویه اقل من اثنین عن اقل من اثنین.

ترجمہ:- ابن رشید نے کہا کافی ہے قاضی کے دعوی کے بطلان کے سلسلے میں کہ بخاری نے یہ شرط لگائی ہے پہلی حدیث جو اس میں مذکور ہے (اس سے دعوی باطل ہو جاتا ہے) ابن حبان نے اس کے خلاف دعوی کیا ہے۔ انھوں نے کہا دو کی روایت دو سے آخر تک بالکل نہیں پائی جاتی۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد اگر دو شیخ سے دو ہی شاگرد کی روایت آخیر تک مراد ہے تو ممکن ہے کہ تسلیم کر لیا جائے۔
تشریح:- قاضی ابو بکر کے دعوی کے باطل ہونے کی تشریح کر رہے ہیں۔
رُشَیْد۔ اسم تصغیر ہے۔
القاضی۔ یکفی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فاعل اس کا اول حدیث انما الاعمال ہے۔ خیال رہے کہ بخاری کی یہ پہلی حدیث متفرد ہے اسی طرح آخری حدیث کلمتان میں بھی تفرد ہے۔ قاضی کا دعوی غلط ہونے کے لئے اول حدیث میں شرط کا نہ پایا جانا کافی ہے۔
ابن حبان۔ حا کے کسرہ کے ساتھ۔ دعوی ہے کہ دو کی روایت آخر تک کہیں نہیں پائی

جاتی ہے۔

فیمکن۔ عقلاً نہ پایا جانا تو ممکن ہے۔ ورنہ عموماً آخر میں رواۃ زاید ہو جاتے ہیں۔

واما صورۃ العزیز۔ عزیز کی اصطلاحی تعریف کا مصداق تو پایا جاتا ہے کہ دو کی دو سے کم نہ ہو

و مثاله ماروا ه الشیخان من حدیث انس والبخاری من حدیث ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده الحدیث و رواه عن انس قتادة و عبدالعزیز بن صهیب و رواه عن قتادة شعبة و سعید و رواه عن عبدالعزیز اسماعیل بن عُلَیَّة و عبدالوارث و رواه عن کل جماعة.

ترجمہ:- اور اس کی (عزیز) مثال وہ ہے جس کی روایت امام بخاری و مسلم نے حضرت انس سے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک والد، اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس کی روایت حضرت انس نے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے کی۔ اور حضرت قتادہ سے اس کی روایت شعبہ اور سعید نے۔ اور عبدالعزیز سے اس کی روایت اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے کی پھر ان دونوں سے ایک جماعت نے نقل کی۔

تشریح:- اس مقام سے مولف عزیز کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ مثال نام ہے۔ اس صورت جزئیہ کا جس کا انطباق قاعدہ کلیہ پر ہو۔ حدیث پاک میں محبت سے مراد محبت عقلی و ایمانی ہے طبعی نہیں۔

جماعۃ۔ یعنی دو سے زاید افراد کثیرہ نے روایت کی۔ یعنی ان دونوں سے عام ہو گئی۔

والرابع الغریب۔ و هو ما یتفرد بروایته شخص واحد فی ای موضع وقع التفرد به من السند علی ما سیقسم الیه الغریب المطلق والغریب النسبی و کلها ای الاقسام الاربعة المذکورة سوی الاول و هو المتواتر احاد و یقال لکل واحد منها خبر واحد و خبر الواحد فی اللغة ما یرویه شخص واحد و فی الاصطلاح مالم یجمع شروط المتواتر

ترجمہ:- چہارم۔ غریب۔ وہ ہے جس کی روایت میں شخص واحد متفرد ہو۔ خواہ سند کے

کسی بھی مقام میں ہو۔اس کی تقسیم آ رہی ہے غریب نسبی اور غریب مطلق کی طرف۔ یہ اقسام اربعہ سوائے اول کے جو متواتر ہے آحاد ہیں۔ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔لغت کے اعتبار سے خبر واحد وہ ہے جس کی روایت ایک شخص کرے۔اصطلاح میں وہ ہے جس میں تواتر کی شرط جمع نہ ہو۔

تشریح:-اس مقام سے مولف غریب کی تشریح کر رہے ہیں۔اولاً غریب کی تعریف۔ ثانیاً متواتر کے علاوہ کو ذکر کریں گے۔

من حیث السند۔یہ حدیث کی چوتھی قسم ہے۔خبر واحد کے اعتبار سے تیسری قسم ہے۔

شخص واحد۔اس میں عموم ہے خواہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔

فی ای موضع۔سند کے کسی مقام میں بھی تفرد ہو۔

سیقسم۔یعنی غرابت کی بحث میں تقسیم ہو گی۔غریب نسبی۔ بکسر النون اس کا عطف غریب پر ہے یہ جملہ بیان واقع ہے سیقسم کا۔

منہا۔اسکی ضمیر اقسام ثلثہ کی طرف راجع ہے۔راوی کے واحد ہونے کی وجہ سے مروی کا نام خبر واحد رکھ دیا گیا۔

مالم یجمع شرط التواتر۔ تواتر کی شروط اربعہ جس میں نہ پائی جائے خواہ اس کے راوی ایک ہوں یا دو۔

انتباہ۔ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ غریب کو تو خبر واحد سے موسوم کیا جانا درست ہے مگر مشہور عزیز کو کس طرح خبر واحد کہا جا رہا ہے۔جواب یہ ہے کہ شرط تواتر کے مفقود ہونے کی وجہ سے غریب کے مشابہ ہوا اس وجہ سے خبر واحد کہا گیا۔ترتیب کے اعتبار سے خبر کی اولاً دو قسمیں ہیں۔متواتر۔آحاد۔آحاد کی تین قسمیں: مشہور، عزیز، غریب۔

و فیھا ای فی الآحاد المقبول و ھو ما یجب العمل بہ عند الجمھور و فیھا المردود و ھو الذی لم یرجح صدق المخبر بہ لتوقف الاستدلال بھا علی البحث عن احوال رواتھا دون الاول و ھو المتواتر فکلہ مقبول لافادتہ القطع بصدق مخبرہ بخلاف غیرہ من اخبار الآحاد.

ترجمہ:-اور اس میں یعنی آحاد میں مقبول بھی ہے۔یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا جمہور کے

نزدیک واجب ہے۔اور اسی میں مردود ہے۔ یہ وہ ہے جس میں مخبر کا صدق راجح نہ ہو۔اس سے استدلال موقوف ہونے کی بنا رواۃ کے احوال کی چھان بین پر نہ کہ اول میں کہ وہ متواتر ہے۔یہ تمام مقبول ہیں۔ مخبر کے صدق قطعی کا فائدہ دینے کی وجہ سے بخلاف اس کے علاوہ خبر آحاد کہ وہ ایسا نہیں۔

تشریح:- یہاں سے مولف خبر واحد کی دوسری تقسیم قبولیت وعدم قبولیت کے اعتبار سے یا صفات راوی کے اعتبار سے کر رہے ہیں اس سے قبل راویوں کی تعداد کے اعتبار سے کی تھی۔

و ھو ما یجب۔ حافظ نے مقبول کی یہ تعریف کی ہے یہ تعریف نہیں حکم ہے۔ کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اصل تعریف یہ ہے، جس میں راوی کے ضبط و عدالت سے قبولیت کے صفات پائے جائیں۔یا مردود کی جو تعریف ہے اس کے خلاف اس کی تعریف ہوگی یعنی جس میں مخبر بہ کا صدق راجح ہو۔

عند الجمہور۔ جمہور کی قید سے معتزلہ کو نکالا ہے۔انھوں نے خبر واحد پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے۔اسی کے قائل رافضی بھی ہیں۔اس کے وجوب عمل پر حضرات صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔انھوں نے بہت سے مواقع میں اس کے وجوب کو تسلیم کیا ہے۔

لم یرجح۔ بہ کا مرجع خبر ہے۔ یہ شامل ہے اسے بھی جس میں کذب راجح ہو اور اسے بھی جس میں نہ صدق راجح ہو نہ کذب۔

لتوقف۔ یہاں سے لم یرجح کی وجہ بیان کر رہے ہیں چونکہ استدلال موقوف ہوتا ہے رواۃ کے چھان بین پر یعنی خبر واحد میں استدلال موقوف رہتا ہے۔ان کی تفتیش پر۔

خیال رہے کہ متواتر کے تمام انواع مقبول ہوتے ہیں۔چونکہ اس میں یقین قطعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ بخلاف خبر واحد کے بعد مردود بعض مقبول ہوتے ہیں۔

لٰكِنْ اِنَّمَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِالْمَقْبُوْلِ مِنْهَا لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ یُّوْجَدَ فِیْهَا اَصْلُ صِفَةِ الْقُبُوْلِ وَ هُوَ ثُبُوْتُ صِدْقِ النَّاقِلِ اَوْ اَصْلُ صِفَةِ الرَّدِّ وَ هُوَ ثُبُوْتُ كِذْبِ النَّاقِلِ اَوْلَا فَالْاَوَّلُ یَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ صِدْقُ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ صِدْقِ نَاقِلِهٖ فَیُؤْخَذُ بِهٖ. وَالثَّانِیْ یَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ كِذْبُ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ كِذْبِ نَاقِلِهٖ فَیُطْرَحُ. وَالثَّالِثُ اِنْ

وُجِدَتْ قَرِيْنَةٌ تَلْحَقُهُ بِاَحَدِ الْقِسْمَيْنِ اُلْتُحِقَ بِهٖ وَاِلَّا فَيُتَوَقَّفُ فِيْهِ وَ اِذَا تَوَقَّفَ عَنِ الْعَمَلِ بِهٖ صَارَ كَالْمَرْدُوْدِ لَا لِثُبُوْتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَلْ لِكَوْنِهٖ لَمْ يُوْجَدْ فِيْهِ صِفَةٌ تُوْجِبُ الْقُبُوْلَ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ترجمہ:- لیکن مقبول پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے خبر آحاد میں سے یا تو اس وجہ سے کہ اصل صفات قبول جو ناقل کے صدق کا ثبوت ہے۔ یا اصل صفت رد اور وہ ناقل کے کذب کا ثبوت ہے یہ ہوں گے یا نہیں۔ (یعنی نہ صفاتِ رد نہ صفاتِ قبول) پس اول میں خبر کے صدق کا گمان غالب ہوگا ناقل کے صدق کے ثبوت کی وجہ سے پس اسے اخذ کر لیا جائے گا۔ دوسرا کذب خبر کا گمان غالب ہوگا ناقل کے کذب کے ثبوت کی وجہ سے۔ پس اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ تیسرا (جس میں نہ صفات رد ہے نہ صفات قبول) اگر دونوں قسموں میں سے کسی کا مرتبہ لاحق ہو رہا ہے تو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ ورنہ توقف کیا جائے گا اور جب عمل میں توقف ہوگا تو مثل مردود کے ہو جائے گا اس وجہ سے نہیں کہ صفت رد پایا جا رہا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ صفت نہیں پائی گئی جو قبول کو ثابت کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مقبول و مردو کے انقسام کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔ بظاہر عبارت لانہا سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عمل کی دلیل بیان کر رہے ہیں سو ایسی بات نہیں ہے۔

مولف نے اقسام کے بیان میں حصر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ خبرواحد کے اندر یا تو صفات قبولیت پائے جائینگے یا صفات رد یا ان میں سے کوئی نہیں پایا جائیگا۔

اول میں چونکہ ناقل کے صدق سے صدق خبر کا گمان غالب رہتا ہے۔ اس لئے اسے قبول کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں چونکہ ناقل کے کذب سے کذب خبر کا گمان غالب رہتا ہے۔ لہٰذا اسے رد کر دیا جائے گا۔ تیسری شق جس میں نہ صفات قبول ہوں نہ صفات رد۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ اول کی دو قسموں میں سے کسی کے ساتھ شامل ہونے کا قرینہ ہوگا یا نہیں اگر قرینہ ہوگا تو اسی کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اگر قرینہ نہ ہو تو توقف کیا جائے گا اور اسی توقف سے وہ مثل مردود کے ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ مردود کا مثل اس وجہ سے نہ ہوگا کہ صفات رد پائے جا رہے ہیں۔

بلکہ اس وجہ سے کہ صفات قبول نہیں پائے جارہے ہیں۔

منہا۔ اس کا مرجع آحاد ہے۔

یغلب۔ باب تفعیل سے ہے مجرد سے بھی ہو سکتا ہے۔ فاعل کی ضمیر مبتدا الاول کی جانب لوٹ رہی ہے۔

الثالث۔ مراد شق ثالث ہے۔ نہ صفات قبول نہ صفات رد۔

والا۔ یعنی و ان لم یوجد قرینۃ۔

توقف۔ یعنی عمل سے روکا جائے گا۔ لہٰذا عدم عمل سے مشابہ مردود کے ہو جائے گا۔

وَ قدْ يقعُ فيهَا اىْ اخبارِ الآحادِ المنقسِمةِ الىٰ مشهورٍ و عزيزٍ و غريبٍ مَا يفيدُ العِلمَ النظريَّ بالقرائنِ عَلى المختار خِلافاً لِمن اَبىٰ ذٰلكَ وَالخلافُ فِى التحقيقِ لفظىٌّ لانَّ مَنْ جوّزَ اِطلاق العِلمِ قيَّدهُ بكونهِ نظرِياً و هو الحاصِلُ عَنِ الاستِدلاَلِ وَ مَن اَبىٰ الاطلاق خصَّ لفظ العلمِ بالمتواتِرِ و ما عَداهُ عنده ظنىٌّ لكنَّهُ لا ينفىْ ان ما احتُفَّ بالقرائنِ ارجَحُ ممَّا خَلاَ عنهَا.

اور کبھی واقع ہوتا ہے (یعنی حاصل ہوتا ہے) اس میں یعنی اخبار آحاد میں جس کی تقسیم مشہور عزیز، غریب کی طرف ہوتی ہے۔ جو قرائن کے ذریعہ سے علم نظری کا فائدہ دیتا ہے۔ مختار قول پر۔ برخلاف اس نے جس نے اس کا انکار کیا۔ درحقیقت یہ اختلاف لفظی ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے علم کا اطلاق اس پر جائز قرار دیا وہ اسے نظری کی قید سے مقید کرتے ہیں جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جس نے اطلاق کا انکار کیا ہے وہ لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ظنی ہیں۔ مگر اس کی نفی نہیں کرتے کہ جو قرائن کو شامل و حاوی ہوں گے وہ ان سے ارجح ہونگے جو ان سے خالی ہونگے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خبر واحد کبھی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے گو اس میں بعضوں کو اختلاف ہے مگر قرائن کی وجہ سے یہی مختار ہے۔

المختار۔ اس سے اشارہ ہے کہ منکرین کا قول غیر مختار ہے۔

والخلاف۔ اختلاف کی نوعیت کو ذکر کر رہے ہیں کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ اعتباری اور مجازی ہے۔ اختلاف کی بنیاد علم کا مصداق ہے۔ جو حضرات اس کا اطلاق نظری پر بھی

درست قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک بعض وہ اخبار جو قرائن کو شامل ہوتے ہیں یقینی ہو جاتے ہیں بمقابلہ اس کے جو متواتر کے ساتھ خاص مانتے ہیں جو بدیہی ہوتا ہے۔ وہ اس اطلاق کو درست قرار نہیں دیتے۔

جو حضرات اسے مفید علم مانتے ہیں وہ نظری کی تاویل کرتے ہیں اور جو حضرات مفید علم متواتر مانتے ہیں وہ بدون القرائن مراد لیتے ہیں۔ لہٰذا حقیقتاً کوئی تعارض نہیں۔

الحاصل۔ علم نظری کی تعریف ہے۔

و ما عداہ۔ یعنی متواتر کے علاوہ سب ظنی ہے۔

لکنہ۔ یعنی قرائن صدق کی صورت میں وہ راجح کا انکار نہیں کرتے گو اس میں درجات ہیں۔ قرائن کے اعتبار سے بعض بعض پر فائق ہیں۔

انتباہ۔ ایک اعتبار سے یہ اختلاف حقیقی ہے۔ ایک جماعت خبر واحد کو مفید یقین مانتی ہے۔ دوسری جماعت ظنی تسلیم کرتی ہے۔

وَالخبرُ المحتَفُ بالقرائنِ انواعٌ منها ما اخرجَه الشیخانِ فِی صحِیحَیْهِمَا مِمَّا لم یبلغ حدَ التواترِ فانهُ احْتُفَّ بهٖ قرائنٌ مِنهَا جلالتهما فِی هذاالشانِ و تقدُّمُهما فی تمییزِ الصحیحِ عَلیٰ غیرِ هِمَا و تلقیُ العلماءُ لکتابیهِما بالقبولِ و هذا التلقِیُ وحدَہ اَقویٰ فِی اِفادةِ العِلمِ مِن مجردِ کثرةِ الطرقِ القاصرَةِ عَنْ التواترِ الا انّ هذا یختصُّ بمالم یَنتقدْہ احدٌ من الحفّاظِ مما فی الکتابَیْنِ.

ترجمہ:۔ وہ خبر جو قرائن کو شامل ہوں اس کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج شیخین نے صحیحین میں کی ہو۔ اور وہ تواتر کو نہ پہنچی ہوں۔ اس کے ساتھ متعدد قرائن شامل ہوں۔ مثلاً ان دونوں کا جلالت شان پر مشتمل ہونا۔ اور صحیح کو غیر صحیح میں ممتاز کرنے پر سبقت لے جانا۔ اہل علم کے نزدیک ان دونوں کا تلقی بالقبول ہونا۔ اور تنہا یہ تلقی علم (یقینی) کے فائدہ دینے میں اقوی ہے۔ محض اس کثرت طرق کے مقابلہ میں جو تواتر سے خالی ہو۔ ہاں مگر یہ خصوصیت اس صورت میں ہے جب کہ حفاظ (حدیث) میں سے کسی نے اس پر نقد نہ کیا ہو۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے خبر واحد کی ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں جو قرائن کی

وجہ سے قوی اور مفید علم یقینی کو ہو جائے۔اس کی ایک قسم وہ ہے جس کی شیخین نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہو۔اس شرط کے ساتھ کہ اس پر کسی نے جرح نہ کیا ہو اور تعارض و تخالف سے خالی ہو۔

المحتف۔ احتف بمعنی گھیرنا۔احاطہ کرنا۔

القرائن۔جمع قرینہ کی مراد وہ امور جو خارج سے قوت پہونچاتے ہیں۔

منہا۔مرجع قرائن ہے۔

جلالتہما۔یعنی فن حدیث میں بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہونا اور امتیاز صحیح میں دوسروں پر فائق ہونا۔خیال رہے کہ ان حضرات سے قبل بھی صحاح مرتب ہوئے مگر اس حیثیت کی جو کمال صحت پر فائز ہو مرتب نہ ہو سکی تھی۔

تلقی۔لغت میں لینا۔ جسے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مرتبۂ قبولیت سے نوازا۔یہ تلقی بھی قرینۂ مقویہ ہے۔

و ھذا التلقی۔ تلقی کے درجہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ یہ لذاتہ خود تنہا قوت پہونچانے والا ہے کثرت طرق کے مقابلہ میں۔

الا۔استثناء ہے۔ تلقی قرینہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تک کہ کسی اصحاب فن کی جرح نہ ہو۔اس سے اشارہ ہے کہ صحیحین کی بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جس پر جرح اور نقد واقع ہے۔بخاری و مسلم کی وہ روایتیں جن پر بعض اہل علم نے نقد و جرح واقع کیا ہے۔

بخاری شریف میں ۱۱۰اور مسلم شریف میں ۱۳۲۔ تنہا بخاری شریف کی ۷۸روایتوں پر اور مسلم کی ۱۰۰روایتوں پر اور ۳۲دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔حافظ ابن حجر نے مقدمہ ہدی الساری میں ان پر جرح و نقد کے جواب دئے ہیں۔ صرف ۴روایتوں پر انھوں نے جرح و نقد کو تسلیم کیا ہے۔

و بما لم یقع التخالفُ بین مدلولَیْه مما وَقعَ فِی الکتابینِ حیثُ لا ترجیحَ لاستحَالَةِ ان یفیدَ المتناقضانِ العلمَ بصِدقِهما مِن غیرِ ترجیحٍ لاحدِهما عَلی الآخرِ و مَا عدا ذٰلِكَ فالاجماعُ حاصلٌ علی تسلیمِ صحتِہٖ فاِنْ قِیلَ اِنَّما اتفقُوا عَلٰی وجوبِ العملِ بہٖ لا عَلیٰ صحتِہٖ مَنعناہُ و سندُ المنعِ انہُم متفقُونَ علی

وجوبِ العَمَلِ بکُلِّ مَا صحَّ و لو لم یُخرجهُ الشیخان فلم یبقَ للصّحیحینِ فی هٰذا مزیّۃٌ والاجماعُ حَاصِلٌ عَلیٰ اَنّ لھما مزیّۃً فِیما یرجعُ اِلیٰ نفسِ الصّحۃِ .

اور یہ کہ نہ واقع ہو تعارض اس کے مدلول کے درمیان۔ جو دونوں کتاب میں ہے کہ ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ محال ہے کہ دو متناقض یقین علم کا (صدق) کا فائدہ بلا ایک کو دوسرے پر ترجیح دیئے۔ اور جو اس کے علاوہ ہے اس کی تسلیم صحت پر اجماع حاصل ہے۔ پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انھوں نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اس کی صحت پر اتفاق نہیں کیا۔ تو ہم اسے تسلیم نہ کریں گے اور اس منع کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے تو اتفاق کیا ہے وجوب عمل پر اس حدیث کے بارے میں جو صحیح ہو۔ اگرچہ اس کی تخریج شیخین نے نہ کی ہو۔ بس صحیحین کیلئے یہ خصوصیت باقی نہ رہی اور اس امر پر اجماع و اتفاق حاصل ہے کہ ان دونوں کو اس خصوصیت کا درجہ حاصل ہے جس کا تعلق نفس صحت کے ساتھ ہے۔

تشریح:- یہاں سے مولف مفیدِ علم ہونے کے دوسرے قرینہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ مدلول و معنی میں ایسا کوئی تعارض نہ ہو کہ ایک دوسرے کو راجح کیا جاسکے۔ چونکہ متناقضین سے صدق کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

حیث۔ ترجیح کی یہ شکل ہوگی کہ ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ قرار دیا جاسکے۔

و ما عدا۔ یعنی نقد و تعارض کے علاوہ۔

فان قیل ۔ خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ علماء نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اور یہ مستلزم صحت نہیں۔ اس لئے عمل تو اس پر بھی کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ صحیح پر۔ لہٰذا اس سے صحت پر اتفاق کرنا ثابت نہ ہوگا۔

منعناہ ۔ یعنی د فعناہ۔ دفاع کرنا اور اعتراض تسلیم نہ کرنا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ صحیحین کو مزید فضیلت حاصل ہے اس اعتبار سے اس کے صحیح و حسن دوسرے کے صحیح و حسن کے مقابلہ میں اعلی الصحیح و اعلی الحسن ہوں گے۔ لہٰذا اتفاق صحت پائی گئی۔

و ممن صرّحَ بافادۃِ ماخرّجہُ الشیخانِ العلمَ النظریَّ الاستاذُ ابو اسحٰقَ الاسفراایینی و مِن ائمۃِ الحدیثِ. ابُو عبدِ اللّٰہِ الحمیدیُّ و ابُو الفضلِ بنُ

طاهرِ و غیرهُما و یحتمل ان یقال المزیةُ المذکورَةُ کونُ احادِ یثهما اصحَّ الحدیث و منها المشهور اذا کانت لهُ طرق مباینة سالمةُ من ضعفِ الرّواة والعلل و مِمَن صَرّح بافادَةِ العلمَ النظریَّ الاستاذُ ابوُ منصورِ البغدادیُّ والاستاذُ اَبوبکرِ بنُ فُورَك وغیرُهما۔

ترجمہ:- اور جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ احادیث کے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ اس سے علم نظری کا حصول ہوگا۔ (جو مستلزم صحت ہے) استاذ ابواسحاق اسفرائینی اور ائمہ حدیث میں ابو عبداللہ حمیدی اور ابوالفضل طاہر مقدسی وغیرہ ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فضیلت مذکورہ سے مراد ان دونوں کی احادیث کا اصح الاحادیث ہونا مراد ہو۔ اور اسی میں سے مشہور بھی ہے۔ جب کہ اس کے طرق متعدد و متغایر ہوں اور ضعف رواۃ و علل سے محفوظ ہو۔ اور جس نے (مشہور سے) علم نظری کے حصول کی تصریح کی ہے۔ اس میں استاذ ابو منصور اور استاذ ابن فورک وغیرہ ہیں۔

تشریح:- جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ حدیث پر علم نظری کا اطلاق کیا اس کی نشاندہی اور اسی طرح جنہوں نے مشہور سے بھی نظری کا حصول مانا ہے اس کی تصریح اس مقام سے کررہے ہیں۔

و یحتمل۔ اس مقام سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے، جب صحیحین کی حدیثیں زیادہ باعث فضیلت ہوں گی تو کیا یہ قطعی ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ قطعی نہ ہونگے بلکہ اصح الصحیح ہونگی۔

عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے اس کو ممن صرّح سے قبل ہونا چاہئے۔

منها ۔اس سے مراد وہ اخبار ہیں جو قرائن کو شامل ہوں۔

مشهور ۔ مراد اصطلاح حدیث کا مشہور ہے۔

بافادته العلم النظری۔ ایک جماعت نے مشہور سے بھی علم نظری کا حصول تسلیم کیا ہے۔ ان حضرات کی نشاندہی ہے۔

وَ مِنها المسَلسَلُ بالائمةِ الحُفّاظِ المتقِنینَ حَیثُ لاَ یکونُ غریباً کالحدیثِ الذِی یَروِیهِ احمدُ بنُ حَنبلِ مثلاً و یُشارِکُهُ فیهِ غیرُه عَنِ الشافعیّ و یُشارِکُهُ

فِيه غيرُه عَن مالكِ بنِ انسٍ فانهُ يُفيدُ العلم عِندَ سامِعهِ بالاِستِدلاَلِ مِن جهةِ جَلاَلةِ رُوَاتِهِ و اِنَّ فيهم مِنَ الصّفاتِ اللائقةِ الموجبةِ للقبول ما يقومُ مُقامَ العدِدالكثيرِ من غيرِهم .

ترجمہ: -اور اسی (مفید علم نظری) میں وہ حدیث بھی ہے جس کی روایت متقن ائمہ حفاظ حدیث نے کی ہو بشرطیکہ وہ غریب نہ ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کی روایت امام احمد بن حنبل نے کی پھر اس کے غیر نے امام شافعی سے روایت کرنے میں شرکت کرلی۔ پھر ان کے غیر نے امام مالک سے روایت کرنے میں شرکت کرلی۔ تو یہ سامع کو علم نظری کا فائدہ استدلالاً دے گا راوی کی جلالت شان کی وجہ سے۔ اور یہ کہ اس میں ایسے لائق موجب قبول صفات ہیں جو ان کے غیر میں عدد کثیر کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

تشریح: - مقصد مولف یہ ہے کہ مسلسل بالائمہ کی حدیث بھی علم نظری کا فائدہ دے گی۔

المسلسل بالائمه۔ ایک امام دوسرے امام سے روایت کے طریق میں شریک ہو جائے۔

لا یکون غریباً ۔ غرابت اور تفرد نہ ہو بلکہ عزیز ہو۔

یشارکه فیه غیره۔ ضمیر منصوب کا مرجع احمد بن حنبل ہے فیہ کا مرجع الحدیث غیرہ کا مرجع امام احمد ہیں یعنی اس حدیث میں امام احمد کے علاوہ امام شافعی سے نقل میں دوسرا شخص شریک ہو جائے۔ اسی طرح امام شافعی کی روایت جو امام مالک سے ہے اس میں امام شافعی کے ساتھ دوسرا بھی شریک روایت ہو جائے۔ تو ایسی حدیث نظری کا فائدہ دے گی۔ چونکہ انکی جلالت شان کی وجہ سے قبولیت کے تمام اوصاف علی وجہ الکمال ہوں گے۔

مایقُوْمُ۔ ان اوصاف کے پائے جانے کی وجہ سے یہ روایت ایک جم غفیر کی روایت کے درجہ میں ہو جائے گی۔

وَلاَ یتشککُ مَن لهُ اَدنٰی ممَارسَةٍ بالعلمِ و اخبارِ الناسِ انّ مَالِکاً مثلاً لو شَافهه بخبرٍ لَعَلَم انه صَادقٌ فِیه فاذا انضاف الیه ایضاً مَن هُوَ فِی تِلكَ الدرجةِ ازدَادَ قوةً و بَعُدَ عَمّا یخشی عَلیهِ من السّهوِ وَهٰذهِ الانواعُ التی ذکرناهَا لا یحصلُ العلمُ بصدقِ الخبرِ منها الاّ لِلعَالِمِ بالحدیثِ المتبحّرِ فِیه العارفِ باحوالِ الرّواةِ

المطلع عَلى العِلَلِ و كونُ غيرِہ لا يحصلُ لهُ العلمُ بصدقِ ذٰلكَ لقصورِہٖ عنِ الاوصَافِ المذكورةِ لاَ ينفيْ حصولَ العلم للمتبحّرِ المذكور.

ترجمہ:۔اس میں شک نہیں کہ جس کوادنیٰ مہارت علم حدیث واخبار پر ہوگی تو وہ جان لے گا کہ وہ اس خبر میں صادق ہے۔ مثلاً امام مالک مشافہۃً کسی خبر کو روایت کریں پھر جب اسی درجہ کا راوی مل جائے تو قوت میں زیادتی ہو جائے گی اور یہ سہو۔ وغیرہ (سوء حفظ سے مثلاً) محفوظ ہو جائے گا۔ اور یہ قسم جو میں نے ذکر کیا ہے اس میں صدق خبر کا علم حاصل نہ ہوگا مگر اس شخص کو جو تبحر فی علم الحدیث ہوگا۔ اور رواۃ کے اور علل احادیث سے واقف ہو۔ اور اس کے غیر کو (جو تبحر فی علوم الحدیث نہ ہو) اس خبر کو صدق کا یقین حاصل نہ ہوگا۔ اوصاف مذکورہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایک اوثق درجہ کے راوی کی روایت اسی درجہ کے راوی کے موافق ہو جائے گی تو اس سے بھی قوت قبولیت پیدا ہوگی۔

ممارسته العلم۔ یعنی علم حدیث میں مہارت اور واقفیت تامہ ہو۔

اخبار الناس۔ یعنی محدثین اور ارباب تاریخ و تاریخی واقعات

شافهه۔ شافہہ بمعنی واجہہ کے یعنی سامنے، مراد رویت بلاواسطہ۔

انضاف۔ بمعنی اِنضَمَّ

ازداد۔ اس کا فاعل خبر اور مخبر دونوں ہو سکتا ہے۔ دونوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

هذه الانواع۔ مراد اس سے وہ ہے جو محف بالقرائن ہو۔ منها۔ ای بسببها۔

العالم بالحديث۔ یعنی جو اصول حدیث و فروع سے واقف ہو۔

احوال الرواة۔ احوال رواۃ سے مراد عدالت، ضبط، قوت، حفظ وغیرہ ہے۔

علل۔ مراد علت قادحہ خواہ خفیہ ہو یا جلیہ۔

مطلب یہ ہے کہ انواع ثلثہ جو ما قبل میں ذکر کئے گئے اس سے ہر شخص کو علم یقینی کا فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ اسے ہوگا جو اصول حدیث میں مہارت واقفیت تامہ رکھتا ہو۔

کون غیرہ۔ تبحر کے علاوہ ہونا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر ماہر و تبحر فی علم الحدیث کو صدق خبر کا علم

حاصل نہ ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تبحر کو بھی علم صدق حاصل نہ ہو۔
چونکہ اس کے علم حاصل نہ ہونے کی وجہ اوصاف مذکورہ کی معرفت کا نہ ہونا ہے اور ماہر و متبحر اوصاف معرفت سے واقف ہے۔

و محصّلُ الانواعِ الثلثةِ التی ذکرناها اَنّ الاوّلَ یختصُّ بالصَحِیحَینِ وَالثانی بمَا لهُ طرقٌ متعددةٌ. والثالِثُ بمَا رَواهُ الائمةُ و یمکنُ اجتماعُ الثلثةِ فِی حدیثٍ واحدٍ فلا یَبعدُ القطعُ بصدقِهِ واللّٰهُ اعلم.

ترجمہ: -اوران انواع ثلثہ کا خلاصہ جن کو میں نے ذکر کیا ہے۔اول وہ ہے جو صحیحین کے ساتھ خاص ہے۔دوم وہ ہے جس کے طرق متعدد ہوں۔سوم وہ ہے جس کی روایت کرنے والے ائمہ ہوں اور یہ ممکن ہے کہ یہ تینوں اوصاف کسی ایک حدیث میں جمع ہو جائیں۔تو کوئی بعید نہیں کہ وہ صدق قطعی کا فائدہ دے گا۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف تحف بالقرائن کے اقسام ثلثہ کی توضیح اور تشریح کر رہے ہیں اور ان کے مجموعہ سے ایک چوتھی شکل بنے گی اس کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

لغت: - **محصل۔** مصدر۔ بمعنیٰ حاصل کلام۔ خلاصہ۔

التی ذکرنا۔ مراد تحف بالقرائن کی صورتیں ہیں۔ جن میں جانب صدق کے قرائن۔ اوران کی علامتیں پائی جائیں۔

طرق متعدده۔ وہ روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہوں۔

ائمه۔ ائمہ سے مراد جو فن حدیث میں امامت اور جلالت شان کے مالک ہوں۔ ان حضرات کے واسطوں سے یہ روایت آئی ہو۔یعنی ہر ایک راوی فن کا امام ہو۔

یمکن۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ صحاح کی کوئی حدیث ہو جسے فن کے امام حضرات کے بعد دیگرے نے روایت کی ہو۔

القطع۔ صدق کے قطعی اور یقینی ہونے کا فائدہ۔اصل عبارت الصدق القطع تھا۔

ثم الغرابَةُ اِمّا اَن تکونَ فِی اصلِ السندِ اَی فِی الموضعِ الذِی یدورُ الاسنادُ علیهِ و یَرجعُ و لوتعدّدتْ الطّرُقُ اِلیهِ وَ هو طرفُهُ الذِی فیه الصّحابِیُ اَولاَ یکون کذٰلِكَ باَن یکونَ التفردُ فِی اَثنَائِهِ کَان یَرویه عنِ الصّحابِی اِکثرُ مِن

وَاحِدٍ ثُمَّ يتفردُ بروَايته عَن واحد مِنهُم شخصٌ واحدٌ .

ترجمہ:- پھر یا تو غرابت اصل سند میں ہوگی۔ یعنی اس مقام میں جہاں سند دائر ہوتی ہے اور لوٹتی ہے۔ اگرچہ اس کے طرق متعدد ہو جائیں۔ یہ وہ طرف (کنارہ ہوتا ہے جس میں صحابی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا ہو) یا ایسا نہ ہو۔ بلکہ تفرد سند کے درمیان میں ہو۔ اس طرح کہ صحابی سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد ہوں پھر اس سے روایت میں انفراد ہو جائے کہ ایک شخص ایک شخص سے روایت کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف، غرابت کی قسمیں۔ فرد مطلق، فرد نسبی کی تعریف و تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اس کا ربط ما قبل میں بیان کردہ عزیز سے ہے۔ حدیث یا تو متواتر ہو گی یا مشہور یا عزیز یا غریب ہو گی۔ اور پھر غریب کی یہ صورتیں ہوں گی۔

اصل السند۔ سند کی جڑ۔ بمعنی سند کی ابتداء۔ جہاں سے سند شروع ہوئی ہے۔ یعنی صحابہ یا تابعین۔ چونکہ سند کی ابتداء اسی جگہ سے ہوتی ہے۔

علیه۔ ہا ضمیر کا مرجع موضع ہے۔

الطرق۔ یعنی اسانید. اليه. ذلك الموضع. و هو طرفه الذى فيه الصحابى.
غرابت اس طور پر کہ تابعی واحد صحابی سے روایت کرے۔ اس عبارت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ صحابی کی روایت میں تفرد ہو۔ اس لئے کہ صحابی کے تفرد سے روایت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ چونکہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ ابن صلاح نے کہا ہے وحدةِ الصحابى لا تدل على الغرابة. اگرچہ بعض حضرات کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وحدت خواہ کسی بھی جگہ ہو غرابت پیدا ہو جائے گی۔ اس مقام کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کے تفرد سے غرابت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے طرفہ سے مراد تابعی جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے۔ فقوله طرفه اراد به التابعى اولا يكون كذلك۔ یعنی اصل سند میں تفرد نہ ہو بلکہ تفرد تابعی کے بعد ہو۔ اس طرح کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تو متعدد ہوں اسکے بعد راوی منفرد ہو گئے ہوں۔

خلاصہ۔ صحابی سے ایک تابعی روایت کرے تو فرد مطلق۔ خواہ یہ تفرد آخر تک باقی رہے یا نہیں۔ اگر صحابی سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہیں پھر بعد میں کہیں راوی

ایک ہو جائے تو اسے فرد نسبی کہا جائے گا۔
نسبی کی وجہ۔ چونکہ غرابت درمیان میں کسی طبقے کی نسبت سے ہوتی ہے اس لئے نسبی کہا جاتا ہے۔ عن واحد منہم۔ ای من التابعین۔

۔ الاوّلُ الفردُ المطلق کحَدیثِ النهی عَن بیع الوَلاَءِ و عَن هبتہ تفرّدَ بہ عَبد اللّٰہ بنُ دِینارٍ عَن ابنِ عمرؓ. وَ قَد یتفردُ بہ راوٍ عَن ذٰلِكَ التفرد کحَدیثِ شُعَبِ الایمانِ تفردَ بہ ابُوصالحٍ عَن ابی هُریرةَ و تَفردَ بہ عَبدُ اللّٰہِ بنُ دینارٍ عَن اَبی صالحٍ. وَ قَد یَستَمِرُّ التفردُ فِی جمیعِ رُواتِہ اَو اکثرِهم وَ فی مُسند البزارِ والمعجمِ الاوسطِ لِلطبرانی امثله کثیرةٌ لذٰلك

ترجمہ:۔ اول فرد مطلق ہے جیسے نہی عن الولاء وہبۃ کی حدیث اس میں عبداللہ بن دینار ابن عمر سے روایت میں منفرد ہیں۔ کبھی راوی منفرد کی روایت بھی منفرد سے ہوتی ہے۔ جیسے شعب ایمان کی روایت کہ اس میں ابو صالح حضرت ابو ہریرہ سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور ابو صالح سے روایت میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔ اور کبھی تفرد کا سلسلہ پوری روایت میں مسلسل رہتا ہے۔ مسند بزار۔ طبرانی کی معجم اوسط وغیرہ میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے فرد مطلق کی مثال پیش کر کے اس کی توضیح کر رہے ہیں۔
الاول: یعنی جس میں غرابت اصل سند میں ہو۔
مطلق: اطلاق سے مراد۔ تفرد کا سلسلہ تمام رواۃ میں ہوتا ہو یا بعض میں
ولاء: مراد ولاء عتق ہے۔
شعب الایمان: مراد یہ حدیث ہے۔ الایمان بضعٌ و سبعون شعبةً

والثانی الفَرْدُ النِسبیُّ سُمِّیَ نسبیاً لِکونِ التفردِ فیہِ حَصَلَ بالنسبةِ التِی شخصٌ معینٌ و اِن کانَ الحدیثُ فِی نفسہ مشهوراً وَ یَقِلُّ اطلاقُ الفرْدِیَّةِ علیہ لان الغریبَ والفردَ مترادفانِ لغةً واصطلاحًا اِلاَّ انَّ اهلَ الاصطلاحِ غایَرُوْا بَینهما مِن حیثُ کثرةِ الاستِعمَالِ و قِلَّتہ.

ترجمہ:۔ دوسرا فرد نسبی ہے۔ نسبی اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ اس میں تفرد شخص معین

کی نسبت کی کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر چہ حدیث فی نفسہ مشہور ہو۔ اور اس پر فرد کا اطلاق کم ہوتا ہے چونکہ غریب اور فرد لغت و اصطلاح کے اعتبار سے مترادف ہے۔ ہاں مگر یہ کہ اہل اصطلاح نے کثرت اور قلت استعمال کے اعتبار سے مغایرت قائم کی ہے۔

النسبی۔ نون کے کسرہ اور سین کے سکون کے ساتھ۔

فیہ۔ ای فی السند۔

یقل۔ کم ہونا۔ یعنی فرد کا اطلاق اکثر فرد پر ہوتا ہے۔ نسبی پر بہت کم ہوتا ہے بلکہ اسکا زیادہ تر غریب پر ہوتا ہے۔

علیہ۔ یعنی الفرد النسبی۔

اھل اصطلاح۔ ارباب اصطلاح نے یہ فرق استعمال کے اعتبار سے رکھا ہے ورنہ تو یہ مترادف ہیں۔ خیال رہے کہ بعضوں نے لغۃً ترادف پر اعتراض کیا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ لغۃً ترادف نہیں ہے۔ چونکہ غریب غرابت وطن کی دوری کو کہا جاتا ہے اور فرد انفراد و عدت تنہائی کو کہا جاتا ہے۔

فَالفردُ اکثرُ ما یُطلِقُونَہٗ عَلی الفردِ المطلقِ وَالغریبُ اکثرَ ما یُطلقونَہٗ علی الفردِ النِسبیِ وَ ھٰذا مِن حیثُ اِطلاقِ الاسْمِ علیھما وَامّا مِن حیثُ استِعمَالِھم الفعلَ المشتقَّ فلا یفرقونَ فیقولونَ فِی المطلقِ والنسبِی تفردَ فلانٌ او اَغربَ بہٖ فلانٌ

ترجمہ:۔ پس فرد کا استعمال اکثر فرد مطلق پر ہوتا ہے۔ اور غریب کا اطلاق اکثر فرد نسبی پر ہوتا ہے اور یہ (فرق مذکور) اطلاق اسم کے اعتبار سے ہے۔ بہر حال اسکا استعمال فعل مشتق کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ظاہر کرتا۔ پس تفرد بہ فلان اور اغرب بہ فلان دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

تشریح:۔ فرد اور غریب کے درمیان استعمالاً جو فرق ہے اس کی تشریح کر رہے ہیں کہ تفرد کا استعمال اکثر مطلق میں اور غریب کا استعمال اکثر فرد نسبی میں ہوتا ہے۔ اور یہ فعل اسم کے اعتبار سے ہے لیکن جب فعل کا استعمال ہوگا تو ہر ایک کا ہر ایک کے لئے استعمال ہوگا یعنی تفرد اور اغرب۔ استعمال سے مراد محدثین کا استعمال ہے۔

و قریبٌ مِن ھٰذا اختلافھم فِی المنقطع والمرسَلِ ھَل ھُما متغایرانِ اَوْلاَ فاکثرُ

المحدثینَ عَلی التَغایُرِ لکنهٗ عِندَ اِطْلاقِ الاسْمِ و امّا عِندَ استعمالِ الفعلِ المشتقِ فیستعمِلونَ الارسالَ فقطُ فیقولونَ ارسَلَهٗ فلانٌ سَواءً کان ذٰلکَ مُرسَلاً او منقطعاً و مِن ثَمَّ اطلقَ غیرُ وَاحدٍ مِمن لاَ یُلاحِظُ مواقِعَ استعمالِهم عَلی کثیرٍ مِن المحَدِثِینَ انهُمْ لاَ یُغایُرونَ بینَ المرسَلِ وَالمنقطع و لیسَ کَذٰلِكَ لِمَا حَرزْناهُ و قَلَّ مَن نَبَّهَ عَلی النکتۃِ فِی ذٰلكَ. واللّٰهُ اعْلَم.

ترجمہ:۔اوراسی کے قریب وہ اختلاف بھی ہے جو مرسل اور منقطع کے متعلق ہے کہ وہ باہم متغائر ہیں یا نہیں۔ اکثر محدثین تغایر کے قائل ہیں لیکن یہ اسمی اطلاق کے وقت ہے۔ لیکن فعل مشتق کے استعمال کے وقت صرف ارسال استعمال کرتے ہیں۔ پس ارسلہ فلان کہتے ہیں۔ چاہے مرسل ہو یا منقطع۔ جنھوں نے مواقع استعمال کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر نے بہت سے محدثین کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ مرسل اور منقطع کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں (کہ وہ مغایرت کے قائل نہیں) اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے لکھا ہے اور اس باریک نکتہ پر بہت کم لوگ مطلع ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ مولف علیہ رحمہ کا مقصد اس عبارت بالا سے یہ ہے کہ جس طرح تفرد اور اغرب کا فعل مطلق اور نسبی کے درمیان عام ہے اسی طرح ارسل فلان کا استعمال بھی مرسل اور منقطع دونوں کے درمیان عام ہے۔ لیکن اسمی اطلاق آیا مترادف ہے یا متغائر اس میں اختلاف ہے۔ بیشتر محدثین تغائر کے قائل ہیں بعض لوگوں نے اسمی استعمال کو بھی عام قرار دے دیا ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اسی پر تنبیہ مقصود ہے۔

من هذا۔ ای من هذا لاختلاف۔

المنقطع۔ جس میں صحابی کے علاوہ کوئی ایک راوی سند سے ساقط ہو۔

المرسل۔ جس میں کوئی صحابی سند سے ساقط ہو۔

لکنه۔ یعنی لیکن یہ تغایر۔

کان ذلک۔ یعنی ذلک الحدیث۔

من ثمه۔ یعنی اس وجہ سے کہ فعل ارسال میں عموم اطلاق ہے۔

لم یلاحظ۔ یعنی جنھوں نے محدثین کی اصطلاح کو ملاحظہ نہیں کیا اور غائر نظر سے نہیں دیکھا انھوں نے یہ سمجھا کہ منقطع اور مرسل کے درمیان محدثین کے یہاں فرق نہیں جو غلط ہے۔
کثیر من المحدثین۔ یعنی ان محدثین کے بارے میں جو تغایر کے قائل تھے۔
ولیس کذلک۔ یعنی یہ اطلاق عموم کا گمان درست نہیں۔
قل من نبّہ۔ یعنی میری یہ تشریح کس استعمال سے مشترک ہے اور کس اعتبار سے مشترک نہیں ہے۔ اس پر کم ہی لوگوں نے توجہ دی ہے اسی وجہ سے غلطی ہوئی۔

وَ خبرُ الآحادِ بنقلِ عدلٍ تامِ الضبطِ متصلِ السَندِ غیرِ مُعللٍ وَلا شاذٍ ھُو الصَّحیحُ لِذَاتِہٖ وَ ھٰذا اوّلُ تقسیمِ المقبولِ الیٰ اربعۃِ انواعٍ لاَنّہ امّا اَنْ یشتَملَ مِن صِفاتِ القبولِ عَلی اَعلاھَا اَوّلاَ الاَوّلُ الصَّحیحُ لذاتِہٖ وَالثانِی اِن وُجدَ مَا یجبرُ ذٰلک القصورَ ککثرۃِ الطرقِ فھو الصحیحُ ایضا لکنْ لاَ لذاتِہٖ وَ حیثُ لاجبران فھو الحسنُ لذاتِہٖ و اِن قامَتْ قرینۃٌ تُرجّحَ جانبُ قبولِ ما یتوقفُ فیہِ فھُو الحسنُ ایضاً لکنْ لاَ لِذاتِہٖ

ترجمہ:- خبر واحد جس کے نقل کرنے والے عادل کامل الضبط کے ساتھ ہو۔ معلل اور شاذ نہ ہو۔ صحیح لذاتہ ہے۔ یہ پہلی تقسیم ہے جو مقبول کی چار نوعوں کی طرف ہے۔ اس لئے کہ یا مشتمل ہوگی صفات قبول کے اعلیٰ مراتب پر یا نہیں۔ اول صحیح لذاتہ ہے۔ اور دوسرا اگر اس میں نقصان کی تلافی کثرت طرق کے ذریعہ سے کی گئی ہو تو وہ صحیح ہے لیکن لذاتہ نہیں ہے۔ اور جہاں اس کی تلافی نہ کی گئی ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے اور اگر کوئی ایسا قرینہ ہو جائے جو جانب قبول کو جس میں توقف ہو ترجیح دے تو وہ حسن ہے مگر لذاتہ نہیں۔
مقصد۔ اس مقام سے مولف خبر واحد کی تقسیم کرتے ہوئے اس کی چار قسموں کا ذکر کر رہے ہیں اس تقسیم کا مقسم خبر واحد مقبول ہے۔ اسے جید قوی صالح معروف وغیرہ ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

لغت:- خبر واحد۔ مراد اس سے تواتر کے علاوہ ہے۔

بنقل عدل۔ ای عادل۔ مراد ثقہ کی روایت ہے اور عدل سے مراد عدلِ روایت ہے نہ کہ عدل شہادت۔

تام الضبط۔ یعنی کامل الضبط۔

متصل السند۔ متصل منصوب ہے حال کی بنا پر۔ ذوالحال خبر الآحاد ہے۔ اس کی قید سے مرسل، منقطع، معضل خارج ہو جائیں گے۔ اور بعضوں کے نزدیک معلق بھی۔

غیر معلل۔ یہ حال ثانی ہے۔ خواہ علت جلی ہو یا خفی۔

ولا شاذ۔ مجرور ہے معلل پر عطف ہے۔

لذاته۔ اسکی قید سے صحیح لغیرہ نکل جائے گا۔

هذا اول۔ یعنی صحیح لذاتہ مقبول کی پہلی تقسیم ہے۔ مقبول کی دوسری تقسیم آگے ثم المقبول سے آرہی ہے۔

الی اربعة اقسام۔ یہاں سے اقسام اربعہ کی دلیل حصر مع مختصر تعریف کے ہے۔

لانه۔ یہاں سے دلیل حصر بیان کر رہے ہیں۔

صفات القبول۔ مراد عدل اور ضبط ہے۔

اعلاها۔ یعنی اعلیٰ مراتب صفات۔

ان وجد۔ مجہول کا صیغہ۔

لا جبران۔ یہ فعلان کے وزن پر مصدر ہے۔ لازمی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ترجح۔ فاعل قرینہ ہے۔

یتوقف۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ یعنی محدثین نے اسناد کے اعتبار سے قبول کرنے میں توقف کیا ہو۔ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو گو ضعیف ہوتا ہے مگر کثرت طرق کی وجہ سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

لالذاته۔ چونکہ حسن خارج کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

خلاصہ۔ اقسام اربعہ کی تعریف صحیح لذاتہ:- وہ حدیث ہے جس کے رواۃ عادل کامل الضبط ہوں سند متصل ہو۔ معلل اور شاذ نہ ہو۔

صحیح۔ لغیرہ۔ جس کے رواۃ میں ضبط کی کمی ہو اور نقصان کی تلافی کثرت طرق سے پوری ہو جائے۔

حسن لذاته۔ جس کے راوی تام الضبط نہ ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ۔ وہ روایت ہے جس میں ایسا نقص ہو جو توقف کو مقتضی ہو اور طرق کے تعدد کی وجہ سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔ یعنی سبب ضعف پر مشتمل ہونے کے باوجود تلافی ہو گئی ہو۔ مطلقاً حسن کی تعریف۔ وہ حدیث ہے جس کی سند میں مہتم بالکذب راوی نہ ہو اور شاذ نہ ہو اور طرق متعددہ سے مروی ہو۔ (مقدمہ فتح) بعضوں نے یہ بھی تعریف کی ہے: وہ روایت جو متصل الاسناد خالی عند العلل مستور راوی ہو۔ اور اس کا شاہد ہو۔ یا راوی مشہور ہو مگر کمال اتقان سے کمتر ہو۔

حسن اور ضعیف کا ارتقا: خیال رہے کہ کبھی حسن صحیح کا ضعیف حسن کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ مثلاً حسن لذاتہ اگر کسی دوسرے طرف سے بھی آجائے جس سے خفت ضبط کی تلافی ہو جائے تو صحیح کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح راوی کا ضعف دوسری روایت سے ختم ہو جائے تو یہ حسن کا درجہ پالیتا ہے۔ (مقدمہ فتح) جیسے کہ علامہ ذہبی نے بیان کیا کہ بنہر من حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ کی روایت۔ ایسی روایت صحیح تو ہو جاتی ہے مگر اس کے ادنیٰ درجہ پر ہی رہتی ہے۔

صحیح اور صحیح الاسناد کا فرق:۔ خیال رہے کہ صحیح الاسناد کا صحیح ہونا مستلزم نہیں۔ بلکہ اس کا درجہ صحیح سے کمتر ہوتا ہے۔ اسی طرح حسن الاسناد کا درجہ حسن کو مستلزم نہیں۔ بلکہ اس سے کمتر ہو گا۔ حسن کا قابل احتجاج ہونا یا نہ ہونا یہ مختلف فیہ ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک حسن قابل احتجاج ہے اس سے استدلال درست ہے۔ البتہ ابو حاتم اس کی حجیت کے قائل نہیں ہے۔

و قدمَ الکلامُ عَلی الصّحیحِ لذاته لعُلوّ رُتبتِهٖ وَالمرادُ بالعَدلِ مَن لَهُ ملكةٌ تحملُهُ عَلی ملازمةِ التقوی وَالمرَوّةِ والمرادُ بالتقویٰ اجتنابُ الاعمالِ السّیئةِ مِن شِرکٍ او فسقٍ او بدعةٍ والضبطُ ضَبطانِ ضبطُ صدرٍ و هُو ان یثبتَ ما سَمعَهُ بحیثُ یتمکنُ مِن استِحضارِهٖ مَتی شَاءَ و ضبطُ کتابٍ وَهُو صیانَةُ لَدیهِ مُنذ سَمِعَ فیهِ وَصَحّحَهُ اِلیٰ ان یؤدِیَهِ مِنه و قیّدَهُ بالتام اِشارَةٌ اِلی الرتبَةِ العُلیَا فِی ذٰلِكَ.

ترجمہ:۔ (مولف نے) صحیح لذاتہ کی بحث کو مقدم کیا اس کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ

ہے۔ اور مراد عدل سے وہ ملکہ ہے جو التزام تقویٰ اور مروّت پر اسے قائم رکھے۔ اور تقویٰ سے مراد اعمال سیئہ سے مثلاً شرک فس، بدعت سے بچنا ہے۔ اور ضبط کی دو قسمیں ہیں۔ ضبط صدر، وہ یہ ہے کہ سنی ہوئی بات اس طرح یاد رہے کہ جب چاہے اس کا استحضار کر سکے۔ اور ضبط کتاب سننے کے بعد محفوظ کر لینا ہے۔ اور اس کی تصحیح بھی ہو چکی ہو تاکہ وہ اس کی روایت کر سکے۔ اور تام کے ساتھ مقید کرنے سے اشارہ ہے اس بارے میں اس کے رتبہ عالی کی طرف۔

مقصد۔ اس مقام سے صحیح کے مقدم کرنے کی وجہ اور تعریف میں آنے والے الفاظ کے فوائد وقیود کو بیان کر رہے ہیں۔

لغت:- قدم۔ یعنی صحیح کے مقدم کرنے کی وجہ اس کا عالی مرتبہ ہونا ہے۔

العدل۔ بمعنی عادل۔ وہ صاحب الایمان جس میں ایسی قوت راسخہ ہو جو اسے التزام تقوی و مروت اور مخالفت نفس پر قائم رکھے۔

الملکہ۔ ذہن کی کیفیت راسخہ کو کہا جاتا ہے۔ اگر راسخ نہ ہو تو حال کہا جاتا ہے۔

تقوی۔ گناہوں سے احتراز۔ صغائر کے اصرار واستمرار سے بچنا بھی شرط ہے۔

بدعۃ۔ بدعت سے مراد۔ وہ بدعت ہے جس کی تکفیر کی گئی۔ مبتدع جو داعی بدعت ہو عادل ہونے سے خارج ہے۔ اور بدعت مفسقہ کے ساتھ اگر ورع تقوی ومروت ہو تو اس کے عادل ہونے میں اختلاف ہے۔

مروۃ۔ اس سے مراد وہ مروت انسانی ہے جو اسے شرعاً عقلاً، اخلاقاً بری باتوں سے بچائے اور خلاف شرافت امور سے محفوظ رکھے۔ مثلاً بازاری لوگوں کے ساتھ بود باش۔ بازار میں چلتے ہوئے کھانا پینا۔ راستہ میں پیشاب وغیرہ کرنا۔

الی ان یودیہ۔ یعنی اس وقت تک صحیح محفوظ رکھنا جب تک کہ روایت نہ کرے۔ اور دوسرے کے پاس چلی نہ جائے۔

قیدہ۔ اس سے ضبط کے مرتبہ علیا کی طرف اشارہ ہے۔ تام کی قید سے وہ راوی نکل جائیں گے جو عدل کے باوجود ضبط کے حامل نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ ضبط صدر میں تو نقص ہوتا ہے اور ضبط کتاب میں صرف تام ہی ہوتا ہے اس میں نقص کا سوال نہیں ہوتا۔

والمتصلُ مَا سَلِم اسنادُه مِن سقوطٍ فيه بحيثُ يكونُ كل مِن رجالِه سمعَ ذالك المروىَ من شيخهِ والسندُ تقدمَ تعريفُهٗ والمعلل لغةً مافِيه علة و اصطلاحاً مَا فيه علة خفية قادحةٌ والشاذُ لغةً الفردُ واصطلاحاً مَا يُخالف فيهِ الراوِيْ مَن هو ارجَحُ منه و لهٗ تفسيرٌ آخرَ سَيأتِي ان شاءَ اللّٰه تعالیٰ.

ترجمہ:۔ متصل وہ ہے جس کی سند سقوط سے محفوظ ہو اس طرح کہ ہر ایک راوی نے اپنے شیخ سے روایت کو سنا ہو۔ اور سند کی تعریف پہلے گذر چکی ہے۔ اور معلل وہ ہے جس میں کوئی علت ہو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں نقصان پہنچانے والی مخفی علت ہو۔ شاذ لغت میں فرد کو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں راوی روایت میں اپنے اوثق سے مخالفت کرے۔ اسکی ایک اور تعریف بھی ہے جو انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف متصل، معلل، اور شاذ کی تعریف کررہے ہیں۔

متصل۔ یعنی سقوط سے خالی ہو۔ پس یہ موقوف کو شامل رہے گا اور منقطع، معضل خارج ہو جائیں گے۔

قد تقدم۔ یعنی اخبار عن طریق المتن۔

معلل۔ مفعول کا صیغہ، جس میں علت ہو۔ علت حرف علت کو بھی اور مرض کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں مرض اور سقم کے معنی مراد ہے۔ اور مرض سے مراد مرض معنوی ہے۔ اور اصطلاح میں محدثین کے یہاں وہ غامض دقیق لطیف نقص جو کسی روایت پر عارض ہو اور اس کی سلامتی کو نقصان پہنچائے باوجودیکہ سند درست ہو۔ مثلاً راوی کا تفرد، متابع کا نہ ہونا، کبھی موصول کو مرسل کردینے کی صورت میں معلل کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ علل کی معرفت فن کے اہم ترین دقیق مباحث میں ہے۔ اس کی معرفت ماہرین اور حاذقین کو ہی ہوسکتی ہے۔

الشاذ۔ محدثین کے یہاں۔ راوی کا اپنے فائق اور اوثق کی مخالفت کرنا۔

و له تفسيرٌ آخر۔ وہ یہ ہے۔ راوی میں ضبط نہ ہو۔ سوء حفظ کا شکار ہو۔ اسی طرح اس راوی کی روایت جس کا کوئی متابع نہ ہو شیخ سے تنہا روایت کرتا ہو۔

والتنبيه قولهٗ وَ خبر الآحادِ كالجنسِ و باقِي قيودِهٖ كالفصل و قوله بنقلِ عدلِ

احترازٌ عمّا ینقلُهٗ غیرُ العدلِ و قولُهٗ هُوَ یُسمی فصلاً یتوسَّطُ بینَ المبتداءِ والخبرِ یُوذنُ بانَّ مَا بعدَهٗ خبرٌ عمّا قَبلهٗ ولیسَ بنعتٍ لَهٗ و قولُهٗ لِذاتِهٖ یُخرِجُ ما یُسمّٰی صَحیحاً بامرٍ خارجٍ عَنه کما تقدمَ۔

ترجمہ:۔ انتباہ۔ خبر آحاد جنس کے درجہ میں ہے اور باقی قیود فصل کے درجہ میں ہے۔ اور بنقل عدل سے احتراز ہے۔ جس کے ناقل غیر عادل ہوں۔ اور اس کا قول ہو ضمیر فصل ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان ہے۔ جو اس کی خبر دے رہا ہے کہ اس کا مابعد خبر ہے ماقبل کا اس کی صفت نہیں ہے اور لذاتہ کا قول اس کو خارج کرنے کے لئے ہے جس کی صحت امر خارج کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف تعریف میں آنے والے الفاظ جو جنس اور فصل کے درجہ میں ہیں اس کے فوائد ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ تعریف باحسن وجوہ ذہن نشین ہو جائے۔

لغت:۔ کالجنس۔ خبر آحاد کا لفظ جنس کے درجہ میں ہے۔ اس سے متواتر مشہور سے احتراز ہے۔

ھو۔ یہ ضمیر فصل ہے۔ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں صفت کا جو احتمال ہوتا ہے اس کو یہ دور کرتا ہے۔ "فصل معنی میں فاصل کے ہے"

لذاتہ۔ اسکی قید سے صحیح لغیرہ کو نکالا ہے۔ کہ اسکی ذات میں صحت نہیں ہوتی امر خارج کی وجہ سے آتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو لغیرہ کہا جاتا ہے۔

وَ یتفاوت رُتَبُهٗ ای رُتبُ الصحیحِ بسببِ تفاوُتِ هٰذِهِ الاوصَافِ المقتضیةِ للتصحیحِ فی القوةِ فاِنّھا لما کانتْ مفیدةً لغلبةِ الظن الذی عَلیه مَدارُ الصّحةِ اقتضَتْ اَن یکونَ لَها درجَاتٌ بعضُها فوقَ بعضٍ بحسبِ الامورِ المقویةِ وَ اِذا کانَ کذالكَ فما یکونُ رُوَاتُهٗ فی الدرجَةِ العُلیَا مِن العدالةِ والضبطِ و سَائرِ الصفاتِ التِی توجبُ الترجیحَ کانَ اصِحُّ ممّا دونَه۔

ترجمہ:۔ اور اس کے رتبہ متفاوت ہوتے ہیں یعنی صحیح کے رتبہ ان اوصاف کے تفاوت کی وجہ سے جو قوت میں تصحیح کا تقاضہ کرتے ہیں۔ پس وہ حسب غلبۂ ظن کی وجہ سے مفید ہونگے جو مدر صحت ہے تو وہ تقاضا کریں گے کہ اس کے لئے مختلف درجات ہوں۔ جو ایک

دوسرے پر فائق ہو قوت پہنچانے والے امور کی وجہ سے۔ جب بات یہ ہے تو جس کی روایت عدالت وضبط وتمام صفات میں بلند مرتبہ پر ہو جو ترجیح کو ثابت کرتے ہیں تو یہ رواۃ دوسرے کے مقابلہ میں اصح ہونگے۔

تشریح:- مولف کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ صحیح کے تمام مراتب یکساں نہ ہوں گے انکے درمیان فرق مراتب ودرجات ہوں گے۔

رتب الصحیح۔ صحیح کے مراتب اعلی، اوسط، ادنی ہیں

الاوصاف۔ مراد اس سے عدالت اور ضبط وغیرہ ہیں۔

المقتضیه۔ یہ اوصاف قوت وضعف کے باعث ہیں۔ چونکہ عدالت وضبط یہ اوصاف میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ فانہا۔ یعنی اوصاف۔

اقتضت۔ مراد اس سے اوصاف مختلفہ ہے۔

بہا۔ مرجع تفاوت ہے۔ لہا۔ ای للصحة۔

الدرجة العلیا۔ جس میں صحیح کے تمام اوصاف علی وجہ الکمال پائے جائیں۔

توجب۔ چونکہ یہ اوصاف مرجحہ ہیں۔

فَمِن المرتبةِ العُليَا فِي ذٰلكَ مَا اَطلق عَليهِ بعضُ الائمةِ انّه اصحُ الاسانيدِ كالزُهرىِ عَن سَالمِ بن عبدِ اللّٰهِ بنْ عُمرَ عَن ابيهِ وَ كمحمّدِ بنِ سيرينَ عَن عُبيدَة بنِ عَمرٍ و عَن عَليٍ وَ كابراهيم النخعى عَن عَلقَمةَ عن ابن مسعودٍ و دُونَها فى الرتبةِ كروايةِ بُريدِ بنِ عبدِ اللّٰهِ بن ابى بُردةَ عَنْ جَدِهٖ عن ابيهِ ابى موسى و كحمّادِ بن سَلمَةَ عَن ثابتٍ عَن انسٍؓ وَ دُونَها فِي الرتبةِ كسهيلِ بنِ ابِى صالحٍ عَن ابيهِ عَن ابى هَريرةَ و كالعَلاءِ بنِ عبدِ الرحمٰنِ عَن ابيهِ عَن ابى هَريرة.

ترجمہ:- پس اس سلسلہ میں مرتبہ علیاوہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے جیسے زہری عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ اسی طرح محمد بن سیرین عن عبیدہ بن عمر عن علی اور اسی طرح ابراہیم نخعی عن علقمہ عن بن مسعود۔ اور اس سے کم مرتبہ کی سند جیسے برید بن عبداللہ بن ابو بردہ عن ابیہ ابو موسی (اشعری) اسی طرح حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس۔ اور اس سے کم مرتبہ جیسے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔

اور اسی طرح علاء بن عبد الرحمٰن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔ (رضی اللہ عنہ)
تشریح:- اس مقام سے مولف مرتبہ علیا، وسطی اور ادنی کی روایت کی تشریح کر رہے ہیں۔
فی ذلک۔ یعنی باب صحیح میں۔ بعض الائمۃ۔ یعنی محدثین حضرات۔
کالزہری۔ ابن شہاب زہری جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ یہ وہ عالی سند ہے جس کے تمام رواۃ وصف کمال پر فائز ہیں اسے اہل اصطلاح اصح الاسانید سے موسوم کرتے ہیں۔
اسی طرح ابن سیرین کی اور ابراہیم نخعی کی سند جو بواسطہ علمقہ عن بن مسعود ہے۔ امام بخاری نے مالک عن نافع عن ابن عمر۔ اور ابو بکر بن شیبہ عن زہری عن علی بن الحسن بن علی کو بھی یہی درجہ دیا ہے۔
دونہا۔ یعنی اصح الاسانید سے کم مرتبہ۔ جیسے برید کی سند حضرت ابو موسی اشعری تک۔
و دونہا۔ یعنی اس سے کم تیسرے درجہ کی سند۔ جیسے سہیل کی حضرت ابو ہریرہ تک وغیرہ۔ خیال رہے کہ سند کے مراتب کی معرفت اسماء رجال اور طبقات رجال کی واقفیت اور مہارت پر ہے۔

فَاِنَّ الجمیعَ یشملهُم اسمُ العدالةِ والضبطِ اِلاَّ ان فی المرتبةِ الأُولیٰ مِن الصفاتِ المرّجحة مَا یقتَضی تقدیمَ روایتِهم علی التِی تَلِیْها. و فِی التِی تلَیْها مِن قوة الضبطِ مَا یقتضی تقدیمُها عَلی الثالثةِ و هی مقدمةٌ عَلی روایةِ مَن یُعدُّ ما یتفردُ بِه هو حَسَناً کمحمدِبنِ اسحاقَ عَن عاصمِ ابنِ عمرَ عَن جابرٍ وَ عمرِ وبنِ شُعیبِ عن ابیه عَن جدّهٖ وَ قِسْ عَلیٰ هٰذه المراتبِ "مَا یشبهَها فی الصفاتِ المرجحةِ."

ترجمہ:- عدالت اور ضبط کی صفت تو ان تمام میں پائی جارہی ہے مگر جو مرتبہ علیا پر ہے ان میں وہ صفات مرجحہ پائے جارہے ہیں جو ان کے بعد والی روایت پر تقدیم کا تقاضہ کر رہی ہے اور جو اس کے بعد کے مرتبہ میں قوت ضبط ہے۔ وہ تقاضہ کر رہی ہے تیسرے مرتبہ کی تقدیم پر اور یہ (تیسرا مرتبہ) مقدم ہے ان روایتوں پر جس کو تفرد حاصل ہے حسن ہونے کی صورت میں۔ جیسے محمد بن اسحاق کی روایت اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت۔
اور اسی پر اس درجہ کی روایت کو قیاس کرلو جو صفات مرجحہ میں مشابہت رکھتے ہیں۔

تشریح:۔ یہاں سے مولف مراتب مختلفہ کے باعث اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ صفات مرجحہ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہو گی۔

فان الجمیع۔ تمام مراتب مذکورہ اعلیٰ۔ اوسط، ادنی۔

وھی۔ مراد مرتبہ ثالثہ کی روایت۔

بعد۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ حسناً۔ بعد کا مفعول ہے۔ اسی وجہ سے منصوب ہے۔

ابن شعیب۔ یعنی ابن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

عن ابیہ۔ یا تو شعیب یا تو محمد مراد ہے۔ شعیب کی سماعت عبداللہ سے ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

جدہ۔ جد عمر یا جد شعیب۔ بعضوں نے جد سے مراد محمد بن عبداللہ بن عمر بن العاص اور بعضوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص مراد لیا ہے۔ جد سے مراد صحابی ہے۔

المراتب۔ "مراتب ثلاثہ مراد ہے۔"

یُشْبِہُہَا۔ جو صفات مرجحہ میں اس کے مشابہ ہو۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ کی روایت اور اس کی تشریح۔

عمرو۔ انکا نام ابو محمد عمرو ہے۔ ان کے والد کا نام شعیب ہے۔ اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔ یہ صاحبزادے ہیں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے۔

ضمیر اور اس کا مرجع۔ جدہ میں ہا ضمیر شعیب کی جانب لوٹ رہی ہے۔ شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو ہیں۔ اور عمرو کے والد کے دادا ہوئے۔ دار قطنی کے قول کے مطابق عمر تابعی بھی نہیں ہے۔

شعیب کی روایت اپنے دادا جو صحابی ہیں۔ ان کی ہے یا نہیں محدثین کے نزدیک اختلاف ہے۔ ابن حبان، دار قطنی نے پوتے کے سماع عن جد سے انکار کیا ہے۔ ابن علان نے اس پر رد کرتے ہوئے سماع کو ثابت مانا ہے۔ اور کہا کہ والد کی وفات کے بعد دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ (الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویہ، ج: ۳، ص: ۱۸۴) ابن صلاح نے بھی جد سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرو مراد لیا ہے جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور بعض نے ان کے صاحبزادے محمد مراد لیا ہے۔ ان کی روایت حسن کے درجہ میں

ہے۔ ملا علی قاری نے شرح میں بیان کیا ہے کہ چونکہ سماع میں اختلاف ہے اسی وجہ سے امام بخاری و مسلم نے ان کی روایت نہیں لی ہے۔

وَالْمَرْتَبَةُ الْأُولٰى هِيَ الَّتِي اَطْلَقَ عَلَيْهَا بَعْضُ الْاَئِمَّةِ اَنَّهَا اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الْاَطْلَاقِ لِتَرْجَمَةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْهَا نَعَمْ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ مَا اَطْلَقَ الْاَئِمَّةُ عَلَيْهِ ذَالِكَ اَرْجَحِيَّتُهُ عَلٰى مَالَمْ يُطْلِقُوْهُ وَ يَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰى تَخْرِيْجِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُ هُمَا وَ مَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلٰى تَلَقِّي كِتَابَيْهِمَا بِالْقُبُوْلِ وَ اِخْتِلَافُ بَعْضِهِمْ فِي اَيِّهِمَا اَرْجَحُ فَمَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ اَرْجَحُ مِنْ هٰذِهِ الْحَيْثِيَةِ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ وَ قَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَّةِ وَ لَمْ يُوْجَدْ عَنْ اَحَدٍ التَّصْرِيْحُ بِنَقِيْضِهٖ۔

ترجمہ:- اور مرتبہ اولی وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے اور قابل اعتماد امر اس میں یہ ہے کہ کسی معین سند کے ساتھ اسے خاص نہ کیا جائے۔ ہاں اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ جس پر ائمہ نے اس کا اطلاق کیا ہے وہ راجح ہوگا اس کے مقابلہ میں جس پر اطلاق نہیں کیا ہے۔ اور اسی تفاضل کے معیار پر وہ بھی شامل ہو جائے گا جس کی تخریج پر شیخین نے اتفاق کیا ہو۔ بمقابلہ اس کے جس کی روایت میں ان دونوں میں سے کوئی منفرد ہو۔ اور وہ جس کی روایت تنہا امام بخاری نے کی ہو بمقابلہ اس کے جس کی روایت تنہا امام مسلم نے کی ہو۔ چونکہ ان دونوں کی مقبولیت پر اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اور بعضوں کا اختلاف کہ ان میں سے کون راجح ہے۔ پس جس پر علماء کا اتفاق ہو جائے اس حیثیت سے راجح ہوگا بمقابلہ اس کے جس پر اتفاق نہیں کیا گیا ہو۔ جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری کی روایت مقدم ہوگی۔ اس کے خلاف کسی کی تصریح نہیں پائی گئی۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف مختلف امور کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ (۱) کسی معین سند پر اصح الاسانید کا اطلاق بہتر نہیں۔ (۲) متفق علیہ روایت اقوی ہوگی منفرد علیہ کے مقابلہ میں۔ (۳) تنہا بخاری کی روایت تنہا مسلم کی روایت پر مقدم ہوگی۔ (۴) شیخین کی روایتوں پر

علما کا تداول ہو چکا ہے۔

بعض الائمہ۔ اس سے مراد امام بخاری ودیگر علماء ہیں۔

منہا۔ ای من التراجم۔ جو ترجمہ کے لفظ سے مستفاد ہے۔

و یلتحق۔ عالی سند ہونے میں وہ بھی شامل ہو جائے گی جس کی تخریج شیخین نے ایک ہی راوی سے کی ہو۔ پھر اس کے بعد وہ جس کی تخریج کسی ایک نے کی ہو۔

صرح۔ علامہ نووی نے بخاری کی تقدیم پر اجماع کو صواب کہا ہے۔ "اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کہا ہے اس کا قول معتبر نہیں۔"

وَ اَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ اَبِی عَلِی النَّیْسَابُوْرِیِ اَنَّهٗ قَالَ مَا تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ یُصَرِّحْ بِکَوْنِهٖ اَصَحَّ مِنْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ لِاَنَّهٗ اِنَّمَا نَفٰی وُجُوْدَ کِتَابٍ اَصَحَّ کِتَابِ مُسْلِمٍ اِذَالْمَنْفِیُّ اِنَّمَا هُوَ مَا یَقْتَضِیْهِ صِیْغَةُ اَفْعَلَ مِنْ زِیَادَةِ صِحَّةِ مُسْلِمٍ فِی کِتَابٍ شَرَكَ کِتَابَ مُسْلِمٍ فِی الصِّحَّةِ یَمْتَازُ بِتِلْكَ الزِّیَادَةِ عَلَیْهِ وَ لَمْ یَنْفِ الْمُسَاوَاةَ.

ترجمہ:- اور وہ جو ابو علی نیشاپوری سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی نہیں تو انھوں نے اس کی تصریح نہیں کی کہ بخاری سے زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح پائے جانے کی نفی کی ہے۔ چونکہ انھوں نے جس کی نفی کی ہے اس کا مفہوم جو افعل کا صیغہ تقاضا کر رہا ہے صحت کی زیادتی ہے جو مسلم کی کتاب میں صحت کے اعتبار سے شریک ہو۔ کہ جس زیادتی کی وجہ سے وہ ممتاز ہو جائے۔ انھوں نے مساوات کی نفی تھوڑے کی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف نیشاپوری کے قول کی تاویل اور محمل بیان کر رہے ہیں کہ ان کا مقصد مسلم سے زیادہ صحت کی نفی ہے۔ مطلق صحت کی نفی نہیں ہے۔ لہٰذا بخاری کے مقابلہ میں مسلم کی اصحیت کو ثابت کرنا مقصد نہیں ہے۔ نفس صحت میں اسکے ساتھ شریک ہونے کی نفی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصحیت کی نفی ہے نہ کہ صحت کی نفی۔

ادیم۔ چمڑا۔ جرم۔ ظاہر۔

فلم یصرح۔ یہ جواب کی تعلیل ہے اصل جواب یہ ہے لا ینافی ماذکر۔

بکونه۔ یعنی مسلم۔

الزیادہ علیه۔ ای علی مسلم۔

وَ كَذٰلِكَ مَا نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْمَغَارِبَةِ اِنَّهٗ فَضَّلَ صَحِيْحَ مُسْلِمٍ عَلٰى صَحِيْحِ الْبُخَارِيِ فَذَالِكَ فِيْمَا يَرْجِعُ اِلٰى حُسْنِ السِّيَاقِ وَجَوْدَةِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِيْبِ وَ لَمْ يَفْصَحْ اَحَدٌ مِنْهُمْ بِاَنَّ ذٰلِكَ رَاجِعٌ اِلَى الْاَصَحِّيَّةِ وَلَوْ اَفْصَحُوْا بِهٖ لَرَدَّهٗ عَلَيْهِمْ شَاهِدُالْوُجُوْدِ۔

ترجمہ:۔ اسی طرح بعض اہل مغرب سے جو نقل ہے کہ صحیح مسلم کو بخاری پر فضیلت حاصل ہے تو اس کا محل حسن سیاق، ترتیب و وضع کی خوبی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کی تصریح نہیں کی ہے کہ اس کے کلام کا (مفہوم) لوٹ رہا ہے اصحیت کی جانب اور اس کی تصریح کر بھی دیتے تو شاہد وجوہ سے اس کی تردید ہو جاتی۔

تشریح:۔ بعض اہل مغرب نے جو مسلم کی افضلیت کو ظاہر کیا ہے مولف اس کا مطلب بتا رہے ہیں کہ انھوں نے صحت کے اعتبار سے نہیں کیا بلکہ حسن وضع اور ترتیب کے اعتبار سے کہا کہ باب کی ترتیب بہت بہتر ہے بمقابلہ بخاری کے۔

و لو افصحو۔ یعنی اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مسلم صحت میں راجح ہے تو بداہت مقبولیت جو بخاری کو پائی جارہی ہے یہ اس کے کلام کو رد کردے گی۔

لم یفصح۔ ای لَمْ يُبَيِّنْ۔ التفصیح۔ البیان والتبیین۔ واضح کرنا۔ آشکارا کرنا۔

فَالصِّفَاتُ الَّتِي تَدُوْرُ عَلَيْهَا الصِّحَّةُ فِي كِتَابِ الْبُخَارِيْ اَتَمُّ مِنْهَا فِي كِتَابِ مُسْلِمٍ وَ اَشَدُّ وَ شَرْطُهٗ فِيْهَا اَقْوٰى وَ اَشَدُّ وَ اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاشْتِرَاطِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّاوِيْ قَدْ ثَبَتَ لَهٗ لِقَاءُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ وَ لَوْ مَرَّةً وَاكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَاَلْزَمَ الْبُخَارِيُ بِاَنَّهٗ يَحْتَاجُ اَنْ لَّا يَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلاً وَ مَا اَلْزَمَهٗ بِهٖ لَيْسَ بِلَازِمٍ لِاَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَايَجْرِيْ فِيْ رِوَايَتِهٖ اِحْتِمَالُ اَنْ لَا يَكُوْنَ قَدْ سَمِعَ لِاَنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْ جِرْيَانِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مُدَلِّساً وَ الْمَسْئَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِيْ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ۔

ترجمہ:۔ وہ اوصاف جن پر صحت کا مدار ہے بخاری میں بدرجہ اتم موجود ہے بمقابلہ مسلم

کے۔اور امام بخاری کی شرط صحت اس میں زیادہ قوی اور سخت ہے۔اور بہر حال اس کا ارجح ہونا اتصال سند کے اعتبار سے تو وہ اس کے اس شرط کی وجہ سے ہے کہ راوی جن سے وہ روایت کر رہا ہے ملاقات ثابت ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ اور امام مسلم نے مطلق معاصرت کو کافی سمجھا ہے۔اور (امام مسلم نے) بخاری پر الزام عاید کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ معنعن روایت بالکل قبول نہ کرے اور وہ جو الزام عاید کیا ہے سو اس سے یہ لازم نہیں کہ راوی کی ملاقات جب ایک مرتبہ ثابت ہو جائے گی تو اس کی روایت میں احتمال باقی نہ رہے گا۔ کہ اس نے نہ سنا ہو۔ یہ احتمال کا حاوی ہونا (اس وقت) لازم ہو گا جب کہ راوی مدلس ہو۔ حالانکہ مسئلہ راوی غیر مدلس کے متعلق ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف بخاری کی ارجحیت کے دلائل بیان کر رہے ہیں۔اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قبول روایت کی کیا شرط ملحوظ رکھی ہے۔ جسے شروط البخاری سے موسوم کیا جاتا ہے اور امام مسلم نے کن شرطوں کو اخذ روایت میں ملحوظ رکھا ہے۔اور اسی ضمن میں امام مسلم کے بخاری پر واقع کردہ اعتراض کا جواب بھی مولف نے ذکر کیا ہے۔ کہ غیر مدلس کا عنعنہ سماع سے متعلق ہوتا ہے۔خیال رہے کہ امام بخاری نے لقاء راوی و مروی عنہ کی شرط ملحوظ رکھی ہے خواہ زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو۔اور امام مسلم نے محض ہم عصر ہونا کافی سمجھا ہے۔اسی طرح امام بخاری نے عدالت تام ضبط کامل عدم شذوذ کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

تدور علیہا الصحۃ۔مراد اس سے عدالت۔ تمام ضبط اتصال، عدم شذوذ وغیرہ مراد ہے

السد۔سداد سے ہے بمعنی اصوب۔ شرطہ۔امام بخاری۔

فیہا۔ صحت۔اتصال۔یعنی اتصال سند۔ اشتراطہ۔ضمیر کا مرجع بخاری ہے۔

بمطلق المعاصرۃ۔یعنی امکان لقاء۔

الزم۔ اس کا فاعل امام مسلم اور بخاری مفعول ہے۔اسی طرح یحتاج کا فاعل بھی بخاری ہے۔

العنعنہ۔یہ مصدر ہے روی عن فلان سے۔ جس طرح بسملہ اور حمدلہ مصدر ہے اسی طرح یہ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ عنعن فعل کا مصدر ہے۔

ماالزمہ۔یعنی مسلم نے جو امام بخاری پر الزام عاید کیا ہے۔

جریانہ۔ یعنی جریان الاحتمال۔ ان یکون۔ ای الراوی۔
مُدلساً۔ تدلیس سے۔ جو اپنے معاصر سے روایت کرے بلا سماع کے۔

خلاصہ امام مسلم کے اعتراض کا یہ ہے کہ امام بخاری کو عن فلاں کے طریق کی روایت صحیح میں نقل نہیں کرنی چاہئے۔ حالانکہ صحیح اس قسم کی روایت سے پر ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مدلس کی روایت کو قبول نہیں کیا ہے اور غیر مدلس کا عنعنہ لقا کو ثابت کرتا ہے اور روایت کے اتصال کو باقی رکھتا ہے۔ اسے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کا عنعنہ بھی شرط لقاء سے متعلق ہے۔ چونکہ ان کی کتاب میں صحیح اور مقبول روایت ہے اور مدلس کی روایت مردود ہے۔ لہٰذا صحیح بخاری میں تدلیسی عنعنہ کا کوئی احتمال ہی نہیں رہتا۔

وَ اَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ فَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ اَكْثَرُ عَدَداً مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يُكْثِرْ مِنْ اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوْخِهِ الَّذِيْنَ اَخَذَ عَنْهُمْ وَ مَارَسَ حَدِيْثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِي الْاَمْرَيْنِ۔

ترجمہ:- اور بہر حال عدالت اور ضبط کے اعتبار سے اس کا راجح ہونا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے مسلم میں ایسے رجال زاید ہیں بمقابلہ بخاری کے ان رجال پر جن پر کلام کیا گیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ امام بخاری نے ان کی روایت زیادہ نہیں لی ہے۔ بلکہ ان میں بیشتر وہ مشائخ ہیں جن سے روایت لی ہے۔ اور ان کی حدیث سے واقف ہیں بخلاف مسلم کے ان دو امور میں۔

تشریح:- مولف کا مقصد اس عبارت سے یہ ہے کہ بخاری کی روایت کو ارجحیت عدالت و ضبط میں اس وجہ سے ہے کہ اس میں متکلم فیہ راوی بہت کم ہیں بمقابلہ مسلم کے۔

خیال رہے کہ بخاری کے منفرد رواۃ جو مسلم میں نہیں ہیں ۴۳۵ رہیں اور متکلم فیہ رجال کی تعداد ۸۰ ہے اور مسلم میں ایسے منفرد رواۃ ۶۲۰ ہیں اور متکلم فیہ رجال ۱۶۰ ہیں۔

لغت:- رجحانہ۔ یعنی بخاری۔
تکلم۔ مجہول کا صیغہ۔ یعنی جس پر طعن اور جرح کیا گیا۔

لم یکثر. یا کے ضمہ کے ساتھ۔
حدیثہم. یعنی متکلم فیہ رواۃ کی حدیث۔
من شیوخہ۔ یعنی شیوخ بخاری۔ یعنی بخاری کی ایسی روایتیں ان کے مشائخ کی ہیں جن کی حدیثوں سے وہ بخوبی واقف تھے کہ ان کا کیا مقام ہوگا۔
الامرین۔ یعنی ان دو امور مذکورہ کی روایت مسلم میں نہیں ہے۔ ایک یہ کہ متکلم فیہ کی روایت زائد دوسرے یہ کہ وہ ان کے شیوخ نہیں کہ ان کی روایت سے بخوبی واقف ہوں۔

وَ اَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَالإِعْلاَلِ فَلِاَنَّ مَا انْتُقِدَ عَلَى الْبُخَارِيِ مِنَ الاَحَادِيْثِ اَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلَى مُسْلِمٍ هٰذَا مَعَ اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلَى اَنَّ الْبُخَارِيَ كَانَ اَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِي الْعُلُوْمِ وَ اَعْرَفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِيْثِ وَ اَنَّ مُسْلِماً تِلْمِيْذُهُ وِ خِرِّيْجُهُ وَ لَمْ يَزَلْ يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ وَ يَتَّبِعُ آثَارَهُ حَتّٰى قَالَ الدَّارُ قُطْنِي لَوْ لاَ الْبُخَارِيُ لَمَا رَاحَ مُسْلِمٌ وَ لاَ جَاءَ.

ترجمہ:- اور بہر حال اسکا شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے راجح ہونا سو وہ اس وجہ سے ہے کہ بخاری کی روایت پر جو نقد و جرح کی گئی ہے وہ کم ہے جو مسلم پر جرح کی گئی ہے۔ مع اس امر کے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاری علوم میں اور فن حدیث میں بڑے اونچے مرتبہ پر ہیں امام مسلم سے۔ اور یہ کہ امام مسلم ان کے شاگرد اور ان سے ادب حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے اسی وجہ سے امام دار قطنی نے کہا اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم نہ ظاہر ہوتے نہ آتے۔

تشریح:- شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے جو بخاری کو مقام حاصل ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بخاری کی روایت پر مقابلہ مسلم کے بہت کم نقد و جرح واقع ہے۔ اسی کے ضمن میں امام بخاری کی فوقیت جو امام مسلم پر ہے نشاندہی کر رہے ہیں۔ کہ امام بخاری استاذ ہیں اور انکو فن حدیث و رجال میں بڑی مہارت و جلالت حاصل تھی۔

انتقد. مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ من الاحادیث. ما کا بیان ہے۔
ھذا. خذا مر کا مفعول ہے۔ صناعۃ. صاد کے کسرہ کے ساتھ۔ فن۔

خریجہ۔ خا کے کسرہ کے ساتھ۔ بمعنی مفعول۔ جہل سے نکالا ہوا۔
ولم یزل۔ فاعل مسلم ہے۔ عنہ۔ ای البخاری۔
دارقطنی۔ مشہور محدث ہیں۔ منسوب ہے دار قطن کی طرف جو بغداد کا ایک محلہ تھا۔
راد۔ ای ظہر۔ ولا جاء۔ ای فی الحدیث۔ یعنی قدم بھی رکھ نہ پائے۔

نقد روایت کی تفصیل:

بخاری اور مسلم دونوں کے متکلم فیہ روایت کی تعداد دو سو دس (۲۱۰) ہے جس میں ۸۰ سے کم روایتیں بخاری کی ہیں۔ اور ۳۲ ایسی روایتیں ہیں جس میں دونوں شریک ہیں۔ ۹۸ روایتیں صرف مسلم کی متکلم فیہ ہیں۔

وَ مِنْ ثَمَّ اَیْ وَ مِنْ هٰذِهِ الْجِهَةِ وَ هِیَ اَرْجَحِیَّةُ شَرْطِ الْبُخَارِیِ عَلٰی غَیْرِهٖ قُدِّمَ صَحِیْحُ الْبُخَارِیِ عَلٰی غَیْرِهٖ مِنَ الْکُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِی الْحَدِیْثِ ثُمَّ صَحِیْحُ مُسْلِمٍ لِمُشَارَکَتِهٖ لِلْبُخَارِیِ فِی اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی تَلَقِّی کِتَابِهٖ بِالْقَبُوْلِ اَیْضاً سِوَیٰ مَا عُلِّلَ ثُمَّ یُقَدَّمُ فِی الْاَرْجَحِیَّةِ مِنْ حَیْثُ الْاَصَحِّیَّةِ مَا وَافَقَهٗ شَرْطُهُمَا لِاَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ رُوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِی شُرُوْطِ الصَّحِیْحِ وَ رُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الْاِتِّفَاقُ عَلَی الْقَوْلِ بِتَعْدِیْلِهِمْ بِطَرِیْقِ اللُّزُوْمِ فَهُمْ مُقَدَّمُوْنَ عَلٰی غَیْرِ فِی رِوَایَاتِهِمْ وَ هٰذَا اَصْلٌ لَا یُخْرَجُ عَنْهُ اِلاَّ بِدَلِیْلٍ.

ترجمہ:۔ اس وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ بخاری کو غیر پر فوقیت حاصل ہے بخاری کو مقدم کیا گیا ہے غیر پر یعنی فن حدیث کی تصنیف کردہ کتابوں میں پھر صحیح مسلم ہے۔ بخاری کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے کہ علماء کا اتفاق ہے مسلم کے قبول ہونے پر۔ نقد کردہ احادیث کو چھوڑ کر۔ پھر صحت کے اعتبار سے راجح کی جائیں گی ان کو جو دونوں کی شرطوں کے موافق ہوں گی۔ چونکہ اس سے مراد ان دونوں کے رواۃ ہیں صحیح کی باقی شرطوں کے ساتھ۔ اور ان دونوں کے راویوں پر بالاتفاق تعدیل کا قول بطریق لزوم کے ثابت ہو چکا ہے۔ پس یہ روایتیں مقدم ہوں گی دوسری روایتوں پر یہ وہ ضابطہ ہے جس سے خروج نہیں کیا جا سکتا مگر کسی دلیل کے ساتھ۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے روایتوں کے مدارج اور مراتب کو ذکر کر رہے ہیں کہ

کمال شروط صحت کی رعایت کی وجہ سے بخاری کی روایت اول مرتبہ پر پھر مسلم کی پھر جو روایت ان دونوں شرطوں کے موافق ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح کے بھی مراتب ہیں۔ اوصاف کے اختلاف کی وجہ سے۔

حل لغات وعبارت: -من هذه الجهة۔ یعنی شرطوں کے تفاوت کی وجہ سے غیرہ۔ باقی تمام صحاح موطا سنن ومسانید ومعاجم پر۔

صحیح مسلم۔ مرفوع ہے عطف ہے بخاری پر۔

کتابه۔ ای مسلم۔ ماعلل۔ یعنی احادیث متکلم فیہ۔

حیث الاصحیة۔ یعنی اصحیت کے اعتبار سے نہ کہ تلقی بالقبول کے اعتبار سے۔

المراد به۔ ای بشرط۔ بطریق اللزوم۔ یعنی یقینی طور پر۔

فہم۔ مراد۔ بخاری، مسلم اور جو ان کی شرطوں کے موافق ہوں۔

لا یخرج۔ مجہول کا صیغہ۔ اہل، ضابطہ، قاعدہ۔

شرط بخاری ومسلم کی مختصر تشریح: -امام بخاری نے ان شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اتصال سند، راوی کا شیخ کی طویل صحبت سے مستفید ہونا۔ یا کبھی تھوڑی صحبت پانے والے کی روایت بھی لیتے ہیں۔ امام مسلم ان امور کا شدت سے لحاظ نہیں کرتے۔

فَاِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلٰى شَرْطِهِمَا مَعاً كَانَ دُوْنَ مَا اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ اَوْ مِثْلَهُ وَ اِنْ كَانَ عَلٰى شَرْطِ اَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِیْ وَحْدَهُ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَحْدَهُ تَبَعاً لِاَصْلِ كُلٍ مِنْهُمَا فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هٰذَا سِتَّةُ اَقْسَامٍ يَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فِی الصَّحَةِ وَ ثُمَّ قِسْمٌ سَابِعٌ وَ هُوَ مَا لَيْسَ عَلٰى شَرْطِهِمَا اِجْتِمَاعاً وَ اِنْفِرَاداً وَ هٰذَا التَّفَاوُتُ اِنَّمَا هُوَ بِالنَّظْرِ اِلَى الْحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ.

ترجمہ: -پس اگر حدیث دونوں کی شرطوں کے ایک ساتھ موافق ہو۔ تو اس کا مرتبہ مسلم یا اور اس کے مثل سے کم تر ہوگا۔ پس اگر ان میں سے ایک کے شرط کے موافق ہے تو جو تنہا بخاری کے شرط پر ہے اسے مقدم کیا جائے گا۔ پھر جو صرف مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ ضابطہ کلیہ کی رعایت کرتے ہوئے۔ پس ہمارے لئے اس سے ۶/ اقسام ظاہر ہوں گے۔ جو صحت کے مرتبہ میں متفاوت ہونگے۔ پھر ایک ساتویں قسم بھی ہوگی۔ اور

یہ وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے شرط کے موافق نہ ہو نہ احتمالاً نہ انفراداً اور یہ تفاوت وفرق اسی حیثیت کے اعتبار سے ہوگا جو ذکر کیا گیا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف روایت کے مراتب ستہ بلکہ سبعہ کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جو ماقبل کے ذکر کردہ اصول پر ظاہر ہوں گی۔

حل عبارت:۔ شرطهما معاً یعنی بخاری ومسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔
علی شرط احدهما۔ صرف بخاری یا صرف مسلم کی شرط کے موافق ہو۔
ستة اقسام. وہ یہ ہیں: (۱) متفق علیہ روایات۔ (۲) صرف بخاری نے تخریج کی ہو۔ (۳) صرف مسلم نے (۴) بخاری ومسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔ (۵) علی شرط البخاری۔ (۶) علی شرط مسلم ہو۔
قسم سابع۔ کسی کے شرط کے موافق نہ ہو۔ جیسے ابن خزیمہ۔ ابن حبان وغیرہ کی روایتیں صحیح ہیں مگر شرطوں کی موافقت نہیں۔
الحیثیة المذکورة۔ یعنی شرائط صحت ضبط وعدالت وغیرہ۔ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہوگی۔

اَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ بِاُمُوْرٍ اُخْرٰى تَقْتَضِي التَّرْجِيْحَ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَا فَوْقَهٗ اِذْ قَدْ يَعْرِضُ لِلْمُفَوَّقِ مَا يَجْعَلُهٗ فَائِقاً كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مَثَلاً وَ هُوَ مَشْهُوْرٌ قَاصِرٌ عَنْ دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ لٰكِنْ حَفَّتْهُ قَرِيْنَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيْثِ الَّذِيْ يُخَرِّجُهُ الْبُخَارِيُّ اِذَا كَانَ فَرْداً مُطْلَقاً لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ لَمْ يُخَرِّجَاهُ مِنْ تَرْجَمَةٍ وُصِفَتْ بِكَوْنِهَا اَصَحَّ الْاَسَانِيْدِ كَمَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا مَثَلاً لَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَنْ فِيْهِ مَقَالٌ

ترجمہ:۔ اگر کسی امر آخر کی وجہ سے اوپر کی قسموں میں سے کسی قسم کو ترجیح دی جائے گی۔ جو مافوق پر ترجیح کا تقاضہ کرتے ہوں۔ تو وہ اپنے مافوق پر مقدم ہو جائے گا۔ چونکہ بسا اوقات جس پر فائق کیا گیا ہے (ماتحت) ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جو اسے فوقیت دے دیتے ہیں۔ جیسے کوئی حدیث مسلم میں ہے جو تواتر سے کم درجہ کا ہے۔ لیکن ایسے قرائن سے گھرا

ہے جس سے یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس پر مقدم ہو جائے گا جس کی تخریج بخاری نے کی ہو گی۔ جب کہ وہ فرد مطلق ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کو امام بخاری نے "ترجمہ الباب" میں ذکر نہ کیا ہو اصح الاسانید سے متصف ہو جاتی ہے مثلاً مالک عن نافع عن بن عمر کی روایت۔ یہ مقدم ہو گی اس پر جن کو ان دونوں میں سے کسی نے منفرداً روایت کی ہو۔ خاص کر کے جب کہ اس کی سند میں کوئی کلام بھی ہو۔

تشریح:۔ مقصد عبارت یہ ہے کہ ماتحت (اقسام) کبھی فائق بھی ہو جایا کرتا ہے جب کہ اس کو کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس کے مرتبہ کو بلند کر دے۔ کہ کبھی ماتحت کو ایسے ترجیحات حاصل ہو جاتے ہیں۔

حل عبارت: قسم۔ اقسام مذکورہ مثلاً ستہ مذکورہ۔

لِلْمُفَوَّقِ۔ جس پر فائق کیا گیا۔ یعنی مرجوح۔ فاق یفوق سے بمعنی بلند کرنا۔

فائقاً۔ امور مرجحہ کی وجہ سے۔ ما یجعله فائقاً۔ یعنی امور مرجحہ۔

بہا۔ ای بالقرینۃ۔ فانه۔ ای حدیث مسلم۔

فرد۔ اس کی قید سے عزیز کو نکال دیا گیا۔ یعنی مسلم کی مشہور ہو جائے اور بخاری کی فرد تو مسلم کی روایت راجح ہو جائے گی بخاری کی فرد پر۔

لا سیما۔ خصوصاً۔ مطلقاً۔ لغوی معنی میں۔ فرد مطلق کی اصطلاح مراد نہیں۔

مقال۔ یعنی جرح اور طعن وغیرہ۔

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ اَیْ قَلَّ. یُقَالُ خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوْفاً قَلُّوْا وَالْمُرَادُ مَعْ بَقِیَّةِ الشُّرُوْطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِی حَدِّ الصَّحِیْحِ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ لاَ لِشَیْءٍ خَارِجٍ وَ هُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ حُسْنُهٗ بِسَبَبِ الْاِعْتِضَادِ نَحْوُ حَدِیْثِ الْمَسْتُوْرِ اِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهٗ وَ خَرَجَ بِاشْتِرَاطِ بَاقِی الْاَوْصَافِ الضَّعِیْفُ وَ هٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْحَسَنِ مُشَارِكٌ لِلصَّحِیْحِ فِی الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ وَ اِنْ کَانَ دُوْنَهٗ وَ مُشَابَهٌ فِی اِنْقِسَامِهٖ اِلٰی مَرَاتِبَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ.

ترجمہ:۔ پس اگر ضبط میں کمی ہو۔ کہا جاتا ہے خف القوم خفوفاً یعنی قلو۔ مراد باقی ان شرطوں کے ساتھ ہے جو صحیح کی تعریف میں پہلے آچکے ہیں۔ پس وہ حسن لذاتہ ہے۔

یعنی کسی خارج کی وجہ سے نہیں وہ وہ ہے جس کا حسن ہونا کثرت سند کی وجہ سے ہے۔ حدیث مستور کی طرح جب کہ اس کے طرق متعدد ہوں۔ اور باقی اوصاف کی شرطوں سے ضعیف نکل گیا۔ اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے میں صحیح کے مانند ہے گو اس سے کمتر ہے۔ اور مشابہ ہے اس تقسیم میں جو اس کے مراتب کے مابین ہے کہ بعض کا مرتبہ بعض پر فائق ہے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف حسن لذاتہ کی تعریف اس کا مرتبہ ذکر کر رہے ہیں۔ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کا راوی خفیف الضبط ہو۔ صحیح کی تمام شرطوں کے ساتھ۔

حل عبارت:-

خف۔ قل کم ہونے کی معنی میں ہے۔

مع بقية الشروط۔ یعنی صرف قوت حفظ کی کمی ہو باقی۔ عدالت اتصال سند۔ معلل و شاذ کا نہ ہونا۔ ساری شرطیں موجود ہو۔

بسبب الاعتضاد۔ قوت و کثرت سند کی وجہ سے ہو۔

المستور۔ جس کا عادل یا مجروح ہونا مخفی غیر محقق ہو۔ جب اس کے طرق متعدد ہوں تو حسن لغیرہ ہو جاتا ہے۔

اذا تعددت طرقه۔ مستور کے حسن ہونے کی شرط ہے۔ کہ طرق سے اس کی تلافی ہو جائے۔

شارك۔ یعنی احتجاج میں حسن صحیح کے مانند ہو جاتا ہے۔

مشابه۔ یعنی جس طرح صحیح کے مختلف مراتب ہوتے ہیں اسی طرح حسن کے بھی مختلف مراتب ہوتے ہیں۔

وَ بِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ يُصَحَّحُ وَ اِنَّمَا يُحْكَمُ لَهٗ بِالصِّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ لِاَنَّ لِلصُّوْرَةِ الْمَجْمُوْعَةِ قُوَّةً تَجْبُرُ الْقَدْرَ الَّذِىْ قَصُرَ بِهٖ ضَبْطُ رَاوِى الْحَسَنِ عَنْ رَاوِى الصَّحِيْحِ. وَ مِنْ ثَمَّ يُطْلَقُ الصِّحَةُ عَلَى الْاِسْنَادِ الَّذِىْ يَكُوْنُ حَسَناً لِذَاتِهٖ لَوْ تَفَرَّدَ اِذَا تَعَدَّدَ وَ هٰذَا حَيْثُ يَنْفَرِدُ الْوَصْفُ فَاِنْ جَمَعَا اَىِ الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ فِىْ وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمِذِىْ وَغَيْرِهٖ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ فَالتَّرَدُّدُ الْحَاصِلُ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِى النَّاقِلِ هَلْ اِجْتَمَعَتْ فِيْهِ شُرُوْطاً لِصِحَّةِ اَوْ قَصُرَ عَنْهَا

وَ هٰذَا حَيْثُ يَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَايَةِ.

ترجمہ:۔اور کثرت طرق سے صحیح کا حکم لگایا جاتا ہے۔اور کثرت طرق سے صحت کا حکم اس وجہ سے لگایا جاتا ہے چونکہ مجموعی صورت سے ایسی قوت اس میں پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس قدر تلافی ہو جاتی ہے جو صحیح کے راوی کے ضبط کی کمی سے پیدا ہوئی تھی۔اسی وجہ سے صحیح کا اطلاق اس سند پر بھی کیا جاتا ہے جو حسن لذاتہ ہوتا ہے گو تفرد ہو۔جب کہ طرق کا تعدد ہو۔اور یہ ذکر کی گئی باتیں اس کے متعلق تھیں جب کہ ایک وصف کے اعتبار سے ہو۔ اور بہر حال جب کہ دونوں صحیح اور حسن جمع ہو جائے ایک ہی مقام پر جیسے ترمذی وغیرہ کا قول حدیث حسن صحیح پس یہ تردد حاصل ہے مجتہد کی جانب سے ناقل کے حق میں کہ صحت کی شرط جمع ہے یا اس میں کمی ہے۔اور یہ وہاں ہے جہاں روایت میں تفرد ہو (یعنی ایک ہی سند میں)

تشریح:۔اس مقام سے مولف کثرت طرق اور تعدد طرق کے فوائد بیان کر رہے ہیں۔ کہ اس سے حسن صحیح کے مرتبہ میں آجاتا ہے۔اور اسے صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔اور اس کثرت سے قلت ضبط کی ایک گونہ تلافی ہو جاتی ہے۔

حل لغات:۔ یصحح. مجہول کا صیغہ تفعیل سے۔ انما یحکم. حکم صحت کی علت اس مقام سے بیان کر رہے ہیں۔

تجبر. تلافی. تصلح اور تعوض کے معنی میں۔

قصر. صاد کے ضمہ کے ساتھ۔ کمی اور نقصان۔

ومن ثم. یعنی تعدد طرق سے تلافی ہو جاتی ہے۔

هذا حيث. صحیح یا حسن کا حکم لگانا قطعی طور پر اس وقت ہے جب کہ یہ اوصاف تنہا ہوں۔دو قسم کے وصف جمع نہ ہوں۔

فان جمعا. مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔اس مقام سے وصف حسن و وصف صحیح کے جمع ہونے کی توجیہ ذکر کر رہے ہیں۔

فلتردد. یعنی ایک ہی سند میں جمع ہونا مجتہد کے تردد کی وجہ سے ہے کہ وہ قطعی طور سے ایک فیصلہ نہ کر سکے۔

وصف واحد۔ مراد ایک روایت یا ایک حدیث میں۔

وغیرہ۔ یہ اطلاق ترمذی کے علاوہ یعقوب بن شیبہ ابو علی طوسی اور حسب بیان سخاوی امام بخاری بھی کرتے ہیں۔

فی الناقل۔ نقل کرنے والے راوی میں۔ یعنی راوی کے اختلاف حال وصفات کے اعتبار سے تردد ہوتا ہے کہ ناقل راوی میں یہ شرطیں پورے طور پر پائی جارہی ہیں یا اس میں کمی ہورہی ہے۔

وَ عُرِفَ بِهٰذَا جَوَابُ مَنِ اسْتَشْكَلَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ قَاصِرٌ عَنِ الصَّحِيْحِ كَمَا عُرِفَ مِنْ حَدَّيْهِمَا فَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ اِثْبَاتٌ لِذٰلِكَ الْقُصُوْرِ وَ نَفْيِهِ وَ مُحَصَّلُ الْجَوَابِ اِنْ تُرَدَّدَ اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ فِي حَالِ نَاقِلِهِ اقْتَضٰى لِلْمُجْتَهِدِ اَنْ لاَ يَصِفَهُ بِاَحَدِ الْوَصْفَيْنِ فَيُقَالُ فِيْهِ حَسَنٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَوْمٍ صَحِيْحٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَوْمٍ غَايَةُ مَا فِيْهِ اَنَّهُ حَذَفَ مِنْهُ حَرْفَ التَّرَدُّدِ لِاَنَّ حَقَّهُ اَنْ يَّقُوْلَ حَسَنٌ اَوْ صَحِيْحٌ.

ترجمہ:۔ اور اسی سے جمع بین الوصفین کے اشکال کا جواب بھی معلوم ہو جائے گا۔ پس انھوں نے کہا حسن صحیح سے کمتر ہے۔ جیسا کہ دونوں کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے۔ پس دونوں وصفوں کا جمع ہونا اس کمی کو ظاہر کرنا اور اس کی نفی کرنا ہے۔ پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حدیث کو تردد راوی کے حال میں ہوا ہے۔ جس نے مجتہد کے لئے تقاضا کیا کہ دو وصفوں میں سے کسی ایک کے ساتھ (متعین طور پر) متصف نہ کرے۔ لہٰذا کہہ دیا گیا۔ ایک قوم کے نزدیک اس وصف کا اعتبار کرتے ہوئے حسن ہے۔ اور دوسری جماعت کے نزدیک اس وصف کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح ہے۔ خلاصہ اس باب میں یہ نکلا کہ حرف تردد (او) کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حق تو یہ تھا کہ یہ کہتے حسن ہے یا صحیح۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف اس مشہور شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں جو ایک ہی حدیث میں وصف صحیح و حسن کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

حل لغات:۔ بھذا۔ ترمذی کی مراد جو بیان کیا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

الوصفین۔ یعنی متغایر وصف۔

فقال ۔ یہاں سے اعتراض کی تشریح ہے۔ کہ حسن اور صحیح آپس میں متغایر وصف ہیں جیسا کہ تعریف سے واضح ہے۔

محصل ۔ حاصل جواب کا ذکر ہے۔

حال ناقلہ ۔ یعنی راوی حدیث کے اعتبار سے ہے کہ ایک راوی میں شرائط صحت اور دوسرے اعتبار سے اس میں نقصان اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک یہ راوی شرائط صحت پر اتر رہے ہیں تو دوسرے کے نزدیک حسن کے درجہ میں اتر رہے ہیں۔

للمجتہد ۔ مثلاً ترمذی وغیرہ۔

فیقال ۔ مجہول کے بجائے صیغہ معروف بہتر تھا۔

وصفہ ۔ اول وصف کی ضمیر کا مرجع حسن اور آگے جو آرہا ہے اس کی ضمیر کا مرجع صحیح ہے۔

غایۃ ۔ انجام کار یہ کہا جاسکتا ہے کہ مجتہد کو تردد ہے حسن ہے یا صحیح۔ اس تردد کو ظاہر کرنے والا او تھا اسے حذف کر دیا گیا۔ ذکر کرنا چاہئے تھا حسن او صحیح۔ او کو لفظاً حذف کر دیا اور معنیً مراد لے لیا۔ اب دونوں وصف کا اجتماع نہ ہوگا۔

وَ هٰذَا كَمَا حُذِفَ حَرْفُ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِیْ بَعْدَهٗ وَ عَلٰی هٰذَا فَمَا قِیْلَ فِیْهِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ دُوْنَ مَا قِیْلَ فِیْهِ صَحِیْحٌ لِاَنَّ الْجَزْمَ اَقْوٰی مِنَ التَّرَدُّدِ وَ هٰذَا حَیْثُ التَّفَرُّدِ وَ اِلاَّ اَیْ اِذَا لَمْ یَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاِطْلَاقُ الْوَصْفَیْنِ مَعاً عَلَی الْحَدِیْثِ یَكُوْنُ بِاِعْتِبَارِ الْاِسْنَادَیْنِ اَحَدُهُمَا صَحِیْحٌ وَالْآخَرُ حَسَنٌ وَ عَلٰی هٰذَا فَمَا قِیْلَ فِیْهِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ فَوْقَ مَا قِیْلَ فِیْهِ صَحِیْحٌ فَقَطْ اِذَا كَانَ فَرْدًا لِاَنَّ كَثْرَةَ الطُّرُقِ تُقَوِّیْ۔

ترجمہ :- اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حرف عطف کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ متعدد ہو۔ اسی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ جو حسن صحیح ہو اس کا درجہ کم ہے۔ بمقابلہ اس کے جس کے بارے میں صحیح کہا گیا۔ چونکہ یقین زیادہ قوی ہے تردد سے۔ اور یہ (جواب) اس وقت ہے جب کہ تفرد کے اعتبار سے ہو۔ ورنہ تفرد حاصل نہ ہو (یعنی اسناد میں) تو دونوں وصف کا ساتھ ساتھ اطلاق کرنا ایک حدیث پر دو سند کے اعتبار سے ہوگا۔ کہ ان میں سے صحیح دوسرا حسن۔ اسی بنیاد پر جنکے بارے میں حسن صحیح کہا گیا اس کا درجہ فائق ہوگا اسکے مقابلہ میں جسکے بارے میں صرف صحیح کہا گیا۔ جب کہ فرد ہو۔ چونکہ کثرت طرق سے قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف اولاً حذف کی مثال بیان کر رہے ہیں۔اسکے بعد حسن صحیح اور صرف صحیح کے درمیان بعض موقعوں کا فرق جوایک دقیق امر ہے بیان کر رہے ہیں۔

حل لغات:۔ہذا۔ یعنی او کا حذف۔ جس طرح حرف عطف کو جب کہ خبر متعدد ہو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زید عالم حافظ قاری۔

الذی بعد۔اس جملہ میں دو احتمال عدّ سے مضارع مجہول ہو۔ بمعنی متعدد۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تعدد خبر کے موقع پر واو حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح یہاں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ بعدہ ظرف مانا جائے جو مضاف ہو رہا ہے ضمیر کی جانب۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح معطوف علیہ کے بعد حرف عطف محذوف ہوتا ہے۔ اسی طرح او تردیدیہ بھی محذوف ہوتا ہے۔ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

علی هذا۔ یعنی تردد کی وجہ سے اس کا درجہ ہوگا جس کے متعلق جزم سے صحیح کہا گیا ہوگا۔چونکہ جزم اقوی ہوتا ہے تردد سے۔

حیث التفرد۔ یعنی یہ جواب اسوقت ہے جب کہ سند واحد میں ہو۔ تفرد سے مراد سند کا منفرد ہونا ہے۔

والا۔ یعنی تفرد کے بجائے تعدد سند ہو تو اس کا جواب۔ یہ ہوگا کہ یہ دو وصف حسن اور صحیح کا اجتماع دو سند کے اعتبار سے ہے۔ایک سند میں حسن دوسرے میں صحیح۔

و علی هذا۔اس اعتبار سے حسن صحیح کا درجہ فائق ہو جائے گا بمقابلہ صرف صحیح کے۔ اس وجہ سے کہ اس حدیث کے دو طرق ہو جائیں گے۔ایک حسن۔ دوسرا صحیح۔اور طرق کا تعدد قوت کا باعث ہوتا ہے۔گویا صحیح کے مقابلہ میں اصح ہو گیا

فَاِنْ قِيْلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمِذِیُّ بِاَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ اَنْ يُّرْوٰی مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ فَكَيْفَ يَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لاَ نَعْرِفُهُ اِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَالْجَوَابُ اَنَّ التِّرْمِذِیَّ لَمْ يُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقاً وَ اِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍ مِنْهُ وَقَعَ فِیْ كِتَابِهٖ وَ هُوَ مَا يَقُوْلُ فِيْهِ حَسَنٌ مِنْ غَيْرِ صِفَةٍ اُخْرٰی.

ترجمہ:۔پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے یہ تصریح کی ہے کہ حسن کی شرط یہ ہے کہ اسکی روایت متعدد طرق سے ہو تو وہ بعض احادیث میں کس طرح کہہ دیتے ہیں

”حسن غریب“ کہ اس طریق کے علاوہ ہم کسی طریق کو نہیں جانتے۔ تو جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً حسن کی یہ تعریف نہیں کی ہے یہ تعریف خاص حسن کی ہے۔ جو ان کی کتاب میں واقع ہے۔ وہ اس کے بارے میں صرف حسن کا اطلاق کرتے ہیں بغیر کسی صفت کا لحاظ کئے ہوئے۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے امام ترمذی کے حسن کے ساتھ غریب کے جمع کرنے پر واقع شدہ اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ کہ وہ دونوں کو کس طرح جمع کر دیتے ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی جہاں حسن کے ساتھ غریب کہتے ہیں وہاں حسن سے مراد معروف حسن مراد نہیں لیتے بلکہ ایک خاص قسم کا حسن مراد لیتے ہیں جس کا غریب کے ساتھ جمع ہونا درست اور باعث اعتراض نہیں ہے۔

حل عبارت:۔ الترمذی. جیحون کے قریب ایک مقام ترمذ کی جانب منسوب ہے۔ من غیر وجه۔ ای من غیر طریق واحدٍ. یعنی ایک سے زاید کم از کم دو سند سے مروی ہو۔ نوع خاص. بمعنی لام ہے ای لنوع خاص۔ کتابه۔ مراد جامع ترمذی۔

خیال رہے کہ یہ جواب مذکور تو حافظ کا تھا۔ اس کا دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے۔ غریب کی دو قسم ہے غریب المتن غریب السند۔ جہاں حسن کے ساتھ غریب جمع ہے وہاں مراد غریب السند ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو متعدد صحابہ سے منقول ہو مگر راوی ایک صحابی سے روایت میں منفرد ہو۔ تو اسکا متن تو حسن اور سند غریب ہو جائے گی۔ یہ جمع ہونے کی صورت ہے۔ بعضوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ جمع ہونا اختلاف طرق کے اعتبار سے ہے۔

وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ فِي بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ حَسَنٌ وَ فِي بَعْضِهَا صَحِيْحٌ وِ فِي بَعْضِهَا غَرِيْبٌ وَ فِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَفِ بَعْضِهَا صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ فِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ تَعْرِيْفُهٗ اِنَّمَاوَقَعَ عَلَى الْاَوَّلِ فَقَطْ وَعِبَارَتُهٗ تُرْشِدُ اِلٰى ذٰلِكَ حَيْثُ قَالَ فِي اَوَاخِرِ كِتَابِهٖ وَ مَا قُلْنَا فِي كِتَابِنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٖ حَسَنَ اِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا وَ كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى وَلَا يَكُوْنُ رَاوِيْهِ مُتَّهَماً بِالْكِذْبِ وَ يُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوَ ذٰلِكَ وَ لَا يَكُوْنُ

شَاذًا فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حسنٌ.

ترجمہ:۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کسی حدیث کے بارے میں حسن کہتے ہیں اور کسی کے بارے میں "صحیح" اور کسی کے متعلق غریب اور کسی کے بارے میں حسن غریب اور کسی کے بارے میں "صحیح غریب" اور کسی کے بارے میں حسن صحیح غریب کہہ دیتے ہیں۔ اور تعریف صرف اول کی واقع ہے۔ اور اس کی عبارت اس کی نشاندہی کر رہی ہے۔ جو انھوں نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے۔ کہ وہ جو ہم نے اپنی کتاب میں حسن کہا ہے تو ہم نے اس سے مراد اسناد کے اعتبار سے جو میرے نزدیک حسن ہے وہ مراد لیا ہے کہ جس کی روایت متعدد طرق سے ہو۔ اور اس کا راوی کذب سے متہم نہ ہو۔ اور شاذ نہ ہو۔ یہی میرے نزدیک حسن ہے۔ (خیال رہے کہ یہاں حسن کے لئے اتصال سند۔ غیر معلل ہونا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے)۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جو جواب دیا ہے خود امام ترمذی نے بھی ترمذی کے آخر میں یہی جواب دیا ہے کہ حسن سے میرے نزدیک یہ ہے جس کی بنیاد پر صحیح اور غریب اس کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ مزید مولف امام ترمذی کے صنیع کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ حسن کو غریب و صحیح کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں اور انفراداً بھی ذکر کرتے ہیں۔

حل عبارت:۔ وقع علی الاول. جہاں تنہا حسن ہے وہاں حسن کی جو مشہور تعریف ہے وہ مراد ہے۔ یہی اول ہے۔

کتابہ. مراد اس سے سنن ترمذی ہے۔

به : ای الحسن۔ يُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ. اَیْ لَمْ یَكُنْ فَرْداً . بَلْ جَاءَ مِنْ وَجْهٍ آخر:نحو ذلک: مجرور پڑھا جائے تو غیر وجهٍ کی صفت۔ نصب پڑھا جائے تو حال بنے گا۔ ای لا یکون راوی الثانی متهماً بالکذب

فَعُرِفَ بِهٰذَا اَنَّهُ انما عَرَّفَ الَّذِىْ يَقُوْلُ فِيْهِ حَسَنٌ فَقط اَمَّا مَا يَقُوْلُ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اَوْ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اَوْ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ. فَلَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى تَعْرِيْفِهٖ كَمَالَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى تَعْرِيْفِ مَايَقُوْلُ فِيْهِ صَحِيْحٌ فَقَطْ اَوْ غَرِيْبٌ فَقَطْ فَكَاَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ

اِسْتِغْنَاءً بِشُهْرَتِهٖ عَنْ اَهْلِ الْفَنِّ وَ اِقْتَصَرَ عَلٰى تَعْرِيْفِ مَا يَقُوْلُ فِيْهِ فِيْ كِتَابِهٖ حَسَنٌ فَقَطْ اِمَّا لِغُمُوْضِهٖ وَ اِمَّا لِاَنَّهٗ اِصْطِلَاحٌ جَدِيْدٌ وَ لِذٰلِكَ قَيَّدَهٗ بِقَوْلِهٖ عِنْدَنَا وَلَمْ يَنْسِبْهُ اِلٰى اَهْلِ الْحَدِيْثِ كَمَا فَعَلَ الْخَطَّابِيُّ وَ بِهٰذَا التَّقْرِيْرِ يَنْدَفِعُ كَثِيْرٌ مِنَ الْاِيْرَادَاتِ الَّتِيْ طَالَ الْبَحْثُ فِيْهَا وَلَمْ يُسْفِرْ وَجْهُ تَوْجِيْهِهَا وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى مَا اَلْهَمَ وَ عَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ بس اسی سے معلوم ہو گیا کہ انھوں نے تعریف اس کی کی ہے جہاں وہ صرف وہ حسن کہتے ہیں۔ اور جس حدیث کے بارے میں وہ حسن صحیح۔ یا حسن غریب۔ یا حسن صحیح غریب کہتے ہیں وہاں اس تعریف کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ اختیار کیا حسن کے بارے میں صرف صحیح یا صرف غریب کہتے ہیں۔ تو گویا اہل فن کے نزدیک مشہور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنی تعریف میں صرف حسن کی تعریف پر اکتفا کیا یا تو غامض ہونے کی وجہ سے یا ایک نئی اصطلاح کی وجہ سے اسی وجہ سے تو عندنا کی قید کے ساتھ مقید کیا اور کسی ارباب حدیث کی جانب اس کی نسبت نہیں کی۔ جیسا کہ خطابی نے کی ہے۔ اس جواب سے بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے جس کی بحث طول ہے۔ اور اس کی کوئی خاص توجیہ بھی ظاہر نہیں ہے۔ پس خدا ہی کی تعریف ہے کہ انھوں نے الہام کیا اور سکھلایا۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے امام ترمذی کے ضابطے اور صنیع کو ذکر کر رہے ہیں۔ کہ جہاں وہ حسن کے ساتھ کسی اور وصف غریب وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں یہ تعریف مذکور مراد نہیں لیتے۔ جیسا کہ صرف صحیح یا صرف غریب میں۔ نیز انھوں نے صرف حسن کی تعریف ذکر کی ہے دیگر کو ترک کر دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ رائج اور مشہور ہے اور حسن کی اس وجہ سے کہ وہ ذرا مشکل و غامض تھا یا اس وجہ سے امام ترمذی ایک نئی اصطلاح اس میں اختیار کر رہے ہیں جس سے لوگ واقف نہیں۔ اسی وجہ سے عندنا کہا ہے اور اس تعریف کی کسی محدث کی جانب نسبت نہیں کی۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے۔

حل عبارت: بہذا۔ مراد اس سے ماقلنا فی کتابنا سے جو تعریف کی ہے۔ جس کی ابتدا کل حدیث مروی الخ

فلم یعرج. تعرج سے عرج علی الشی. اقام علی الشی بمعنی لم یمل.
اقتصر. صرف حسن کی تعریف کی ہے اپنی اصطلاح کے مقرر کرنے کی وجہ سے۔
اھل حدیث. مراد واقفین فن حدیث۔
بھذ التقریر. مراد دو سند کی صورت میں الگ الگ سند کے اعتبار سے حسن غریب ہونا۔
یسفر. اسفار سے ماخوذ بمعنی منکشف ہونا۔ یعنی ان شبہات کا بھی جواب ہو گیا جس کی کوئی مضبوط توجیہہ منکشف نہیں۔ یعنی مولف کے جواب سے سارے اعتراضات دفع ہو جائینگے۔

وَزِيَادَةُ رَاوِيْهِمَا اَیْ الْحَسَنِ وَالصَّحِيْحِ مَقْبُوْلَةٌ مَالَمْ تَقَعْ مِنًا فِيْهِ لِرِوَايَةِ مَنْ هُوَ اَوْثَقُ مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةَ لِاَنَّ الزِّيَادَةَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ لَا تُنَافِی بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ رِوَايَةِ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهَا فَهٰذِهٖ تُقْبَلُ مُطْلَقاً لِاَنَّهَا فِی حُكْمِ الْحَدِيْثِ الْمُسْتَقِلِ الَّذِیْ يَتَفَرَّدُ بِهِ الثِّقَةُ وَلَا يَرْوِيْهِ عَنْ شَيْخِهٖ غَيْرُهُ وَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ مُنَافِيَةً بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنْ قُبُوْلِهَا رَدُّ الرِّوَايَةِ الْاُخْرٰی فَهٰذِهٖ هِیَ الَّتِی يَقَعُ التَّرْجِيْحُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ مُعَارِضِهَا فَيُقْبَلُ الرَّاجِحُ وَ يُرَدُّ الْمَرْجُوْحُ.

ترجمہ:- اور ان دونوں یعنی حسن و صحیح کے رواۃ کی زیادتی مقبول ہے۔ جب کہ حواس سے اوثق ہو اس کے خلاف روایت نہ ہو جس سے یہ زیادتی منقول نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ زیادتی یا تو ایسی ہو گی کہ اس کے اور اس روایت کے درمیان کوئی منافات نہ ہو گی۔ تو یہ مطلقا قبول کی جائے گی چونکہ یہ مستقل اس حدیث کے حکم میں ہو گی جس میں ثقہ کا تفرد ہو رہا ہو۔ اور اس نے اپنے شیخ سے اس کے علاوہ کوئی روایت نہ کی ہو۔ یا (زیادتی میں) ایسی منافات ہو گی کہ اس کے قبول کرنے سے دوسرے کا رد کرنا ہو گا۔ بس یہی وہ صورت ہے کہ اس کے اور اس کے معارض کے درمیان ترجیح کی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ پس راجح کا قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

تشریح:- مولف اس مقام سے زیادتی متن کی تفصیل اور اس کی قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ بعض مقام پر زیادتی قبول کر لی جاتی ہے اور بعض مقام پر نہیں کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں۔ مقبول، محفوظ، شاذ، معروف، منکر۔

حل عبارت: مقبولة. اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو کسی ثقہ راوی کی زیادتی پر مشتمل

ہو جو اوثق کے خلاف نہ ہو۔ یعنی اوثق نے اس زیادتی کو ذکر نہ کیا ہو۔ اگر زیادتی متساوی ثقہ بیان کرے تو روایت میں توقف کیا جائے گا۔

نقع۔ ای الزیادۃ۔ لاتنافی۔ بمعنی لاتعارض۔

بینہا۔ یعنی وہ روایت جس میں زیادتی ذکر کی گئی ہے۔ فہذہ۔ الزیادۃ۔

مطلقاً۔ خواہ لفظ میں ہو یا معنی میں ہو۔ خواہ کوئی حکم شرعی متعلق ہو یا نہ ہو۔

ولا یرویہ۔ تفرد کی تعریف یا تفسیر ہے۔

الترجیح۔ یعنی مرجح کے پائے جانے کی صورت میں اگر مرجح نہ ہو تو توقف کیا جائیگا۔

فیقبل۔ سبب ترجیح کی وجہ راجح کو قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

وَ اشْتُهِرَ عَنْ جَمِيْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَلْقَوْلُ بِقُبُوْلِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقاً مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ وَ لاَ يَتَاتّٰى ذٰلِكَ عَلٰى طَرِيْقِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يَشْتَرِطُوْنَ فِي الصَّحِيْحِ اِلاَّ اَنْ يَّكُوْنَ شَاذّاً ثُمَّ يُفَسِّرُوْنَ الشُّذُوْذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَنْ اَوْثَقُ مِنْهُ. وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ عَنْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ مَعْ اِعْتِرَافِهٖ بِاِشْتِرَاطِ اِنْتِفَاءِ الشُّذُوْذِ فِي حَدِّ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَ كَذٰلِكَ الْحَسَنُ.

ترجمہ:۔ بلا کسی تفصیل کے علماء کی ایک جماعت سے مطلقاً زیادتی کا قول منقول ہے۔ محدثین کے طریقہ پر یہ درست نہیں۔ جو کہ صحیح کے لئے شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ پھر شاذ کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ جس میں ثقہ کسی اوثق کی مخالفت نہ کرے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو ان میں سے غافل ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اعتراف ہے کہ صحیح میں شاذ نہ ہونے کی شرط ہے اسی طرح حسن میں بھی۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے ان پر رد کر رہے ہیں جو مطلقاً زیادتی کو قبول کر لیتے ہیں۔ کہ انکا نظریہ اصول محدثین کے خلاف ہے۔ اور خود ان کے اس قول میں تعارض ہے کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونا بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حل عبارت: جمع من العلما۔ مراد اس سے فقہا و اصحاب حدیث ہیں جیسا کہ خطیب نے ذکر کیا ہے۔

لا ینافی۔ بمعنی لا یستقیم ہے یعنی درست بات نہیں ہے۔

ممن غفل۔ جو محدثین کی اس شرط سے کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونا شرط لازم ہے۔ غافل ہیں۔

مع اعترافه۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے مقام پر وہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ شاذ نہ ہونا حسن و صحیح کیلئے ثابت کرتے ہیں اور دوسری جانب اوثق کے خلاف روایت قبول کر لیتے ہیں۔

الحسن۔ مجرور ہے۔ عطف ہے الصحیح پر۔

وَالْمَنْقُوْلُ مِنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ كَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَ يَحْيٰى الْقَطَّانِ وَ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَ يَحْيٰى بْنِ مَعِيْنٍ وَ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَاَبُوْزُرْعَةَ الرَّازِيِّ وَ اَبِيْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيِّ وَ الدَّارِ قُطْنِيِّ وَغَيْرِهِمْ اِعْتِبَاراً لِلتَّرْجِيْحِ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالزِّيَادَةِ وَغَيْرِهَا وَلاَ يُعْرَفُ عَنْ اَحَدٍ مِنْهُمْ اِطْلاَقُ قُبُوْلِ الزِّيَادَةِ وَ اَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ اِطْلاَقُ كَثِيْرٍ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ الْقَوْلَ بِقُبُوْلِ زِيَادَةِ الثِّقَةِ مَعَ اَنَّ نَصَّ الشَّافِعِيِّ يَدُلُّ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ.

ترجمہ:- ائمہ حدیث مثلاً عبد الرحمٰن بن مہدی، یحیٰی بن القطان، احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، علی بن المدینی، امام بخاری، ابوزرعہ رازی، ابو حاتم، نسائی، دار قطنی وغیرہم سے زیادتی وغیرہ کی صورت ترجیح کا اعتبار منقول ہے۔ ان میں سے کسی سے بھی مطلقاً زیادتی کا قبول کرنا منقول نہیں ہے۔ بڑی حیرت ہے کہ بہت سے حضرات شوافع سے مطلقاً ثقہ کی زیادتی کا قبول کرنا منقول ہے۔ حالانکہ امام شافعی سے صراحۃً اس کے خلاف منقول ہے۔

تشریح:- مطلقاً زیادتی کا قبول کرنا جمہور محدثین کے خلاف ہونا بیان کر رہے ہیں جن میں بعض ماہرین فن کے ناموں کو بھی ذکر کیا ہے۔ بعض شوافع نے بھی مطلقاً زیادتی کو قبول کیا ہے اس پر رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں خود امام شافعی نے بھی اسے قبول نہیں کیا پھر ان کے متبعین کس طرح قبول کر رہے ہیں اور امام کے خلاف راستہ اختیار کر رہے ہیں۔

حل عبارت: والمنقول۔ یہ ترکیب میں مبتدا ہے۔ اور اعتبار والترجیح خبر ہے۔

ولا یعرف۔ مجہول کا صیغہ۔ القول۔ منصوب ہے۔

غیر ذلک۔ یعنی زیادتی کو مطلقاً قبول نہ کرنا۔

فَاِنَّهُ قَالَ فِيْ اَثْنَاءِ كَلاَمِهٖ عَلٰى مَا يُعْتَبَرُ بِهٖ حَالُ الرَّاوِيْ فِي الضَّبْطِ مَا نَصُّهٗ وَ

يَكُوْنُ إِذَا شَرِكَ اَحَدًا مِنَ الْحُفَّاظِ لَمْ يُخَالِفْهُ فَإِنْ خَالَفَهُ فَوُجِدَ حَدِيْثُهُ اَنْقَصَ كَانَ فِي ذَالِكَ دَلِيْلٌ عَلىٰ صِحَّةِ مَخْرَجِ حَدِيْثِهٖ وَ مَتىٰ خَالَفَ مَا وَصَفَ اَضَرَّ ذٰلِكَ بِحَدِيْثِهٖ اِنْتَهىٰ كَلَامُهُ . وَ مُقْتَضَاهُ اَنَّهُ اِذَا خَالَفَ فَوُجِدَ حَدِيْثُهُ اَزْيَدَ اَضَرَّ ذٰلِكَ بِحَدِيْثِهٖ فَدَلَّ عَلىٰ اَنَّ زِيَادَةَ الْعَدْلِ عِنْدَهُ لاَ يَلْزَمُ قُبُوْلُهَا مُطْلَقًا وَ اِنَّمَا يُقْبَلُ مِنَ الْحُفَّاظِ فَاِنَّهُ اِعْتَبَرَ اَنْ يَّكُوْنَ حَدِيْثُ هٰذَا الْمُخَالِفِ اَنْقَصَ مِنْ حَدِيْثِ مَنْ خَالَفَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَ جَعَلَ نُقْصَانَ هٰذَا الرَّاوِي مِنَ الْحَدِيْثِ دَلِيْلاً عَلىٰ صِحَّتِهٖ لِاَنَّهُ يَدُلُّ عَلىٰ تَحَرِّيْهِ وَ جَعَلَ مَا عَدَا ذٰلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيْثِهٖ فَدَخَلَتْ فِيْهِ الزِّيَادَةُ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَقْبُوْلَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرَّةً بِحَدِيْثِ صَاحِبِهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:-امام شافعی نے اس بحث کے دوران جہاں راوی کے ضبط کی بحث کی ہے فرمایا ہے "جب راوی کسی حافظ کے ساتھ روایت میں شریک ہو تو اسکے مخالف نہ ہو۔ اگر اس نے مخالفت کی اور اسکی حدیث میں کمی ہوئی تو یہ دلیل ہے کہ اسکی حدیث صحت سے خارج ہے۔ اور جب راوی مخالفت کریگا اس کی جو میں نے ذکر کیا تو اس سے اس حدیث کو نقصان پہونچے گا۔" اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب راوی مخالفت کرے پھر اپنی حدیث کو حافظ کی حدیث سے زائد پائے تو یہ (ممانعت کے ساتھ زیادتی) نقصان پہونچائے گا راوی کی حدیث کی وجہ سے۔ بس دلالت کیا کہ انکے نزدیک عادل کی زیادتی قبول کرنا لازم نہیں ہے۔ البتہ حافظ کی زیادتی قبول کی جائیگی پس امام شافعی نے اعتبار کیا کہ اس مخالف کی روایت انقص ہوگی اسکی مخالف کی حدیث کے مقابلہ میں یعنی حافظ کی حدیث سے۔ اور انھوں نے راوی حدیث کی کمی روایت کو صحت کی دلیل قرار دی ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کے احتیاط پر دال ہے۔ اور اسکے غیر کو مضر روایت قرار دیا ہے۔ پس زیادتی داخل ہو جائے گی، پس اگر زیادتی مطلقا مقبول ہوتی تو صاحب زیادتی کی روایت مضر نہ ہوتی۔

تشریح:-اس مقام سے مولف بعض شوافع نے جو زیادتی کو مطلقاً قبول کر کے امام کے خلاف عمل اختیار کر رہے ہیں خود امام شافعی کی عبارت سے اس کی تردید کر رہے ہیں۔

حل عبارت: فی اثناء کلامه. جہاں ضبط راوی کی بحث ذکر کی ہے۔

مانصه. یعنی اس کی عبارت سے منصوص ہے۔ مفہوم اور مطلب نہیں ہے۔

یکون۔ اسکا فاعل راوی ہے۔ لم یخالفه۔ فاعل راوی مفعول حافظ ہے۔ یعنی حق یہ ہے کہ راوی حافظ کی مخالفت نہ کرے۔ زیادتی میں نہ نقصان میں۔

فان خالفه۔ یعنی راوی حافظ کی۔ حافظ سے مراد اوثق یا ثقہ ہے۔

انقص۔ یعنی حافظ کی روایت سے کم۔

خالف۔ راوی۔ ماوصفت۔ ای ما ذکرتُ۔

مقتضاه۔ امام شافعی کے کلام کا خلاصہ۔ راوی عادل ثقہ و حافظ کے خلاف زیادتی نقل کرے تو یہ معتبر نہیں۔ ہاں کمی معتبر ہے۔ جو احتیاط کی دلیل ہے۔ پھر مسلک شافعی کے حاملین نے مطلقاً کس طرح قبول کر لیا۔

فانه۔ یعنی امام شافعی۔ من الحفاظ۔ یہ بیان ہے من خالفه کا۔

جعل۔ ای الشافعی۔ صحته۔ ان صحة الحدیث۔

تحریه۔ تفعل سے۔ شدت احتیاط۔ ماعدا۔ نقصان کے علاوہ۔ یعنی زیادتی۔

فیه۔ ای فی ما عدا ذلک۔ مطلقاً۔ یعنی خواہ اوثق کے خلاف زیادتی ہو یا نہ ہو۔

لم تکن۔ ای الزیادة۔ مضرةً۔ یعنی باعث ضعف۔

مطلب یہ ہے کہ امام شافعی کے کلام کا خلاصہ معروف بالحفظ والثقہ کی زیادتی مطلقاً قابل قبول نہیں جیسا کہ ابو بکر صیرفی اور خطیب کا قول ہے۔ ہاں کمی معتبر ہے جو احتیاط کی دلیل ہے پھر مسلک شافعی کے حاملین نے مطلقاً زیادتی کو کس طرح تسلیم کر لیا۔ گویا انھوں نے اپنے امام و مقتدی کی مخالفت کی۔ جو شان اقتداء کے خلاف ہے۔

فَاِنْ خُوْلِفَ بِاَرْجَحَ مِنْهُ لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ اَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وَجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَحْفُوْظُ وَ مُقَابِلُهُ وَ هُوَ الْمَرْجُوحُ يُقَالُ لَهُ الشَّاذُ مَثَالُ ذٰلِكَ مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَجُلاً تُوُفِّىَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ وَلَمْ يَدَعْ وَ ارِثاً اِلاَّ مَوْلًى هُوَ اَعْتَقَهُ اَلْحَدِيْثَ وَ تَابَعَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَلٰى وَصْلِهٖ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ وَ خَالَفَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ اِبْنَ عَبَّاسٍ

قَالَ اَبُو حَاتِمٍ اَلْمَحْفُوْظُ حَدِيْثُ ابنِ عُيَيْنَةَ اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ . فَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ اَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَ مَعَ ذٰلِكَ رَجَّحَ اَبُوْ حَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ اَكْثَرُ عَدَداً مِنْهُ وَ عُرِفَ مِنْ هٰذَا التَّقْرِيْرِ اَنَّ الشَّاذَ مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفاً لِمَنْ هُوَ اَوْلٰى مِنْهُ وَ هٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ فِي تَعْرِيْفِ الشَّاذِ بِحَسْبِ الْاِصْطِلَاحِ.

ترجمہ: - پس اگر ایسے ارجح کی مخالفت کی جائے جو ضبط یا کثرت عدد یا اس کے علاوہ کسی وجوہ ترجیح میں اس سے فائق ہو توراجح کو اور اس کے مقابل کو مرجوح جسے شاذ کہا جاتا ہے۔
اسکی مثال ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی وہ مثال ہے جو ابن عیینہ کے طریق سے عمر بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس مروی ہے کہ ایک شخص کی بعہد نبوت وفات ہوگئی اس نے کوئی وارث سوائے غلام کے جس نے اسے آزاد کیا تھا نہیں چھوڑا تھا۔ الحدیث۔ ابن جریج وغیرہ نے اس حدیث کے موصول بیان کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت کی اور حماد بن زید نے اس کی (وصل کی) مخالفت کی۔ پس عن عوسجہ روایت کی اور عن ابن عباس کو چھوڑ دیا (یعنی مرسل) ابو حاتم نے کہا کہ ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ انتہی کلامہ۔ پس حماد بن زید اہل عدالت و ضبط میں ہے۔ اس کے باوجود ابو حاتم نے اس روایت کو ترجیح دی جو تعداد کے اعتبار سے اس سے اکثر ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاذ وہ ہے جس کو مقبول روایت کرے۔ اپنے سے فائق جو اس کی مخالفت کرتے ہوئے اصطلاح میں شاذ کی یہی تعریف معتبر ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف شاذ محفوظ کی تعریف مع مثالوں سے وضاحت کر رہے ہیں۔
کسی ثقہ راوی کی روایت ارجح کے خلاف ہو تو ثقہ کی روایت کو شاذ اور ارجح کو محفوظ کہا جائے گا۔ جیسے ابن عیینہ نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے اس روایت کو موصول ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے بھی اسکی موافقت کی ہے۔ مگر ایک راوی حماد نے اسے مرسل ہی بیان کیا ہے۔ یعنی بلا واسطہ ابن عباس کے جو صحابی ہیں اور ابن عینہ حماد کے مقابلہ میں ارجح ہے کثرت تعداد کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی حدیث کو راجح کہا جس سے یہ تو محفوظ ہو گیا اور حماد کی مرسل روایت شاذ ہو گئی۔

حل عبارت: خولف۔ مراد اس سے صحیح یا حسن کے راوی ہیں خواہ مخالفت سند میں ہو یا متن میں۔ بارجح۔ یعنی راوی ارجح کی۔ او غیر ذلک۔ مثلاً علو سند فقہ راوی وغیرہ۔

کثرہ عدد۔ خیال رہے کہ راوی کے حفظ واتقان کے مقابلہ میں کثرت عدد اولیٰ ہوتا ہے۔
المحفوظ۔چونکہ خطا سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔
مقابلہ۔ بکر الباء۔ معتقاً۔ بالفتح۔غلام۔ آزاد کردہ۔
وصلہ۔ ای وصل ھذا الحدیث۔
رواہ۔ یعنی مرسل روایت کی۔ کلامہ۔ "مراد ابو حاتم کا کلام۔"
اکثر عدداً۔یعنی حماد کے مقابلہ میں ضابطہ ہے۔ اذا کثرت کانت اثبت من الواحد
الشاذ. ما رواہ المقبول مخالفاً۔ خواہ مخالفت متن میں ہو یا سند میں۔
ھٰذ الذی ۔یعنی جو میں نے ثابت کیا۔
المعتمد۔ جمہور اصولیین کے نزدیک یہی تعریف ہے صاحب مستدرک کے یہاں ارجح کے مخالف ہونا شرط نہیں۔امام احمد اور دیگر بعض محدثین کے نزدیک یہ تعریف ہے۔جو "سند واحد" سے مروی ہو۔

وَ اِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوْفُ وَ مُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَارَوَاهُ ابْنُ اَبِی حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حُبَيْبٍ وَ هُوَ اَخُوْ حَمْزَةَ ابْنِ حَبِيْبِ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِی عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنِ الْعَيزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتَى الزَّكٰوةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ وَ صَامَ وَ قَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ . قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ لِاَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ مَوْقُوْفاً وَ هُوَ الْمَعْرُوْفُ وَ عُرِفَ بِهٰذَا اَنَّ بَيْنَ الشَّاذِ وَالْمُنْكَرِ عُمُوْماً وَ خُصُوْصاً مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّ بَيْنَهُمَا اِجْتِمَاعًا فَبِاشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ وَ اِفْتِرَاقاً فِی اَنَّ الشَّاذَ رِوَايَةُ ثِقَةٍ اَوْ صَدُوْقٍ وَالْمُنْكَرُ رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ وَ قَدْ غَفَلَ مَنْ سَوّٰى بَيْنَهُمَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

ترجمہ:-اگر مخالفت واقع ہے ضعف راوی کے ساتھ تو راجح کو معروف کہا جائے گا اور اس کے مقابل کو منکر کہا جائے گا۔اس کی مثال وہ ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب جو حمزہ کے بھائی ہیں ابن حبیب الزیات المقری عن ابی اسحٰق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے کہ جس نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا

کی بیت اللہ کا حج کیا اور روزہ رکھا اور مہمان کو کھلایا جنت میں داخل ہوگا۔ ابو حاتم نے کہا یہ منکر ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کی ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ اس سے سمجھ میں آگیا کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم من وجہ کا فرق ہے۔ چونکہ دونوں کے درمیان مخالفت کی شرط میں اشتراک ہے۔ اور فرق یہ ہے کہ شاذ میں ثقہ یا صادق کی روایت ہوتی ہے۔ اور منکر ضعیف کی اور وہ غافل ہے جس نے دونوں کو متساوی قرار دیا۔

تشریح:۔ اس مثال سے مولف معروف و منکر کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان من وجہ کا فرق ہے۔ جنھوں نے دونوں کو متساوی قرار دیا اس کی تردید کر رہے ہیں۔

راوی ضعیف نے راوی ثقہ کی مخالفت کی ہے تو ثقہ کی روایت معروف اور ضعیف کی روایت منکر ہوگی۔ مثلاً کتاب میں دیکھئے ابو حاتم نے ابن عباس کے واسطے موصولاً روایت کی ہے اور اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحٰق سے اسی کو موقوف بیان کیا ہے لہٰذا موصول منکر اور موقوف معروف ہوگا۔

منکر اور شاذ کے درمیان من وجہ کا فرق ہے۔ اس کی دلیل اجتماع و افتراق کا جمع ہونا ہے۔ مخالفت کے ساتھ یہ اشتراکی مادہ ہے۔ شاذ کا ثقہ منکر کا ضعیف ہونا یہ افتراقی مادہ ہے۔ لہٰذا تساوی کا قول جس کے قائل بعض ہیں درست نہیں۔

حل عبارت: مع الضعف ۔ راوی ضعیف ہو سوء حفظ یا جہالت کی وجہ سے۔

حبیّب۔ اول یاء کی تشدید کے ساتھ ثانی باء کی تخفیف کے ساتھ ہے۔

قری الضیف۔ فتح قاف کے ساتھ مہمانی کرنا۔

عرف هذا۔ ماقبل کی تفصیل کہ شاذ کا راوی ثقہ منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے۔

و قد غفل من سوّی۔ رد ہے ابن صلاح پر کہ دونوں کو مساوی قرار دیا ہے۔ اور منکر کو شاذ کہا ہے۔

منکر کی ایک اور تعریف: جس کا راوی فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔ خواہ ثقہ کی مخالفت کرے یا نہ کرے۔

وَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْفَرْدِ النِّسْبِي اِنْ وُجِدَ بَعْدَ ظَنِّ كَوْنِهٖ فَرْدًا قَدْ وَافَقَهٗ غَيْرُهٗ

فَهُوَ الْمُتَابِعُ بِكَسْرِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْمُتَابَعَةُ عَلٰى مَرَاتِبَ اِنْ حَصَلَتْ لِلرَّاوِى نَفْسُهٗ فَهِيَ التَّامَّةُ وَ اِنْ حَصَلَتْ لِشَيْخِهٖ فَمَنْ فَوْقَهٗ فَهِيَ الْقَاصِرَةُ وَيُسْتَفَادُ مِنْهَا التَّقْوِيَةُ مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ التَّامَّةِ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي "الْاُمِّ" عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَ عِشْرُوْنَ فَلَاتَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْ الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَااللَّفْظِ ظَنَّ قَوْمٌ اَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ مَالِكٍ فَعَدُّوْهُ فِي غَرَائِبِهٖ لِاَنَّ اَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ لٰكِنْ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِي مُتَابِعاً وَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ كَذٰلِكَ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ عَنْ مَالِكٍ وَ هٰذِهٖ مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ.

ترجمہ:- فرد نسبی کا ذکر ما قبل میں کیا گیا ہے۔ اس کے فرد کے گمان کے بعد اگر اس کا کوئی موافق پایا جائے تو اس کو متابع کہا جائے گا با کے کسرہ کے ساتھ۔ اور متابع کے چند مراتب ہیں۔ اگر عین اسی راوی سے حاصل ہے تو اسے تامہ کہا جاتا ہے۔ اگر شیخ یا اوپر سے حاصل ہے تو اسے قاصرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے متابعت تامہ کی مثال وہ ہے جسے امام شافعی نے کتاب الام میں نقل کیا ہے۔ کہ مالک نے ابن دینار کے واسطے سے ابن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے بس تاوقتیکہ چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو اور نہ روزہ ختم کرو۔ تاوقتیکہ چاند کو نہ دیکھ لو پس اگر بادل چھا جائے تو ۳۰ دن پورے کرو۔ پس اسی حدیث کو امام مالک سے روایت کرنے میں ایک جماعت نے امام شافعی کو منفرد گمان کیا۔ بس انھوں نے اسے غریب میں شمار کر لیا۔ چونکہ امام کے دیگر اصحاب اسی سند سے حدیث کو اس لفظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ "فان غم علیکم فاقدرو له" لیکن ہم نے امام شافعی کا متابع پایا ہے۔ وہ محمد بن سلمه القعنبی عن مالک کی روایت ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے۔ یہ متابعت تامہ ہے۔

وَ وَجَدْنَا لَهٗ اَيْضاً مُتَابَعَةً قَاصِرَةً فِي صَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ رِوَايَةِ عَاصِمِ بْنِ

مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ بِلَفْظِ فَكَمِّلُوْا ثَلٰثِيْنَ وَ فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ فَاقْدُرُوْا ثَلٰثِيْنَ وَ لَا اِقْتِصَارَ فِي هٰذِهِ الْمُتَابَعَةِ سَوَاءٌ كَانَتْ تَامَّةً اَوْ قَاصِرَةً عَلَى اللَّفْظِ بَلْ لَوْ جَاءَتْ بِالْمَعْنٰى لَكَفٰى لٰكِنَّهَا مُخْتَصَّةٌ بِكَوْنِهَا مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ.

ترجمہ:- نیز ہم نے اس کا متابعت قاصرہ بھی پایا ہے جو صحیح بن خزیمہ میں عاصم ... کی روایت بن عمر کے واسطے سے ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ "فکملوا ثلثین" اور صحیح مسلم میں ابن عمر کے واسطے سے ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ قدروا ثلثین اور اس متابعت میں کوئی حصر نہیں خواہ تامہ ہو یا قاصرہ۔ اسی لفظ کے ساتھ حتی کہ معنی کے اعتبار سے آجائے تب بھی لیکن یہ خاص ہے کہ اسی صحابی کے ساتھ ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف متابعت قاصرہ کی مثال جو خود مؤلف کی یافت ہے ذکر کر رہے ہیں۔

حل تعریف: اگر متابعت راوی کے شیخ سے اوپر میں ہو تو متابعت قاصرہ۔

حل عبارت: وجدنا له۔ ای للشافعی۔

لو جاء ت ۔ ای المتابعة ۔ لکنها ای المتابعة ۔ یعنی متابع بکسر اور متابع بالفتح کے لئے ضروری ہے کہ دونوں ایک ہی راوی سے ہو۔

وَ اِنْ وُجِدَ مَتْنٌ يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ صَحَابِيٍّ آخَرَ يُشْبِهُ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى اَوْ فِي الْمَعْنٰى فَقَطْ فَهُوَ الشَّاهِدُ وَ مِثَالُهُ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ قَدَّمْنَاهُ مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيْثَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ بْنِ عُمَرَ سَوَاءٌ فَهٰذَا بِاللَّفْظِ وَ اَمَّا بِالْمَعْنٰى فَهُوَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ وَ خَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ مِمَّا حَصَلَ مَا لِلَّفْظِ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ اَمْ لَا وَالشَّاهِدُ بِمَا حَصَلَ بِالْمَعْنٰى كَذٰلِكَ " وَ قَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَ بِالْعَكْسِ وَالْاَمْرُ فِيْهِ سَهْلٌ".

ترجمہ:۔اگر کوئی ایسا متن پایا گیا جس میں دوسرے صحابی کی روایت لفظ اور معنی کے اعتبار سے مشابہ ہو۔یا صرف معنی کے اعتبار سے ہو۔ تو وہ شاہد ہے۔اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔جس کی روایت نسائی نے محمد بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔انھوں نے ذکر کیا عبد اللہ بن دینار عن بن عمر کی طرح۔ پس یہ شاہد لفظی ہے۔اور بہر حال معنوی تو وہ ہے جس کی روایت بخاری نے محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ ان الفاظ سے کی ہے۔ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین. ایک جماعت نے متابعت کو خاص کیا ہے جو لفظو کے ساتھ ہو۔خواہ اس صحابی کی روایت ہو یا نہ ہو۔اور شاہد وہ ہے جو معنی کے اعتبار سے ہو۔کبھی متابعت کا اطلاق شاہد پر ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی اور یہ بات آسان ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف شاہد کی تشریح کر رہے ہیں۔اور یہ کہ شاہد اور متابع کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔شاہد کی تعریف۔وہ متن حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے ساتھ موافق ہو خواہ لفظاً معنیً دونوں یا صرف معنی ہو۔جیسے نسائی کی حدیث ابن عباس موافق ہے امام شافعی کی ابن عمر والی حدیث کے اس لئے یہ اس کا شاہد ہوگی اور یہ لفظاً ومعنیً دونوں طرح موافق ہے۔اور بخاری کی روایت جو ابن زیاد عن ابی ہریرہ ہے یہ معنیً کی مثال ہے۔خیال رہے کہ اس مقام پر ایک دوسری تحقیق یہ ہے کہ موافقت لفظی میں متابع اور متابع معنوی میں شاہد ہوگا۔

حل عبارت: متن. مراد فرد نسبی کا متن ہے جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

فھو۔یعنی مشابہ۔ ماقدمناہ۔یعنی امام شافعی کی روایت۔فہذا۔یعنی الشاہد۔

خص۔ یعنی معنوی موافقت ہو خواہ صحابی وہی ہوں یا نہ ہوں۔

والامر فیہ سھل. مقصد اس سے تقویت کا حصول ہے خواہ شاہد کے طور پر ہو یا متابع ہو۔مقصد حاصل ہو جائے گا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ تَتَبُّعَ الطُّرُقِ مِنَ الْجَوَامِعِ وَالْمَسَانِيْدِ وَالْاَجْزَاءِ لِذٰلِكَ الْحَدِيْثِ الَّذِیْ يُظَنُّ اَنَّهٗ فَرْدٌ لِيُعْلَمَ هَلْ لَهٗ مُتَابِعٌ اَمْ لَا هُوَ الْاِعْتِبَارُ وَ قَوْلُ ابْنِ صَلَاحٍ مَعْرِفَةُ الْاِعْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ قَدْ يُوْهِمُ اَنَّ الْاِعْتِبَارَ قَسِيْمٌ لَهُمَا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ

بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ اِلَيْهِمَا وَ جَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيْمِهٖ بِاِعْتِبَارِ مَرَاتِبِهٖ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:- جاننا چاہئے کہ جوامع مسانید اجزاء کے طرق کی تلاش کرنا اس حدیث کے واسطے جس کے متعلق گمان ہو کہ یہ فرد ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا متابع ہے کہ نہیں اعتبار ہے۔ اور ابن صلاح کا یہ قول کہ معرفۃ الاعتبار والمتابعات والشواہد۔ یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اعتبار ان دونوں کا قسیم ہے۔ سو ایسی بات نہیں بلکہ ان دونوں کی طرف پہونچنے کی ایک ہیئت ہے۔ اور مقبول کی تمام قسمیں جو ماقبل میں گذری ہیں انکی تقسیم کا فائدہ مراتب کے اعتبار سے معارضہ کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً اعتبار کی تعریف کر رہے ہیں پھر ابن صلاح کے قول سے پیدا شدہ وہم کو دور کر رہے ہیں۔ اعتبار۔ جوامع مسانید اور اجزاء کتب حدیث کی روایت فرد کے متعلق یہ تلاش و جستجو کہ اسکو کسی دوسرے نے بھی روایت کیا ہے یا نہیں اعتبار ہے۔

حل عبارت: الجوامع۔ جامع کی جمع۔ جس میں آٹھ اہم مباحث پر مشتمل احادیث ہوں۔ بعضوں نے کہا جس کی ترتیب فقہی ابواب کی ترتیب کے موافق ہو۔ بعضوں نے کہا حروف ہجائیہ کی ترتیب سے ابواب ہوں۔ جیسے کتاب الایمان پھر کتاب البر پھر کتاب الثواب۔ جیسے کنزل العمال وغیرہ یا اوائل احادیث کی ترتیب حروف سے ہو جیسے سیوطی کی جامع صغیر۔

مسانید۔ جو اسماء صحابی کی ترتیب سے ہو جیسے مسند احمد بن حنبل، مسند ابو یعلی۔

اجزاء۔ جس میں ایک باب یا شیخ کی احادیث جمع کی گئی ہو۔

متابع ام لا۔ اسی طرح شاہد کی تلاش۔

ھو۔ اسی کیفیت سے مقصد سے تلاش کرنا۔

قد یوھم۔ چونکہ انھوں نے الاعتبار والمتابعات کہا حالانکہ اعتبار المتابعات والشواھد کہنا چاہئے تھا۔

الیھما۔ المتابع والشاھد۔ یعنی متابع اور شواہد کی طرف پہونچنے کا نام اعتبار ہے۔ تو قسم کیسے ہو سکتا ہے۔ قسم تو تباین ہوتا ہے۔

و جمیع ما تقدم۔ مطلب یہ ہے کہ تعارض کے وقت ان قسموں کا فائدہ حاصل ہوتا۔

مثلاً صحیح لذاتہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ حسن لغیرہ میں لذاتہ کو تقدم حاصل ہوگا۔ چنانچہ احادیث کے مختلف مراتب صحیح حسن ضعیف کے درمیان ترجیح کا اعتبار ایک مسلم اصول ہے۔

ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ يَنْقَسِمُ اَيْضًا اِلٰى مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ لِاَنَّهٗ اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ اَىْ لَمْ يَاْتِ خَبَرٌ يُضَادُّهٗ فَهُوَ الْمُحْكَمُ وَ اَمْثِلَتُهٗ كَثِيْرَةٌ وَ اِنْ عُوْرِضَ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مُعَارِضُهٗ مَقْبُوْلاً مِثْلَهٗ اَوْ يَكُوْنَ مَرْدُوْداً وَالثَّانِى لَا اَثَرَ لَهٗ لِاَنَّ الْقَوِىَّ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيْفِ وَ اِنْ كَانَتِ الْمُعَارَضَةُ بِمِثْلِهٖ فَلَا يَخْلُوْا اِمَّا اَنْ يُّمْكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِغَيْرِ تَعَسُّفٍ اَوْلَا فَاِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ.

ترجمہ:- پھر مقبول منقسم ہوتا ہے معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف اسلئے کہ اگر وہ تعارض سے محفوظ ہے یعنی ایسی خبر نہیں آرہی ہے جو اس کے متضاد ہو۔ تو وہ محکم ہے۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اگر تعارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا معارض وہ مقبول ہوگا جو اس کے مثل ہوگا۔ یا مردود ہوگا۔ ثانی کو کوئی اثر نہیں اس لئے قوی میں ضعیف کی مخالفت موثر نہیں ہوتی اگر تعارض مثل کے ساتھ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں کے مدلول کے درمیان بلا کسی تکلف کے تطبیق ممکن ہوگا یا نہیں اگر تطبیق ممکن ہے تو اس قسم کو مختلف الحدیث کہا جاتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف خبر مقبول کی دوسری قسم محکم۔ پھر مختلف الحدیث کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس دوسری قسم کے تحت حدیث کی ۷ قسمیں ہیں۔

حل عبارت: معارضہ باہم حدیث پاک کا اس طور پر ہونا کہ ایک پر عمل کرنا دوسرے کے ترک کو مستلزم ہو۔

متعارض وہ حدیثیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ محکم۔ وہ ہے جس کے خلاف و متعارض کوئی حدیث نہ ہو۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ اشد الناس عذاباً یوم القیمة یتشبهون بخلق الله ۔ رواہ الحاکم

ان یکون معارضه ۔را کے کسرہ کے ساتھ۔

مثله ۔یعنی صحیح یا حسن۔ الثانی ۔ای المردود.

لا اثر له. جب معارض ہی نہیں تو متعارض کیسے ہوگا۔
یمکن الجمع. مثلاً تاویل کی جائے یا تخصیص وتقیید کے ذریعہ۔
تعسف . نامناسب ونا موضوع تاویل جو کھینچ تان کر کی جائے۔
لا یمکن . یعنی جمع وتطبیق ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو مگر تکلف سے۔
فھو . حدیث معارض. جس کی تطبیق ممکن ہو۔
مختلف الحدیث. لام کے کسرہ کے ساتھ۔ بمعنی جس حدیث کا مفہوم ومدلول مختلف ہو۔ علامہ طیبی نے ناسخ منسوخ اور وہ حدیث جس پر ترجیح سے عمل کیا جائے اسی مختلف الحدیث میں داخل مانا ہے۔

وَ مَثَّلَ لَهُ اِبْنُ الصَّلاَحِ بِحَدِیْثِ لاَ عَدْویٰ وَ لاَ طِیَرَةَ مَعْ حَدِیْثِ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الاَسَدِ كِلاَهُمَا فِی الصَّحِیْحِ وَ ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ وَ وَجْهُ الْجَمْعِ بَیْنَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الاَمْرَاضَ لاَ تُعْدِیْ بِطَبْعِهِمَا لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ مُخَالَطَةَ الْمَرِیْضِ بِهَا لِلصَّحِیْحِ سَبَبًا لِاِعْدَائِهِ مَرَضَهُ ثُمَّ قَدْ یَتَخَلَّفُ ذٰلِكَ عَنْ سَبَبِهِ كَمَا فِی غَیْرِهِ مِنَ الْاَسْبَابِ كَذاَ جَمَعَ بَیْنَهُمَا اَبْنُ الصَّلاَحِ تَبْعاً لِغَیْرِهِ وَالْاَوْلیٰ فِی الْجَمْعِ بَیْنَهُمَا اَنْ یُّقَالَ اَنَّ نَفْیَهُ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلیٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ لِلْعَدْویٰ بَاقٍ عَلیٰ عُمُوْمِهِ وَ قَدْ صَحَّ قَوْلُهُ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلیٰ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ لاَ یُعْدِیْ شَیٌٔ شَیْئاً وَ قَوْلُهُ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ عَارَضَهُ بِاَنَّ الْبَعِیْرَ الْاَجْرَبَ یَكُوْنُ فِی الْاِبِلِ الصَّحِیْحَةِ فَیُخَالِطُهَا فَتُجْرِبُ حَیْثُ رَدَّ عَلَیْهِ بِقَوْلِهِ فَمَنْ اَعْدیٰ الاَوَّلَ یَعْنِی اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِبْتَدَأَ ذٰلِكَ فِی الثَّانِی كَمَا ابْتَدَأَهُ فِی الْاَوَّلِ.

ترجمہ:- ابن صلاح نے یہ حدیث مثال میں پیش کی ہے۔ لا عدوی۔ مرض کا تعدیہ نہیں ہے۔ جس کا تعارض حدیث فر من المجذوم الخ مجذوم سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ کہ دونوں صحیح ہے اور بظاہر متعارض ہیں تطبیق کی توجیہہ یہ ہے کہ یہ امراض بالطبع تو متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ مریض کی مخالطت سے تندرست کو بھی مرض پہونچنے کا سبب بنادیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا جیسا کہ اس کے علاوہ دوسرے اسباب سے۔ اسی طرح ابن صلاح نے بھی دونوں کے درمیان دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے

تطبیق دی ہے (میرے نزدیک) دونوں کے درمیان تطبیق کی یہ صورت بہتر ہے کہ یہ کہا جائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ کی نفی کو عموم پر باقی رکھا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ کسی شی کا تعدیہ نہیں ہوتا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اسکے بارے میں جس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ جب خارشی اونٹ مل جاتا ہے تو تندرست کو بھی خارشی بنادیتا ہے۔ تو آپنے رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے کو کس نے پہونچایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی نے دوسرے کو بھی ڈالا جس طرح اس نے پہلے کو ابتداءً ڈالا تھا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مختلف حدیث کی مثال پیش کررہے ہیں۔ کہ لاعدوی کا تعارض فرّ من المجذوم سے ہے۔ اور دونوں کے تطبیق کی ایسی صورت ہے کہ تعارض جاتا رہے۔ لا عدوی کا مفہوم ہے کہ مرض بالذات متعدی نہیں ہوتا۔ اور فرّ من المجذوم کا مطلب یہ ہے کہ مخالطت کے سبب اللہ پاک مرض متعدی کردیتا ہے۔

حافظ کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر باقی ہے۔ کہ اس کے عموم کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہورہی ہے۔

حل عبارت: لاعدوی۔ اعداء مصدر سے۔ دعوی کے وزن پر ہے۔ دوسرے تک تجاوز کرنا۔ لا طیری۔ علامہ نووی نے اسے عِنَبَةٌ کے وزن پر اور صاحب النہایہ نے خیرۃُ کے وزن پر کیا ہے۔ فرّ۔ راء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ۔

جذام۔ مرض کوڑھ۔ جَذَم سے ماخوذ یعنی قطع۔ چونکہ اس مرض میں گوشت کٹ کر گرتا ہے

فِرارك۔ منصوب بنزع الخافض ہے کفرارك لہا۔

کلاھما صحیح۔ دونوں صحیح حدیث میں سے اول کی تخریج امام مسلم اور امام احمد نے اور ثانی کی تخریج شیخین نے کی ہے۔

لا عداء له مرضه۔ اعداء باب افعال کا مصدر اور مرض اس کا مفعول ہے۔

ثمّ قد یتخلف ذلک۔ ای الاعداء۔ عن سببه۔ ای مخالطة۔ یعنی کبھی مخالطت سے بھی تعدیہ نہیں ہوتا جیسا کہ عموماً تیمارداروں کو۔ معلوم ہوا کہ بالذات موثر نہیں۔ یعنی مخالطت سے تعدیہ کلیہ نہیں۔

ردّ علیه۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کے گمان پر کہ مخالطت سے تعدیہ ہوتا ہے

رد کرتے ہوئے کہا۔ کما ابتدأ ۔جس طرح اس نے پہلے اونٹ کو مریض کیا اسی طرح اس نے دوسرے کو بھی مرض دیا۔

وَ اَمَّا الْاَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِئَلاَّ يَتَّفِقَ الشَّخْصُ الَّذِىْ يُخَالِطُهٗ شَىْءٌ مِنْ ذٰلِكَ بِتَقْدِيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِبْتِدَاءً لاَ بِالْعَدْوٰى الْمَنْفِيَّةِ فَيَظُنَّ اَنَّ ذٰلِكَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهٖ فَيَعْتَقِدُ صِحَّةَ الْعَدْوٰى فَيَقَعُ فِى الْحَرَجِ فَاَمَرَ بِتَجَنُّبِهٖ حَسْماً لِلْمَادَّةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ قَدْ صَنَّفَ فِى هٰذَا النَّوْعِ الْاِمَامُ الشَّافِعِىؒ كِتَابَ اِخْتِلاَفِ الْحَدِيْثِ لٰكِنَّهٗ لَمْ يَقْصِدْ اِسْتِيْعَابَهٗ وَ صَنَّفَ فِيْهِ بَعْدَهٗ اِبْنُ قُتَيْبَةَ وَالطَّحَاوِىُّ وَ غَيْرُهُمَا.

ترجمہ:- بہر حال مجذوم سے بھاگنے کا حکم سو وہ سدّ ذرائع کے باب سے ہے تاکہ اختلاط کرنے والے شخص کو اس مرض میں سے کچھ اتفاقاً ہو جائے۔ جو اللہ کی تقدیر سے ہو نہ کہ تعدیہ کی وجہ سے تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ اس اختلاط سے ہوا ہے۔ اور وہ یہ عقیدہ رکھ لے کہ مرض کا تعدیہ صحیح ہے۔ اور وہ حرج میں پڑ جائے۔

پس آپ نے عادۃً جاری شدہ کی بنیاد کو ختم کرنے کیلئے احتیاط کا حکم دیا۔ "واللہ اعلم" اس باب میں امام شافعی نے اختلاف الحدیث نام سے کتاب لکھی ہے۔ لیکن انھوں نے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا۔ اسکے بعد ابن قتیبہ اور امام طحاوی نے اور ان کے علاوہ نے لکھا۔

مقصد:- مولف مجذوم سے فرار کے حکم کی حکمت بیان کر رہے ہیں کہ یہ سد ذرائع کے قبیلہ سے ہے۔ یعنی اختلاط سے مرض ہو جائے تو وہ اختلاط ہی کو سبب مرض نہ سمجھ جائے اس لئے اختلاط سے ابتداءً آپ نے منع فرمادیا۔ تاکہ وہم فاسد کا سبب ہی منقطع ہو جائے۔

حل عبارت:- باب سد ذرائع ۔یعنی اسباب کے دروازہ کو ہی بند فرمادیا جس سے سوءِ عقیدہ میں گرفتار ہو۔

یخالطہ۔ یعنی مجذوم۔ شئ یتفق کا فاعل ہے۔

الحرج۔ تنگی ۔گناہ بد اعتقادی۔ بالذات مرض کو متعدی سمجھنا اہل سنت والجماعۃ کے اصول کے خلاف ہے۔ اسی لئے اختلاط سے اولاً روک دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ارض طاعون میں جانے کی ممانعت ہے۔

لم يقصد۔ بمعنی عدم استیعاب کے ہے۔ ورنہ ان کے مقصد کا کیا علم۔
ابن قتیبه۔ یہ امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں۔ امام طحاوی کی اس کتاب کا نام مشکل الآثار ہے۔
وَ اِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلاَ يَخْلُوْا اِمَّا اَنْ يُعْرَفَ التَّارِيْخُ اَوْلاَ فِاِنْ عُرِفَ وَ ثَبَتَ الْمُتَاخِّرُ بِهٖ اَوْ بِاَصْرَحَ مِنْهُ فَهُوَ النَّاسِخُ وَالآخَرُ الْمَنْسُوْخُ وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُتَاخِّرٍ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلىٰ الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهُ نَاسِخاً مَجَازٌ لِاَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَ يُعْرَفُ النَّسْخُ بِاُمُوْرٍ اَصْرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الاٰخِرَةَ وَ مِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِاَنَّهُ مُتَاخِّرٌ كَقَوْلِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ آخِرَ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارِ اَخْرَجَهُ اَصْحَابُ السُّنَنِ۔

ترجمہ:- اگر دونوں کے درمیان جمع اور تطبیق ممکن نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تاریخ کی معرفت ہو گی یا نہیں اور معرفت ہو جائے اور متاخر ہونا ثابت ہو جائے یا اس سے زاید کوئی صریح امر معلوم ہو جائے تو یہ ناسخ منسوخ ہے۔ نسخ کے معنی حکم شرعی کا اٹھ جانا ہے۔ کسی ایسی دلیل شرعی سے جو اس سے متاخر ہو۔ ناسخ وہ ہے جو رفع مذکور پر دلالت کرے۔ اور اس کا ناسخ نام رکھنا مجاز ہے۔ اس لئے کہ ناسخ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔ اور نسخ چند امور سے پہچان لیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ صریح وہ ہے جو خود نص میں واقع ہو جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ کی حدیث میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب زیارت کیا کرو یہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔ اسی میں سے وہ بھی ہے جو صحابی یقین کے ساتھ بیان کرے کہ یہ متاخر ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول۔ آخری عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ممامست النار سے وضو نہ کرنے کا تھا اس کی تخریج اصحاب سنن نے کی ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے ناسخ و منسوخ کی تعریف و مثال بیان کر رہے ہیں۔
تعریف۔ وہ حدیث ہے جو صحت کے درجہ میں برابر ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو مگر تاریخ یا نص سے ایک دوسرے کا مقدم و موخر معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونا ثابت ہو جائے۔

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔
حل عبارت: - فان عرف۔ یعنی خود نص سے مقدم و موخر ہونے کا علم ہو جائے۔
اصرح۔ یعنی تاریخ سے زیادہ صریح۔
نسخ۔ لغت میں مٹانا۔ زائل کرنا۔ اصطلاح میں کسی حکم شرعی کو اٹھا دینا۔ اس کا تعلق امر سے ہوتا ہے خبر سے نہیں۔
مجازاً۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو ناسخ ماننا خلاف حقیقت ہے۔
فی النص۔ کتاب و سنت دونوں کو شامل ہے۔ سنن۔ یعنی سنن اربعہ۔

وَ مِنْهَا مَا يُعرَفُ بِالتَّارِيْخِ وَ هُوَ كَثِيْرٌ وَ لَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيْهِ الصَّحَابِي الْمُتَاخِّرُ الْإِسْلاَمُ مُعَارِضاً لِلْمُتقَدَّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ سَمِعَهُ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ اَقْدَمُ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُوْرِ اَوْ مِثْلُهُ فَاَرْسَلَهُ لٰكِنْ اِنْ وَقَعَ التَّصْرِيْحُ بِسَمَاعِهٖ لَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَيَتَّجِهُ اَنْ يَّكُوْنَ نَاسِخًا بِشَرْطِ اَنْ يَّكُوْنَ لَمْ يَتَحَمَّلْ عَنِ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَبْلَ اِسْلاَمِهٖ وَ اَمَّا الْاِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ: - اور انہیں میں سے وہ ہے جو تاریخ سے معلوم ہو۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اور یہ نسخ میں داخل نہیں جو متاخر الاسلام صحابی سے سنا ہو متقدم مذکور صحابی سے بھی پہلے کا ہو۔ یا اسی کے مثل۔ پس اس نے ارسال کر دیا ہو۔ لیکن اگر صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا ثابت ہو جائے تو ناسخ کی توجیہہ کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس نے اسلام سے قبل اسلام کی کسی روایت کا تحمل نہ کیا ہو۔ اور بہر حال اجماع تو وہ ناسخ نہیں بلکہ نسخ پر دال ہے۔
مقصد: متقدم الاسلام اور متاخر الاسلام صحابی کی متعارض روایت سے جو نسخ کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا اس مقام سے ازالہ فرمارہے ہیں۔ کہ موخر مقدم کے حق میں ناسخ ہوتا ہے۔ نسخ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ متقدم صحابی روایت نقل کرتے ہیں اور صحابی کے بجائے سیدھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ اگر بلاواسطہ روایت کی تصریح کر دیں تو نسخ کا احتمال ہو سکتا ہے۔
حل عبارت: منہا۔ وہ امور جن سے نسخ کا علم ہوتا ہے۔

تاریخ کے ذریعہ نسخ کی مثال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول افطر الحاجم والمحجوم۔ اور ان النبی صلی الله علیه و آله وصحبه و سلم احتجمه۔امام شافعی نے فرمایا کہ ناسخ ہے چونکہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے اور اول سن ایک ہجری کا فرمان مبارک ہے۔

معارضا۔ بکسر را فاعل کا صیغہ ہے۔

ان یکون۔ ای المتاخر۔ سمعه ای ما یرویه یعنی مرویات۔

ارسله۔ یعنی صحابی جس سے سنا اس کے نام کو حذف کر کے سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں بکثرت ہے۔

بشرط ان یکون لم یتحمل۔ اس لئے کہ اگر اس نے اسلام سے قبل تحمل کیا اور روایت اسلام کے بعد کی تو یہ درست ہے۔

اما الاجماع۔ اجماع جوامت کی جانب سے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کے لئے ناسخ نہیں۔ اور یہ بھی توجیہہ ہو سکتی ہے کہ اجماع بعد وفات معتبر ہے۔ اور بعد وفات نسخ نہیں۔ اس لئے اجماع ناسخ تو نہیں البتہ مظہر نسخ ہوتا ہے۔ سخاوی کا قول ہے کہ اجماع نہ آپ کی حیات میں اور نہ بعد وفات نسخ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اجماع سے دلالت نسخ کی مثال چوتھی مرتبہ کے شارب خمر کا قتل ہے کہ یہ اجماع سے منسوخ ہے۔

وَ اِنْ لَمْ يُعْرَفِ التَّارِيْخُ فَلاَ يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُّمْكِنَ تَرْجِيْحُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْمَتَنِ اَوْ بِالْاِسْنَادِ اَوْلاَ فَاِنْ اَمْكَنَ التَّرْجِيْحُ تَعَيَّنَ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ وَاِلاَّ فَلاَ فَصَارَ مَا ظَاهِرُهُ التَّعَارُضُ وَاقِعاً عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ اَلْجَمْعُ اِنْ اَمْكَنَ فَاِعْتِبَارُ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ فَالتَّرْجِيْحُ اِنْ تَعَيَّنَ ثُمَّ التَّوَقُّفُ عَنِ الْعَمَلِ بِاَحَدِ الْحَدِيْثَيْنِ وَالتَّعْبِيْرُ بِالتَّوَقُّفِ اَوْلٰى مِنَ التَّعْبِيْرِ بِالتَّسَاقُطِ لِاَنَّ خِفَاءَ تَرْجِيْحِ اَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ اِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ لِلْمُعْتَبِرِ فِى الْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ مَعَ اِحْتِمَالِ اَنْ يَّظْهَرَ لِغَيْرِهِ مَا خَفِىَ عَلَيْهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:۔ پس اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ترجیح کی صورتوں میں سے کسی صورت سے جس کا تعلق متن یا اسناد سے ممکن ہو گا یا

نہیں اگر ترجیح ممکن ہو تو اسی کا اختیار کرنا متعین ہے۔ ورنہ تو پھر نہیں۔ پس جس کے ظاہر میں تعارض ہو اسی ترتیب سے واقع ہوگا کہ تطبیق دی جائے گی اگر ممکن ہو۔ پھر ناسخ و منسوخ کا اعتبار کرنا ہوگا۔ پھر ترجیح اگر ممکن ہو سکے تو یہ معین ہے۔ پھر توقف عمل ہے دو حدیثوں میں سے ایک پر۔ اور توقف کی تعبیر تساقط کی تعبیر سے بہتر ہے اس لئے ایک کا دوسرے پر ترجیح کا مخفی ہونا موجودہ حالت میں معتبر کے اعتبار سے ہے اس احتمال کے ساتھ کہ کسی دوسرے پر یہ مخفی ظاہر ہو جائے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

مقصد: مولف اس مقام سے مقبول کی پانچویں اور چھٹی قسم راجح و مرجوح اور متوقف فیہ اپنے انداز سے بیان کر رہے ہیں۔ راجح مرجوح۔ وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہو نہ تطبیق ممکن نہ تقدم و تاخر کا علم ہو مگر ترجیح ممکن ہو تو جس کو ترجیح دی جائے گی وہ راجح جس پر ترجیح دی جائے مرجوح کہا جاتا ہے۔ متوقف فیہ۔ وہ متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں۔ نہ تطبیق ممکن ہو نہ تقدم و تاخر کا علم ہو نہ ترجیح دی جا سکتی ہو۔

حل عبارت: ترجیح۔ کسی شی کو راجح قرار دینا۔ اصلاح میں معارض پر قوت کی علامتوں کا پایا جانا۔ بالاسناد۔ سند کی وجوہ ترجیح مثلاً اصح ہونا۔ ثقہ ہونا راوی کا فقیہ ہونا وغیرہ۔

و الآ۔ یعنی و ان لم یکن الترجیح۔ فلا۔ ای فلا یتعین المصیر الی الترجیح۔ بل یتوقف۔ ظاهره۔ یعنی بظاہر۔ اس لئے کہ واقع اور حقیقت کے اعتبار سے دو نص میں تعارض نہیں ہوتا۔

علی هذا الترتیب۔ یعنی اولاً تطبیق کی شکل۔ پھر تقدم و تاخر کے معلوم ہونے کی صورت میں ناسخ و منسوخ پھر ترجیح کی صورت ورنہ تو پھر توقف کی صورت اور یہ آخری شکل ہے۔

الجمع ان امکن۔ ای اختیر الجمع ان امکن۔

فاعتبار۔ فا تعقیبیه ہے۔ یعنی جمع ممکن نہ ہو پھر ناسخ کا اعتبار۔

ثم التوقف۔ یعنی اس وقت تک توقف کیا جائے گا جب کہ اس کا حکم اور اس کا مفہوم واضح نہ ہو جائے۔

والتعبیر۔ یعنی تساقط کے مقابلہ میں توقف کی وجہ ذکر کر رہے ہیں کہ مشہور قاعدہ اذا

تعارضا تساقطا کے اعتبار سے متساقط نہیں رکھا اس لئے کہ اس میں سقوط تھوڑے ہی ہوتا ہے سبب ترجیح کے عدم ظہور کی وجہ سے معاملہ عمل کر رہا ہے۔

فالنسبة للمعتبر۔ یعنی اس معتبر کے اعتبار سے اس میں توقف ہے۔ دوسرے کے اعتبار سے نہیں چونکہ احتمال ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اس پر واقف ہو یا آئندہ کسی پر ظاہر ہو جائے اور توقف جاتا رہے۔

الحالة الراهنه۔ ای الحالة الحاضرة۔ مرهن بمعنی دام اور ثبت۔ یعنی یہ توقف اور جس حاضر کے اعتبار سے ہے کہ لہ دائما۔

ان یظهر۔ یعنی اس مخفی شی کا علم ہو جائے جسکی وجہ سے توقف ہوا کہ فوق کل ذی علم علیم۔

ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ . وَ مُوْجَبُ الرَّدِّ اَمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِسِقْطٍ مِنَ اِسْنَادٍ اَوْ طَعْنٍ فِي رَاوٍ عَلٰى اِخْتِلَافِ وُجُوْهِ الطَّعْنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِاَمْرٍ يَرْجِعُ اِلٰى دِيَانَةِ الرَّاوِى اَوْ اِلٰى ضَبْطِهٖ فَالسِّقْطُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ تَصَرُّفِ مُصَنِّفٍ اَوْ مِنْ آخِرِهٖ اَىْ الْاِسْنَادِ بَعْدَ التَّابِعِيِّ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَالْاَوَّلُ اَلْمُعَلَّقُ سَوَاءٌ كَانَ السَّاقِطُ وَاحِدًا اَمْ اَكْثَرَ وَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْمُعْضَلِ الْآتِي ذِكْرُهٗ عُمُوْمٌ وَ خُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ فَمِنْ حَيْثُ تَعْرِيْفِ الْمُعْضَلِ بِاَنَّهٗ سَقَطَ مِنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا يَجْتَمِعُ مَعَ بَعْضِ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ وَ مِنْ حَيْثُ تَقْيِيْدِ الْمُعَلَّقِ بِاَنَّهٗ مِنْ تَصَرُّفِ الْمُصَنِّفِ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ يَفْتَرِقُ عَنْهُ اِذْ هُوَ اَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ .

ترجمہ:- پھر مردود اور اسباب رد یا تو سقط سند کی وجہ سے ہو یا طعن راوی کی وجہ سے وجوہ طعن کے اختلاف کے ساتھ عام ہو اس طرح کہ اس کا مرجع خواہ راوی کی دیانت ہو یا ضبط۔ پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداء سند میں ہوگا یا آخر سند میں تابعی کے بعد ہوگا یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی۔ تو اول کا نام معلق ہوگا برابر ہے خواہ ساقط ہونے والا ایک ہو یا زائد۔ اس کے اور معضل جس کا ذکر آگے آرہا ہے عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ پس معضل کی تعریف کی حیثیت سے کہ دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ۔ اور معلق میں اس قید کی حیثیت کے ساتھ۔ کہ مبادی سند میں مصنف کے تصرف سے سقوط ہو۔ جدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اس سے عام ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مردود اور اس کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی معلق، مرسل، معضل منقطع۔

خیال رہے کہ کسی حدیث کے نا قابل قبول۔ رد کے یہ اسباب ہیں۔ (۱) سقط۔ (۲) طعن۔ راوی کا سند میں حذف یا جھوٹ مانا سقط ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سقط واضح۔ سقط خفی۔ سقط واضح کے اعتبار سے حدیث مردود کی چار قسمیں ہیں۔ معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

معلق۔ جس کی سند کا ابتدائی حصہ مصنف کے تصرف سے حذف کر دیا گیا ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

حل عبارت: المردود۔ جس کو قبول کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ اس پر عمل کرنا درست نہیں۔

اما ان یکون ای مردہ یا موجب رد یعنی رد یا رد کا موجب۔ سقط۔ راوی کا حذف ہونا۔

فی راوٍ یعنی سند کے راوی۔

وجوہ الطعن ۔اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

من مبادی السند۔ یعنی آغاز سند۔ من تبعیضیہ ہے۔ یعنی مصنف کے تصرف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔

من آخرہ ۔ ای آخر السند۔ بعد التابعی۔ یعنی وہ راوی جو تابعی کے بعد ہو۔

غیر ذلک ۔ یعنی اول اور آخر کی قید کے بغیر۔ الاول جہاں حذف ابتداء سند سے ہو۔

ام اکثر۔ ایک سے زاید حتی کہ اگر ساری سند بھی حذف کر دی گئی تب بھی معلق کا اطلاق ہوتا ہے۔

بینہ و بین المعضل۔ یعنی معلق و معضل کے درمیان نسبت ' ن وجہ کی ہے۔ آغاز سند سے متعدد راوی ساقط ہونگے تو معلق و معضل دونوں ہونگے۔ اگر صرف اوائل سند سے ہو تو معلق خواہ ایک راوی ہو یا متعدد اگر درمیان سند سے ہو تو معضل۔

وَ مِنْ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ اَنْ يَحْذِفَ جَمِيْعَ السَّنَدِ وَ يُقَالُ مَثَلاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَ مِنْهَا اَنْ يَحْذِفَ اِلاَّ الصَّحَابِىَّ اَوْ اِلاَّ التَّابِعِىَّ وَ الصَّحَابِىَّ مَعاً وَ مِنْهَا اَنْ يَحْذِفَ مَنْ حَدَّثَهُ وَ يُضِيفَهُ اِلَى مَنْ فَوْقَهُ فَاِنْ كَانَ مِنْ فَوْقِهِ شَيْخاً لِذَالِكَ الْمُصَنِّفِ فَقَدْ اِخْتَلَفَ فِيْهِ هَلْ يُسَمّٰى تَعْلِيْقاً اَوْلاَ وَالصَّحِيْحُ

فِي هٰذَا التَّفْصِيْلِ فَاِنْ عُرِفَ بِالنَّصِّ اَوِالْاِسْتِقْرَاءِ اَنَّ فَاعِلَ ذٰلِكَ مُدَلِّسٌ قُضِيَ بِهٖ وَ اِلاَّ فَتَعْلِيْقٌ وَ اِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيْقُ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ وَ قَدْ يُحْكَمُ بِصِحَّتِهٖ اِنْ عُرِفَ بِاَنْ يَجِيْئَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهٍ آخَرَ.

ترجمہ:- معلق کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمام سند حذف کردی جائے۔ مثلاً یوں کہا جائے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی میں یہ بھی اہے کہ حذف کردیا جائے سوائے صحابی یا تابعی کے یا صحابی تابعی دونوں کے سوا۔ اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ حدیث روایت کرے اور اپنے اوپر کی طرف نسبت کردے پس جو اوپر ہے اس کا شیخ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام تعلیق رکھا جائے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر نص یا استقراء سے معلوم ہو جائے اس کا کرنے والا مدلس ہے تو تدلیس کا حکم لگایا جائے گا۔ ورنہ معلق ہوگا۔ اور معلق کو مردود کی قسم میں مانا گیا ہے۔ محذوف کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے۔ اگر کسی دوسرے مقام پر تعیین کردی گئی ہو تو اس پر بھی صحیح کا حکم لگادیا جائے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تعلیق کی مختلف صورتوں اور قسموں کو بیان کررہے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں: (۱) بلاواسطہ معلق قالَ رسول الله صلی الله علیه وسلم کہہ دے۔ (۲) صحابی یا تابعی کے سوا سب کو حذف کردیا جائے۔ (۳) صحابی و تابعی دونوں کے علاوہ سب کو حذف کردیا جائے۔ جیسے عن الاعرج عن ابی هریره. (۴) اپنے شیخ جس سے روایت کی ہے حذف کردے۔ شیخ کے شیخ کی طرف نسبت کردے۔ لیکن اب اگر اوپر کا شیخ اس کا استاذ ہے تو اس میں اختلاف ہے تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والا کوئی مدلس ہے تو مدلس ورنہ معلق کہا جائے گا۔

معلق مردود میں داخل ہے۔ اس کے مردود ہونے کی وجہ۔ راوی محذوف کا مجہول الحال ہونا ہے۔ معلق کو کبھی خارجی اسباب و قرائن کی وجہ سے قبول کرلیا جاتا ہے۔ اگر دوسری سند میں راوی محذوف کی تعیین ہو جائے اور ضابطہ صحت کے موافق ہو تو اسے صحیح میں داخل کردیا جاتا ہے۔

حل عبارت: ان یحذف۔ یعنی تمام سند کے رواۃ کو

من حدثه۔ یعنی جس سے وہ روایت کر رہا ہے۔ یعنی شیخ کو۔
بالنص۔ یعنی ائمہ حدیث کی تصریح سے۔ ذلک۔ یعنی الحذف۔
مدلس۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ والا۔ ای ان لم یعرف انہ مدلس۔
مسمیٰ ۔ای موصوفا باسمہ ونسبہ۔ محذوف راوی کے نام ونسب کی تعیین ہو جائے۔

فَاِنْ قَالَ جَمِيْعُ مَنْ اَحْذَفُهٗ ثِقَاتٌ جَاءَ تْ مَسْئَلَةُ التَّعْدِيْلِ عَلَى الْاِبْهَامِ وَ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لَا يُقْبَلُ حَتّٰى يُسَمّٰى لٰكِنْ قَالَ اِبْنُ الصَّلَاحِ هُنَا اِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِىْ كِتَابٍ اُلْتُزِمَتْ صِحَّتُهٗ كَالْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ فَمَا اَتٰى فِيْهِ بِالْجَزْمِ دَلَّ عَلٰى اَنَّهٗ ثَبَتَ اِسْنَادُهٗ عِنْدَهٗ وَ اِنَّمَا حَذَفَ لِغَرَضٍ مِنَ الْاَغْرَاضِ وَ مَا اَتٰى فِيْهِ بِغَيْرِ الْجَزْمِ فَفِيْهِ مَقَالٌ وَ قَدْ اَوْضَحْتُ اَمْثِلَةَ ذٰلِكَ فِى النُّكَتِ عَلَى اِبْنِ الصَّلَاحِ.

ترجمہ:- پس وہ اگر یہ کہے جن تمام راویوں کو میں نے حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ مسئلہ تعدیل مبہم کا ہے یہ جمہور کے نزدیک غیر مقبول ہے تاوقتیکہ نام متعین نہ کر دی جائے۔ لیکن ابن صلاح نے کہاکہ اگر حذف اس کتاب میں واقع ہو جس میں صحت کا التزام کیا گیا ہو تو جیسے بخاری مسلم۔ پس جو اس میں یقین کے ساتھ ہو تو اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ اس کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے۔ اور کسی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا ہے اور جو بغیر تعیین کیساتھ ہو تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کی مثالوں کو نکت بن صلاح (کتاب کا نام) میں ذکر کیا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف معلق کی اس صورت کو بیان کر رہے ہیں جس میں مصنف تمام رواۃ حدیث جو محذوف ہو اس کو ثقہ قرار دے۔ محدثین نے اسے تعدیل مبہم قرار دیا ہے۔ جمہور نے اسے قبول نہیں کیا ہے تاوقتیکہ متعین نہ ہو جائے خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ تعدیل مبہم بلا تعیین اسم کے قبول نہیں۔ ابن صلاح نے کہاکہ جن مولفین نے صحت کا التزام کیا ہے ان کے وہ تعلیقات جو یقینی کلمات مثلاً قال ذکر وغیرہ کے ساتھ مذکور ہوں تو وہ صحیح اور مقبول ہوں گے اور جو قیل کے ساتھ ہوں وہ غیر مقبول ہوں گے۔

حل عبارت: قولہ جاءت۔ یہ ناقصہ ہے۔ جیسے جاءت حاجتک۔
یسمی۔ نام ونسب کی تعیین۔ الجمہور۔ اسی میں خطیب اور ابو بکر صیرفی بھی داخل ہیں۔

ما اتی۔ اس کا فاعل یا تو الکتاب یا صاحب کتاب قرار دیا جائے۔
بالجزم۔ صیغہ جزم کے ساتھ۔ جیسے قال ذکر۔ روی۔
عرض۔ مثلاً خوف تکرار ہو یا اختصار پیش نظر ہو۔
بغیر الجزم۔ صیغہ مجہول کے ساتھ مثلاً یذکر یا روی
النکت۔ کتاب کا نام ہے نکت علی ابن صلاح۔

وَالثَّانِي وَ هُوَ مَا سَقَطَ عَنْ آخِرِهٖ مِنْ بَعْدِ التَّابِعِي هُوَ الْمُرْسَلُ وَ صُوْرَتُهٗ اَنْ يَقُوْلَ التَّابِعِيُّ سَوَاءٌ كَانَ كَبِيْراً اَوْ صَغِيْراً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ فَعَلَ كَذَا اَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِهٖ كَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ اِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ صَحَابِياً وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ تَابِعِياً وَ عَلَى الثَّانِي اَنْ يَّكُوْنَ ضَعِيْفاً وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ ثِقَةً وَ عَلَى الثَّانِي يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ حَمَلَ عَنِ الصَّحَابِيِّ وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ حَمَلَ عَنْ تَابِعِيٍ آخَرَ و عَلَى الثَّانِي فَيَعُوْدُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ وَ يَتَعَدَّدُ اِمَّا بِالتَّجْوِيْزِ الْعَقْلِي فَاِلٰى مَا لَا نِهَايَةَ لَهٗ وَ اِمَّا بِالْاِسْتِقْراءِ فِاِلٰى سِتَّةٍ اَوْ سَبْعَةٍ وَ هُوَ اَكْثَرُ مَا وُجِدَ مِنْ رِوَايَةِ بَعْضِ التَّابِعِيْنَ عَنْ بَعْضٍ.

ترجمہ:- اور دوسری قسم۔ جس کے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو۔ وہ مرسل ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ صغیر ہو یا کبیر کہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا فعل کذا. یا فعل بحضرتہ کذا یا اسی کے مثل۔ اسے مردود کی قسم میں ذکر کیا جاتا ہے۔ محذوف راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے چونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ (محذوف) صحابی ہو یا تابعی ہو۔ اور ثانی صورت (تابعی) میں یہ احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ ہو۔ اور ثانی صورت (ثقہ) میں یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے حاصل کیا ہو یا کسی تابعی سے پھر یہ احتمال سابق لوٹ کر آئے گا (کہ تابعی اگر ہے تو ثقہ ہے یا ضعیف) اور اس میں یہ صورتیں نکلی رہیں گی یا تو تجویز عقلی سے لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور استقراء سے ۶/یا ۷/تک چلے گا۔ اور یہی تعداد سب سے زاید ہے۔ جو تابعین کی بعض تابعین سے پائی گئی ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف مرسل کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی صغیر یا کبیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرے۔ خواہ نسبت قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری ہو۔

مرسل کو مردود میں ذکر کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ محذوف کا حال مجہول ہوتا ہے۔ نہیں معلوم کہ محذوف صحابی ہے یا تابعی پھر تابعی ثقہ ہے غیر ثقہ۔ ویسے مرسل روایت میں اکثر صحابی کا حذف ہوتا ہے۔ کبھی حذف کی مصلحت سے ہوتا ہے مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام خوف فتنہ سے۔ خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک تابعی صغیر کی روایت منقطع ہوتی ہے۔ چونکہ صحابی کی لقا یا روایت کے نہ ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ اسی وجہ سے مقبول ہونے میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے تابعی کے غیر کی قید لگائی ہے۔

حل عبارت: بعد التابعی۔ مراد صحابی ہے۔ اگر صحابی کا حذف ہوگا تو مرسل نہ ہوگا۔

مرسل ۔ارسال سے ماخوذ ہے بمعنی اطلاق۔ منع نہ کرنا۔ چھوڑ دینا۔

ذکر ۔ ای المرسل۔ ان یکون ۔ ای المحذوف۔

علی الثانی یتحمل ان یکون ضعیفاً ۔ تابعی میں تو ضعف کا احتمال ہو سکتا ہے مگر صحابہ میں نہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔

التجویز العقلی۔ یعنی عقلی احتمالات۔ مثلاً تابعی میں سے روایت کرے اور وہ صحابہ سے پھر وہ تابعی سے الخ۔

الاستقراء۔ یعنی تتبع و تلاش اور تحقیق سے ۶ / یا ۷ / سے زیادہ احتمالات نہیں پائے گئے۔

مرسل اور اس کی حجیت۔ حضرت امام شافعی اور اصحاب اصول اور امام مالک کا مشہور قول مرسل کے حجت نہ ہونے کے متعلق ہے۔ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرسل قابل حجت ہے۔

فَاِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِیِّ اَنَّهٗ لاَ یُرْسِلُ اِلاَّ عَنْ ثِقَةٍ فَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْمُحَدِّثِیْنَ اِلَی التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْاِحْتِمَالِ وَ هُوَ اَحَدُ قَوْلَیْ اَحْمَدَ - وَ ثَانِیْهِمَا وَ هُوَ قَوْلُ الْمَالِکِیِّیْنَ وَالْکُوْفِیِّیْنَ یُقْبَلُ مُطْلَقاً، وَ قَالَ الشَّافِعِیُّ یُقْبَلُ اِنِ اعْتَضَدَ بِمَجِیْئِهٖ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ یُبَایِنُ الطَّرِیْقَ الْاُوْلٰی مُسْنَدًا کَانَ اَوْ مُرْسَلاً لِیَتَرَجَّحَ احْتِمَالُ کَوْنِ

اَلْمَحْذُوْفِ ثِقَةً فِي نَفْسِ الْاَمْرِ وَ نَقَلَ اَبُوبَكْرِ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَ اَبُو الْوَلِيْدِ الْبَاجِيُّ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا كَانَ يُرْسِلُ عَنِ الثِّقَاتِ وَ غَيْرِهِمْ لَايُقْبَلُ مُرْسَلُهٗ اِتِّفَاقاً.

ترجمہ:- پس اگر تابعی کی یہ عادت معلوم ہو جائے کہ وہ ارسال نہیں کرتے مگر صرف ثقہ ہی سے تو جمہور محدثین اس جانب گئے ہیں کہ توقف باقی رہے گا امام احمد کے دو قول میں سے ایک قول یہ ہے۔ انکا دوسرا قول اور مالکیہ اور اہل کوفہ کا یہ ہے کہ مطلقاً قبول کیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے فرمایا اگر اس کی تقویت دوسرے طریق سے آنے کی وجہ سے ہو جو طریق اول کے مبائن ہو تو قبول کر لیا جائے گا خواہ مسند ہو یا مرسل۔ تاکہ نفس الامر میں راوی محذوف کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی جا سکے۔ احناف میں ابو بکر رازی اور مالکیہ میں ابوالولید الباجی سے منقول ہے کہ راوی جب ثقہ و غیر ثقہ سے ارسال کرے تو متفق علیہ قول ہے کہ ارسال قبول نہ کیا جائے گا۔

تشریح:- مولف اس مقام سے مرسل کے احکام اور اس کی تفصیل کر رہے ہیں کہ کون مرسل قبول کیا جائے گا اور کون نہیں اور اس سلسلے میں علماء کا کیا اختلاف ہے۔

تابعی اگر ثقہ ہی سے ارسال کرنے کا عادی ہے تو بھی اس کی روایت میں توقف کیا جائے گا۔ مالکیہ اور علماء کوفہ کے نزدیک ہر مرسل مقبول ہے۔ اور ایک قول امام احمد کا بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت مقبول ہو گا جب کہ اس کی تائید خواہ مسند یا مرسل سے ہو رہی ہو جو اس کے علاوہ ہو۔

حل عبارت: التوقف۔ اس صورت میں اسے قطعی طور پر مردود میں شامل کرنا صحیح نہ ہو گا۔ لبقاء الاحتمال۔ ہو سکتا ہے کہ اسکے نزدیک ثقہ ہو اور نفس الامر میں وہ ثقہ نہ ہو۔

احد قولی احمد۔ یہ امام احمد کا غیر مشہور قول ہے۔

مطلقاً۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی تائید ہوتی ہو یا نہیں۔

اعتضد۔ مجہول کے صیغے سے۔ وجہ آخر۔ یعنی دوسری سند سے۔

مسنداً کان او مرسلاً۔ اس طرح خواہ صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔ چونکہ تعدد سے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔ رازی۔ جو شرعۃ الاسلام کے مولف ہیں۔

لا يقبل ۔ ہو سکتا ہے کہ غیر ثقہ سے کیا ہو۔ خیال رہے کہ اگر راوی مرسل کی عادت معلوم نہ ہو تو یہ مرسل احناف اور مالکیہ کے یہاں مقبول ہو گا۔

وَالقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ اِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِداً مَعَ التَّوَالِي فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَ اِلاَّ بِاَنْ كَانَ السَّقْطُ اِثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِي مَوْضِعَيْنِ مَثَلاً فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَ كَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ اِثْنَيْنِ لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِي ثُمَّ اِنَّ السَّقْطَ مِنَ الْاِسْنَادِ قَدْ يَكُوْنُ وَاضِحاً يَحْصُلُ الْاِشْتِرَاكُ فِي مَعْرِفَتِهٖ لِكَوْنِ الرَّاوِيْ مَثَلاً لَمْ يُعَاصِرْ مَنْ رَوَىٰ عَنْهُ اَوْ يَكُوْنَ خَفِياً فَلاَ يُدْرِكُهُ اِلاَّ الْاَئِمَّةُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُوْنَ عَلٰى طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَ عِلَلِ الْاَسَانِيْدِ فَالْاَوَّلُ وَهُوَ الْوَاضِحُ يُدْرَكُ بِعَدَمِ التَّلاَقِي بَيْنَ الرَّاوِيْ وَ شَيْخِهٖ بِكَوْنِهٖ لَمْ يُدْرِكْ عَصْرَهٗ اَوْ اَدْرَكَهٗ لٰكِنْ لَمْ يَجْتَمِعَا وَ لَيْسَتْ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ وَلاَ وِجَادَةٌ وَ مِنْ ثَمَّ اُحْتِيْجَ اِلَى التَّارِيْخِ لِتَضَمُّنِهٖ تَحْرِيْرَ مَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَ وُفِيَاتِهِمْ وَ اَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَ اِرْتِحَالِهِمْ وَ قَدْ اِفْتَضَحَ اَقْوَامٌ اِدَّعَوْا الرِّوَايَةَ عَنْ شُيُوْخٍ ظَهَرَ بِالتَّارِيْخِ كِذْبُ دَعْوَاهُمْ .

ترجمہ:- سقوط اسناد کی تیسری قسم یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زاید راوی ساقط ہوں تو یہ معضل ہے۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی مسلسل ساقط نہ ہوں مثلاً دو مقام سے (سقوط) ہو تو وہ منقطع ہے۔ اسی طرح ایک راوی ساقط ہو۔ یا دو سے زاید راوی ساقط ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ مسلسل نہ ہو۔ پھر کبھی اسناد میں راوی کا ساقط ہونا بالکل واضح ہوتا ہے۔ کہ اس کی معرفت میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ راوی جس سے روایت کر رہا ہے۔ اس کا ہم عصر نہیں ہے۔ یا مخفی ہوتا ہے کہ ماہرین ائمہ ہی جو طرق حدیث اور علل احادیث میں ماہر ہوئے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اور قسم اول جو واضح ہوتا ہے کہ راوی اور شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے اس کا زمانہ نہیں پایا، یا پایا تو مگر ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ان کو اجازت حاصل ہے نہ وجادہ۔ اسی وجہ سے (اس قسم میں) تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ اس میں رواۃ کی ولادت اور ان کی وفات زمانہ تلمذ اور ان کے ارتحال کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کتنے لوگ رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں جنھوں نے شیخ سے روایت کا دعویٰ کیا جن کے دعویٰ کا جھوٹ تاریخ سے ظاہر ہوا۔

تشریح :- مولف اس مقام سے معضل منقطع سقط واضح سقط خفی کی تشریح کر رہے ہیں۔
معضل۔ جس میں درمیان سند سے دو یا دو سے زاید راوی پے در پے حذف ہو گئے ہوں۔
منقطع۔ جس میں درمیان سند سے ایک راوی حذف ہوا ہو۔ یا چند راوی ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں۔ بلکہ متفرق مقامات سے۔ سقط یعنی راوی کا حذف اس کی دو قسمیں ہیں۔ سقط واضح۔ جسے ماہر اور غیر ماہر ہر شخص جان لے۔ سقط خفی جسے صرف ماہرین و حاذقین ہی پہچان سکیں۔

حل عبارت: فصاعداً۔ یعنی ایک سے زاید راوی۔ مع التوالی۔ یعنی ایک ہی مقام سے متعدد راوی پے در پے۔

معضل۔ عضل سے ماخوذ ہے۔ بمعنی تھکنا گویا راوی ذکر شیخ سے تھک گیا۔ بعضوں نے اسے عضال سے بھی مشتق مانا ہے جس کے معنی ایسی سخت بیماری کے ہیں جس سے مریض اٹھ نہ سکے۔ معضل کو بعضوں نے اقسام مردود میں شامل مانا ہے بعضوں نے اقسام سقط میں، بعضوں نے اسکی تعریف میں توالی کی شرط ملحوظ نہیں رکھی ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک معضل کی یہی تعریف ہے۔

المنقطع۔ جس کے اسناد میں اتصال نہ ہو خواہ شروع سے یا وسط سے یا آخر سے۔

یحصل الاشتراك۔ یعنی حاذق غیر حاذق سب پہچان ہے۔

لم یعاصر۔ یعنی راوی کا اور شیخ کا زمانہ ایک نہ ہو۔ تو ظاہر ہے کہ واسطہ ہوگا۔

علل۔ لغۃً بیماری۔ مراد مخفی اسباب قادحہ۔ جس کی معرفت اہل فن کو ہو۔ مثلاً اتصال و انقطاع۔ والاول۔ یعنی سقط کے انواع میں سے۔

عصره۔ یعنی اپنے شیخ کا زمانہ۔

لیست منه۔ واو حالیہ ہے۔ یعنی راوی کا وہ شیخ نہ ہو۔

اجازہ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی یعنی شاگرد کو شیخ بالمشافہہ یا مکاتبت سے روایت کی اجازت کی اجازت دے۔

وجادہ۔ کسی محدث کی کوئی کتاب یا لکھی حدیث مل جائے طرز تحریر یا شہادت یا قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ فلاں کی مرویات سے ہے تو وہ اسے وجدت بخط فلان کے

الفاظ کوذکر کرتے ہوئے روایت کرے تو اسے وجادہ کہا جاتا ہے۔ "اخبرنی" نہیں کہہ سکتا کہ اس کے لئے اجازت شرط ہے۔

التاریخ ۔اس سے مراد فن رجال الحدیث واحوالہ ہے۔

موالید۔ مولد کی جمع۔ زمانہ پیدائش۔ طلبہم ۔ تحصیل حدیث کا زمانہ۔

کذب دعواھم۔ یعنی سماع اور معاصرت نہ ہونے کی باوجود اس نے غلط نسبت کردی۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِی وَ ھُوَ الْخَفِیُّ الْمُدَلَّسُ بِفَتْحِ اللاَّمِ سُمِّیَ بِذٰلِكَ لِكَوْنِ الرَّاوِی لَمْ یُسَمِّ مَنْ حَدَّثَهٗ وَ اَوْهَمَ سِمَاعَهٗ لِلْحَدِیْثِ مِمَّنْ لَمْ یُحَدِّثْهُ بِهٖ وَاشْتِقَاقُهٗ مِنَ الدَّلَسِ بِالتَّحْرِیْكِ وَ ھُوَ اِخْتِلاَطُ الظَّلاَمِ سُمِّیَ بِذٰلِكَ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِی الْخِفَاءِ وَ یَرِدُ الْمُدَلَّسُ بِصِیْغَةٍ مِنْ صِیَغِ الْاَدَاءِ یَحْتَمِلُ وُقُوْعَ اللِّقٰی بَیْنَ الْمُدَلِّسِ وَ مَنْ اَسْنَدَ عَنْهُ كَعَنْ وَ كَذَا قَالَ وَ مَتٰی وَقَعَ بِصِیْغَةٍ صَرِیْحَةٍ كَانَ كِذْباً وَ حُكْمُ مَنْ ثَبَتَ عَنْهُ التَّدْلِیْسُ اِذَا كَانَ عَدْلاً اَنْ لاَ یُقْبَلَ مِنْهُ اِلاَّ مَا صَرَّحَ فِیْهِ بِالتَّحْدِیْثِ عَلَی الْاَصَحِّ.

ترجمہ:- اور دوسری قسم خفی مدلس ہے فتحہ لام کے ساتھ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ راوی نے جس سے حدیث روایت کی ہے اس کا نام نہیں ذکر کیا اور یہ وہم پیدا کیا کہ اس کا سماع حدیث اس شیخ سے ہے جس نے اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کا اشتقاق دلس حرکت کے ساتھ ہے جس کے معنی تاریکی کا رل جانا ہے۔ چونکہ دونوں خفا میں مشترک ہیں اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ اور مدلس کو صیغہ ادا میں سے کسی صیغہ کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا۔ جس سے احتمال ہو کہ دلس اور اسکے درمیان وہ حدیث کی اسناد کر رہا ہے ملاقات ہو جیسے عن کا صیغہ۔ اسی طرح قال۔ اور جیسا کہ صراحۃً صیغہ سماع سے واقع ہو تو جھوٹ ہوگا۔ جس سے تدلیس کا ثبوت ہو جائے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر وہ عادل ہو تب بھی قبول نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ تحدیث کی تصریح نہ کردے اصح قول پر۔

تشریح:- مولف اس مقام سے سقوط خفی سے پیدا ہونے والی قسم۔ تدلیس کو بیان کر رہے ہیں

تدلیس۔ راوی کا اپنے شیخ کو چھوڑ کر اوپر کے شیخ کا نام لینا اور ایسا جملہ استعمال کرنا جس سے وہم ہو کہ اسی شیخ سے سماع ہے۔ فاعل کو مدلس اور اس کی روایت کو مدلس کہا جاتا ہے۔

مدلس۔ وہ روایت ہے جس میں سقط خفی ہو بایں طور پر کہ اپنے شیخ کو حذف کر کے اوپر کے شیخ کا نام اس طرح سے لے کہ شیخ کا حذف معلوم نہ ہو۔

وجہ تسمیہ:۔دلس کے معنی نور کا ظلمت کے ساتھ مختلط ہو جانا ہے۔ جیسا کہ شام کے وقت اُس میں نور کا خفا ہوتا ہے اِس میں شیخ کا خفا ہوتا ہے اس اشتراک خفا کی وجہ سے مدلس کہا گیا ہے۔

حکم۔ایسی روایت مقبول نہیں خواہ راوی عادل ہی کیوں نہ ہو۔جب تک کہ وہ اخبرنا، حدثنا وغیرہ کے الفاظ سے روایت نہ کرے۔کہ یہ الفاظ صراحۃً لقا کو ثابت کرتے ہیں۔

المدلس. بفتح لام ہے۔

سمّی. ای القسم الثانی بذلک. ای بالمدلس.

با التحریک. یعنی دال اور لام کے فتحہ کے ساتھ۔

و یرد. یعنی اس وقت رد کر دیا جاتا ہے جب کہ ایسے صیغہ سے روایت کرے جس سے لقاء کا احتمال ہو۔

بصیغۃ. یعنی صریحی سماع کو ثابت کرے مثلاً "سمعتُ" وغیرہ کہے تو یہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے راوی کی عدالت کو ساقط کر دے گا۔

لا تقبل. یعنی باجود عدل کے عن وغیرہ کی روایت قبول نہ کی جائے گی۔

بالتحدیث. مثلاً سمعنا، حدثنا، اخبرنا۔اس سے عدم احتمال لقا جاتا رہے گا یعنی ابہام جو تھا کہ معلوم نہیں لقا ہے یا نہیں ختم ہو جائے گا۔

وَ كَذَا الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ اِذَا صَدَرَ مِنْ مُعَاصِرٍ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ بَلْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ وَاسِطَةٌ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ دَقِيْقٌ يَحْصُلُ تَحْرِيْرُهُ بِمَا ذُكِرَ هٰهُنَا وَ هُوَ اَنَّ التَّدْلِيْسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوىٰ عَمَّنْ عُرِفَ لِقَاؤُهُ اِيَّاهُ فَاَمَّا اَنْ عَاصَرَهُ وَ لَمْ يُعْرَفْ اَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ وَ مَنْ اَدْخَلَ فِي تَعْرِيْفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَ لَوْ بِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِي تَعْرِيْفِهِ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ:۔اسی طرح مرسل خفی جب وہ کسی ایسے معاصر سے صادر ہو جس سے روایت تو

کرتا ہو مگر ملاقات ثابت نہ ہو۔ بلکہ اس کے اور اس کے درمیان واسطہ ہو۔ اور مدلس اور مرسل خفی کے درمیان فرق غامض ہے۔ یہ فرق اس تحریر سے جو یہاں مذکور ہے واضح ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ تدلیس خاص ہے اس کے ساتھ کہ جس سے وہ روایت کرتا ہے اس سے ملاقات متعارف ہے۔ لیکن اگر معاصرت تو ہو مگر ملاقات متعارف نہ ہو تو مرسل خفی ہے۔ اور جن لوگوں نے معاصرت کو تدلیس کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ خواہ ملاقات نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ مرسل خفی مدلس کی تعریف میں داخل ہو جائے۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مدلس اور مرسل خفی کے درمیان جو باہم یکساں معلوم ہوتا ہے فرق ذکر کر رہے ہیں۔

مرسل خفی۔ جس میں انقطاع واضح نہ ہو، کہ راوی نے شیخ کو حذف کر کے اس ہمعصر سے روایت کی جس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

فرق۔ مدلس میں اس شیخ کی جانب روایت کی نسبت ہوتی ہے جس سے ملاقات تو ہو یا ملاقات ہونا متعارف ہو مگر روایت کی سماع نہیں ہوتی۔ اور مرسل خفی میں اس شیخ کی جانب نسبت ہوتی ہے جس سے معاصرت تو ہوتی ہے مگر ملاقات نہیں۔

بعض لوگوں نے تدلیس میں معاصرت کو کافی سمجھا ہے کہ ہم عصر ہو مگر روایت کا سماع نہ ہو ملاقات کی قید نہیں تو اس اعتبار سے دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا۔ جو درست اور صحیح قول نہیں۔

حل عبارت: کذا۔ اس کا عطف مدلس پر ہے۔ بینہ و بینہ۔ اول کا مرجع معاصر اور ثانی کا مرجع راوی محدث ہے۔

من ادخل۔ اسے صاحب الخلاصہ کی جانب اشارہ ہے۔

خیال رہے کہ مرسل خفی میں ارسال سے مراد صحابی کا حذف مراد نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے بلکہ انقطاع کے معنی میں ہے۔

وَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اِعْتِبَارَ اللُّقٰى فِي التَّدْلِيْسِ دُوْنَ الْمُعَاصَرَةِ وَحْدَهَا لَا بُدَّ مِنْهُ اِطْبَاقُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّ رِوَايَةَ الْمُخَضْرَمِيْنَ كَاَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَ قَيْسِ بْنِ

اَبِی حَازِمٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ قَبِیْلِ الْاِرْسَالِ لَا مِنْ قَبِیْلِ التَّدْلِیْسِ وَ لَوْ کَانَ مُجَرَّدُ الْمُعَاصَرَۃِ یَکْتَفِیْ بِہٖ فِی التَّدْلِیْسِ لَکَانَ ھٰؤُلَاءِ مُدَلِّسِیْنَ لِاَنَّھُمْ عَاصَرُوْا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ قَطْعاً وَ لٰکِنْ لَمْ یُعْرَفْ ھَلْ لَقُوْہُ اَمْ لَا.

ترجمہ :- تحقیق کہ لقاء کا اعتبار کرنا تدلیس میں نہ کہ صرف معاصرت میں ضروری ہے دلالت کرتا ہے اہل علم بالحدیث کا متفق ہونا کہ محضر مین کی روایت جیسے ابو عثمان مہدی، قیس بن ابی حازم کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل کے قبیل سے ہو نہ کہ مدلس کے قبیل سے۔ اگر محض معاصرت کافی ہوتی تدلیس میں تو یہ مدلسین ہوتے چونکہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے ملاقات کی ہے یا نہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں جس میں تنہا معاصرت کو کافی سمجھا گیا ہے خواہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔ جاننا چاہئے کہ اگر یہ معاصرت کافی ہوتی تو محضر مین کی خبر مدلس میں داخل ہوتی اور یہ حضرات مدلسین ہوتے حالانکہ یہ مدلس نہیں نہ جمہور علماء نے انکو مدلس قرار دیا ہے۔ چونکہ ان کا عہد نبوی ہونا تو متفق ہے مگر ملاقات کا علم نہیں۔

حل عبارت: ان اعتبار اللقی. ان کی خبر لابد منہ ہے جو دون المعاصرۃ سے پہلے ہونا چاہئے۔ عبارت یہ ہے اعتبار اللقی لا بد منہ

اطباق اھل العلم. یدل کا یہ فاعل ہے۔ یعنی محضر مین کی روایت کے بارے میں علماء اتفاق اس امر پر دلالت کرتا ہے۔

محضر مین. محضرم کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عہد جاہلیت اور عہد نبوی دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ ان کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ یہ صحابہ میں داخل ہیں یا کبار تابعین ہیں۔ ایسے ۲۰ حضرات ہیں۔

قبیل الارسال. یعنی مرسل خفی۔ محضر مین کی حدیث مراسیل صحابہ کے حکم میں ہے۔

وَ مِمَّنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللِّقَاءِ فِی التَّدْلِیْسِ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ وَ اَبُوْبَکْرِنِ الْبَزَّارُ وَ کَلَامُ الْخَطِیْبِ فِی الْکِفَایَۃِ یَقْتَضِیْہِ وَ ھُوَ الْمُعْتَمَدُ وَ یُعْرَفُ عَدَمُ الْمُلَاقَاتِ

بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ بِذٰلِكَ اَوْ بِجَزْمِ اِمَامٍ مُطَّلِعٍ وَ لَا يَكْفِيْ اَنْ يَّقَعَ فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ زِيَادَةُ رَاوٍ اَكْثَرَ بَيْنَهُمَا لِاِحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمَزِيْدِ وَلَا يُحْكَمُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ بِحُكْمٍ كُلِّيٍّ لِتَعَارُضِ اِحْتِمَالِ الْاِتِّصَالِ وَ الْاِنْقِطَاعِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابَ التَّفْصِيْلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيْلِ وَ كِتَابَ الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِيْدِ وَ انْتَهَتْ هٰهُنَا اَقْسَامُ حُكْمِ السَّاقِطِ مِنَ الْاِسْنَادِ ۔

ترجمہ:۔اور جو تدلیس میں لقا کی شرط کے قائل ہوئے ہیں۔ وہ امام شافعی اور ابو بکر بزارؒ ہیں اور کفایہ میں امام خطیب کا قول بھی اسی کا مقتضی ہے۔ اور یہی معتبر ہے۔ اور ملاقات کانہ ہونا خود راوی کے بنفسہ خبر سے معلوم ہو جائے گا۔ یا کسی ماہر کی تصریح سے۔ اور کسی طرق میں ایک یا ایک سے زاید راوی کا واقع ہونا اس کے لئے (یعنی تدلیس کے لئے) کافی نہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں زاید راوی ہوں۔ اس صورت میں تدلیس کا کوئی حکم کلی نہیں لگایا جاسکتا۔ اتصال و انقطاع کے حکم کے عارض ہونے کی وجہ سے۔ امام خطیب نے اس مسئلہ میں التفصیل لمبھم المراسیل اور کتاب المزید فی متصل الاسانید لکھی ہے۔ یہاں تک سقوط سند کے اقسام پورے ہو گئے۔

تشریح:۔ جن حضرات نے تدلیس کے لئے لقاء کی شرط لگائی ہے۔ سو اس لقا کا پتہ کیسے چلے گا اس مقام سے اس کی تفصیل کر رہے ہیں۔

قولہ باخبارہ یعنی مدلس۔ امام مطلع ۔ کسی ماہر فن نے اس کی تصریح کر دی ہو۔ اسی طرح تاریخ سے بھی اس کا پتہ چل جائے گا۔ جیسے کہ عوام بن حوشب کی حدیث عبداللہ بن ابی اوفی سے۔

ان یکون ۔یعنی الزیادۃ۔ یعنی اس سند میں راوی نے کسی شخص کو زاید کر کے روایت کیا ہو۔

المزید۔ یعنی مزید فی متصل الاسانید۔ یہ وہ ہے جس میں راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کر دیا ہو۔

فی ھذہ الصورۃ۔ یعنی جس میں راوی کی زیادتی ہو رہی ہو۔

بحکم کلی۔ یعنی قطعی فیصلہ۔ فیہ یعنی ارسال۔ خفی۔ تدلیس کے بارے میں۔

حکم الساقط۔ اسی طرح مردود بھی ہے۔ اس لئے دونوں کو ذکر کرنا چاہئے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ بِعَشَرَةِ اَشْيَاءَ بَعْضُهَا اَشَدُّ فِي الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَ خَمْسَةٌ يَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيْزِ اَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْآخَرِ لِمَصْلِحَةٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَ هِيَ تَرْتِيْبُهَا عَلَى الْاَشَدِّ فِي مُوْجِبِ الرَّدِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَلِّي لِاَنَّ الطَّعْنَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِكَذِبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ بِاَنْ يَّرْوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِكَ اَوْ تُهْمَتِهٖ بِذٰلِكَ بِاَنْ لَا يَرْوِيَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَ يَكُوْنُ مُخَالِفاً لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ وَ كَذَا مَنْ عُرِفَ بِالْكِذْبِ فِي كَلَامِهٖ وَ اِنْ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ وُقُوْعُ ذٰلِكَ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ وَ هٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ.

ترجمہ:- پھر طعن راوی کے دس اسباب ہیں۔ جن میں بعض کے مقابلہ میں بعض سخت ہیں۔ پانچ کا تعلق عدالت اور پانچ کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے۔ اور ایک قسم کو دوسرے سے الگ کرتے ہوئے اعتناء حاصل نہیں ہو سکتا اس مصالح کے پیش نظر جس کا تقاضہ ہے۔ وہ اپنی ترتیب کے اعتبار سے رد میں اشد پھر اس سے اشد ہیں۔ اس لئے کہ طعن یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ راوی حدیث نبوی کاذب ہے۔ اس طرح کہ وہ بالقصد روایت کرتا ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ یا یہ کہ متہم ہونے کی وجہ سے کہ وہ حدیث اس اتہام کے اعتبار سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ کہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ اسی طرح وہ جس کے کلام سے کذب پہچان لیا جاتا ہو۔ اگر چہ حدیث نبوی میں اس کا ظہور واقع نہ ہو۔ اور یہ اول سے کم مرتبہ کا ہے۔

تشریح:- حدیث کے ناقابل عمل یا غیر مقبول ہونے کے دو اسباب تھے ایک سقط، دوسرا طعن۔ اس مقام سے سبب دوم طعن بر راوی کا بیان ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اسباب طعن ۱۰ ہیں۔ پانچ ضبط سے پانچ عدالت سے متعلق ہیں عدالت سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت۔ اور ضبط سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں (۱) فحش غلطی (۲) کثرت غفلت (۳) وہم (۴) مخالفت ثقات (۵) سوء حفظ۔ مذکورہ عبارت میں عدالت کے متعلق دو سبب، کذب و اتہام کذب کا بیان ہے۔ کذب راوی سے حدیث موضوع اور اتہام سے

حدیث متروک ہو جاتی ہے۔

ثم الطعن ۔یعنی سند کے رجال میں۔ تمیز احد القسمین۔یعنی اس طرح بیان کرنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے اس طرح کہ عدالت کے متعلقات کو علیحدہ اور ضبط کے متعلقات کو علیحدہ بیان کیا جائے۔ایسا نہیں کیا بلکہ مخلوط اور باہم ملا کر بیان کیا۔ کسی حکمت کے پیش نظر۔

وھی۔ یعنی مصلحت۔الاشد فالاشد۔یعنی اعلیٰ سے ادنی اور ادنی سے اعلیٰ۔

یوجب الرد۔رد کے واجب کرنے میں۔ التد لی۔یعنی تنزل اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اشدیت میں۔

معتمداً۔اس کی قید سے ساہیا کو نکالا ہے۔عمداً کے مرتکب کی بعضوں نے تکفیر کی ہے۔

تہمة بذاك۔یعنی کذب کی تہمت۔ مخالفاً للقواعد۔ یعنی اصول دین کے خلاف ہو۔یہ موضوع کی علامت ہے۔

دون الاول ۔کذب راوی سے کمتر اور مابعد کے اعتبار سے فائق ہے۔

اَوْ فُحْشِ غَلَطِهٖ اَیْ کَثْرَتِهٖ اَوْ غَفْلَتِهٖ عَنِ الْاِتْقَانِ اَوْ فِسْقِهٖ بِالْفِعْلِ اَوِالْقَوْلِ مِمَّا لَمْ یَبْلُغِ الْکُفْرَ وَبَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْاَوَّلِ عُمُوْمٌ وَ اِنَّمَا اَفْرَدَ الْاَوَّلَ لِکَوْنِ الْقَدْحِ بِهٖ اَشَدَّ فِی هٰذَا الْفَنِّ وَ اَمَّا الْفِسْقُ بِالْمُعْتَقَدِ فَسَیَاتِی بَیَانُهٗ اَوْ وَهْمِهٖ بِاَنْ یَّرْوِیَ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَهُّمِ اَوْ مُخَالَفَتِهٖ اَیْ لِلثِّقَاتِ اَوْجِهَالَتِهٖ بِاَنْ لاَ یُعْرَفَ فِیْهِ تَعْدِیْلٌ وَ لاَ تَجْرِیْحٌ مُعَیَّنٌ اَوْ بِدْعَتِهٖ وَهِیَ اِعْتِقَادُ مَا اُحْدِثَ خِلَافَ الْمَعْرُوْفِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لاَ بِمُعَانَدَةٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ اَوْ سُوْءِ حِفْظِهٖ وَ هِیَ عِبَارَةٌ عَنْ اَنْ لاَّ یَکُوْنَ غَلَطُهٗ اَقَلَّ مِنْ اِصَابَتِهٖ.

ترجمہ:-یا فحش غلطی اس کی کثرت کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے جو حفظ سے متعلق ہو یا فسق فعلی یا قولی کی وجہ سے جو کفر کی حد تک نہ ہو۔اس کے اور اول کے درمیان عموم کی نسبت ہے۔اور اول کو مستقل طور پر بیان کیا اس فن میں قدح کے اشد ہونے کی وجہ سے۔اور بہر حال فسق اعتقادی تو اس کا بیان آتا ہے۔یا وہم کے سبب سے کہ اسے بطور وہم روایت کرے۔یا ثقات کی مخالفت ہو یا اس کی جہالت کہ تعدیل یا جرح معین کا علم نہ

ہو۔یا بدعت ہو جو اعتقادات سے ہو جو نئے طور پر پیدا ہوئے ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ کے طریق منقولہ کے خلاف ہو۔ معاندانہ نہ ہو۔ بلکہ ایک خاص قسم کے شبہ کی وجہ سے ہو۔یا سوء یاد داشت کی وجہ سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی غلطیاں کم نہ ہوں۔ درست ہونے کے مقابلہ میں۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف کذب اتہام کے بعد کے جو اسباب ہیں مثلاً کثرت خطا فسق وبدعت وغیرہ کی تفصیل پیش کررہے ہیں۔ فحش غلطی۔ یعنی اغلاط کی کثرت۔ جس کی خطا صحت سے زاید ہو۔ اگر صحت زاید ہو غلطیاں کم ہوں تو پھر یہ داخل نہیں۔ (۲) کثرت غفلت۔ یعنی یاد داشت میں غافل ہو۔ اچھی طرح یاد رکھنے میں لاپرواہی برتتا ہو۔ (۳) فسق۔ قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔یا گناہ صغیرہ کا عادی ہو۔ ان تینوں کی روایت منکر کہلاتی ہے۔(۶) وہم۔ متن یا سند میں بھولے سے تبدیلی کر دینا مرسل کو منقطع وغیرہ کہہ دینا۔ کہ اس سے روایت معلل ہو جاتی ہے (۷) مخالف ثقات۔ کسی ثقہ کی مخالفت کرنا۔ (۸) جہالت راوی۔ راوی کے ثقہ وغیر ثقہ کا علم نہ ہو۔ ایسی روایت مردود ہوتی ہے۔ (۹) بدعت۔ ایسی نئی بات جس کی اصل قرآن پاک وحدیث میں نہ ہو۔یا قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے (۱۰) سوء حفظ۔ جس کی غلطی حافظہ کی خرابی سے ہو اور درست کے مقابلہ میں غلطی زاید ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے۔

حل لغات: فحش ۔ کثرت۔ غفلت۔ بمعنی ذہول۔ یہاں بھی کثرت معتبر ہے۔

فسق۔ مراد اس سے ظہور ہے۔ اگر مخفی ہو تو موثر نہیں۔

بینہ۔ یعنی فسق اور کذب راوی کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسب ہے۔ کذب خاص اور فسق عام ہے۔ فسق کذب کو شامل ہے مگر ہر فسق کذب نہیں۔

افرد الاول۔ یعنی کذب راوی کو مستقل طور سے بیان کیا۔ اہم اور راشد ہونے کی وجہ سے۔

ثقات۔ ثقہ کے خلاف بیان کرے۔یا اوثق کے خلاف۔

ما احدث۔ یعنی اختراع ہو۔ لابمعاندۃ۔ چونکہ عناد سے تو کفر ہو جائے گا۔

بنوع شبیہ۔ یعنی بدعت کی دلیل جو ہو وہ شبہ کی وجہ سے ہو حقیقتاً دلیل نہ ہو۔ یعنی گو استدلال قرآن حدیث ہی سے ہو۔ مگر درست نہ ہو۔ تاویل بعید سے ہو۔

اقل من الاصابة. یعنی خطازاید ہویامساوی ہو۔اگر کم ہو توروایت مقبول ہو گی۔

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَ هُوَ الطَّعْنُ بِكِذْبِ الرَّاوِی فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ هُوَالْمَوْضُوْعُ وَالْحُكْمُ عَلَیْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِیْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لاَ بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ یَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِیْثِ مَلَكَةٌ قَوِیَّةٌ یُمَیِّزُوْنَ بِهَا ذٰلِكَ وَ اِنَّمَا یَقُوْمُ بِذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ یَّكُوْنُ اِطِّلَاعُهٗ تَامّاً وَ ذِهْنُهٗ ثَاقِبًا وَ فَهْمُهٗ قَوِیًّا وَمَعْرِفَتُهٗ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰی ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةً وَ قَدْ یُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعِهٖ قَالَ ابْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ لٰكِنْ لَایَقْطَعُ بِذٰلِكَ لِاِحْتِمَالِ اَنْ یَّكُوْنَ كَذَبَ فِی ذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اِنْتَهٰی وَ فَهِمَ مِنْهُ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ لاَ یُعْمَلُ بِذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اَصْلاً لِكَوْنِهٖ كَاذِباً وَ لَیْسَ ذٰلِكَ مُرَادُهٗ وَ اِنَّمَا نَفَی الْقَطْعَ بِذٰلِكَ .

ترجمہ:۔پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث میں کذب راوی سے متعلق ہے۔اسکی روایت موضوع ہے۔اوراس پر وضع کا حکم ظن غالب کے اعتبار سے ہے۔نہ کہ یقینی طور سے۔ چونکہ کبھی کاذب بھی سچ بولتا ہے۔لیکن ماہر حدیث کو اس میں ملکہ ہوتا ہے۔وہ ممتاز کر لیتے ہیں اور اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے۔جس کو واقفیت تام۔ذہن ثاقب فہم قوی حاصل ہو۔اور ان قرائن و علامات کی ان کو معرفت حاصل ہو۔جس سے اس پر دلالت ہو۔اور کبھی موضوع کو معلوم کر لیا جاتا ہے واضع کے اقرار سے۔ابن دقیق العید نے کہا۔لیکن یہ یقینی نہیں۔اس احتمال کی وجہ سے کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو۔اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا۔یہ مطلب ہر گز نہیں بلکہ اس کے یقینی ہونے سے نفی کی ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف قسم اول کذب راوی سے پیدا ہونے والی صورت موضوع کو بیان کر رہے ہیں۔جاننا چاہئے کہ کاذب پر وضع کا حکم ظناً ہے۔ہو سکتا ہے کہ اس نے باوجود کاذب ہونے کے اس روایت میں صدق اختیار کیا ہو۔وضع کی معرفت ماہرین فن حدیث ہی کو ہو سکتا ہے عامی آدمی اسے نہیں جان سکتا۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود اس کے اقرار سے وضع کا علم ہو جاتا ہے۔چنانچہ عمر بن صبیح نے خطبۃ النبی کے وضع کا اقرار کیا لیکن ابن دقیق العید نے اس اقرار کو بھی محتمل کذب بیان کیا ہے۔یعنی ہو سکتا ہے کہ اقرار

میں جھوٹا ہو۔ یعنی قطعیت کی نفی کی ہے۔

حل لغات: ملکہ۔ ایسی قوت راسخہ جس سے مہارت تامہ اور عبور حاصل ہو۔
فہم۔ یعنی من المحدثین۔ متمکنۃ۔ یعنی ثابت اور راسخ۔
بعضہم۔ اسکے مصداق ابن جوزی ہیں۔ اصلاً۔ یعنی قطعاً نہ ظناً۔ احتمال کذب کی وجہ سے۔
لیس۔ بعضہم کے گمان کی تردید کررہے ہیں۔ مرادہ۔ یعنی ابن دقیق العید کا مقصد یعنی اس نے موضوع ہونے کے جزم ویقین کی نفی کی ہے۔

وَلاَ يَلْزَمُ مِنْ نَفْيِ الْقَطْعِ نَفْيُ الْحُكْمِ لِاَنَّ الْحُكْمَ يُقْطَعُ بِالظَّنِّ الْغَالِبِ وَ هُوَ هُنَا كَذٰلِكَ وَ لَوْ لا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلَ الْمُقِرِّ بِالْقَتْلِ وَلاَ رَجْمَ الْمُعْتَرِفِ بِالزِّنَا لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَا كَاذِبَيْنِ فِيْمَا اِعْتَرَفَا بِهٖ . وَ مِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِي يُدْرَكُ بِهَا الْوَضْعُ مَا يُوْجَدُ مِنْ حَالِ الرَّاوِيِّ كَمَا وَقَعَ لِمَامُوْنِ ابْنِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ ذُكِرَ بِحَضْرَتِهٖ الْخِلاَفُ فِي كَوْنِ الْحَسَنِ سَمِعَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَوْلاَ فَسَاقَ فِي الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعَ الْحَسَنُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ وَ كَمَا وَقَعَ لِغِيَاثِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ حَيْثُ دَخَلَ عَلَى الْمَهْدِيِّ فَوَجَدَهٗ يَلْعَبُ بِالْحَمَامِ فَسَاقَ فِي الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لاَ سَبَقَ اِلاَّ فِي نَصْلٍ اَوْ خُفٍ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ فَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ اَوْ جَنَاحٍ فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ اَنَّهٗ كَذَبَ لِاَجْلِهٖ فَاَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ.

ترجمہ:- اور نہیں لازم ہے یقین کی نفی سے حکم کی نفی۔ اس لئے کہ حکم تو ظن غالب سے بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں اگر اس طرح نہ ہو مقر بالقتل کے لئے قتل کی گنجائش نہ ہوتی۔ اور معترف زنا کے لئے رجم نہ ہوتی۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ یہ دونوں اپنے اعتراف میں کاذب ہونگے۔

اور انہیں علامتوں میں سے جس کے ذریعہ موضوع کا علم ہوتا ہے۔ وہ ہے جو خود راوی کے حال میں پائی جائے۔ جیسے مامون بن احمد کی مجلس میں حسن بصری کی سماع ابو ہریرہ سے۔ اس میں اختلاف ہوا کہ انھوں نے سنا ہے یا نہیں۔ مامون نے فوراً سند متصل کردی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ کہ حسن بصری کی روایت ابوہریرہ سے ہے۔ اسی

طرح غیاث ابن ابراہیم کا واقعہ جب وہ مہدی پر داخل ہوا تو اسے کبوتر "حمام" کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا۔ فوراً ایک سند پیش کر دی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کر دیا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے بازی مگر تیر اندازی۔ اونٹ یا گھوڑے یا پرندے میں۔ اس نے حدیث میں جناح کو زیادہ کر دیا مہدی نے پہچان لیا کہ اس نے اس کی وجہ سے جھوٹ گڑھا ہے۔ پس اس نے کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف ابن دقیق العید کی تائید اور بعضہم کے قول کیا تردید پھر موضوع کی تفصیل حسب ترتیب متن بیان کر رہے ہیں۔

لا یلزم۔ نفی قطع نفی حکم مستلزم نہیں۔ مطلقاً یعنی نہ قطعاً نہ ظناً

یقع یعنی یجری۔ لولا ذلک ۔یعنی حکم کا ظن پر حاوی ہونا۔

ساغ۔ ای وسع اور جاز۔ یعنی مقر بالزنا والقتل میں قائل و مقر کے احتمال کذب کے باوجود حکم حد نافذ کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں بھی واضع کے اقرار میں حکم وضع جاری کر دیا گیا۔ من القرائن۔ وضع کی علامتیں۔ حال راوی۔ راوی کا حال وہیئت وضع کی نشاندہی کردے۔ انه قال۔ یعنی راوی نے حسن بصری کا سماع ابوہریرہ سے کر کے دکھا دیا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن حارث تمیمی کے متعلق ہے۔ پوچھا گیا مکہ صلحاً فتح ہوا تھا یا عنوۃً کہا عنوۃً۔ دلیل کا مطالبہ ہوا تو سند متصل سے روایت کر دی ان الصحابة اختلفوا فی فتح مکه أکان صلحاً او عنوةً ۔ فسالوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال عنوةً. پھر اس نے اس وضع کا اعتراف کیا کہ اختلاف ختم کرنے کیلئے ایسا کیا تھا۔ مہدی۔ محمد بن منصور عبد اللہ عباسی۔ خلیفہ حارث رون رشید کے والد۔

سبق۔ بازی۔ حافر ۔کھر والا۔ مراد گھوڑا۔

جناح۔ پر مراد پرندہ۔ بذبح الحمام ۔ چونکہ کبوتر وضع حدیث کا سبب بنا تھا اس حدیث کا صرف آخری جز جناح موضوع ہے۔

وَ مِنْهَا مَا يُوْجَدُ مِنْ حَالِ الْمَرْوِیِّ كَاَنْ يَّكُوْنَ مُنَاقِضاً لِنَصِّ الْقُرْآنِ اَوِ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ اَوِ الْاِجْمَاعِ الْقَطْعِیِّ اَوْ صَرِيْحِ الْعَقْلِ حَيْثُ لَايَقْبَلُ شَيْئٌ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ الْمَرْوِیُّ تَارَةً يَخْتَرِعُهُ الْوَاضِعُ وَ تَارَةً يَاخُذُ مِنْ كَلَامِ غَيْرِهٖ كَبَعْضِ السَّلَفِ

الصَّالِحِ اَوْ قُدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ اَوِ الْاِسْرَائِيْلِيَّاتِ اَوْ يَاخُذُ حَدِيْثاً ضَعِيْفَ الْاِسْنَادِ فَيُرَكِّبُ لَهُ اِسْنَاداً صَحِيْحاً لِيُرَوِّجَ وَالْحَامِلُ لِلْوَاضِعِ عَلَى الْوَضْعِ اِمَّا عَدَمُ الدِّيْنِ كَالزَّنَادِقَةِ اَوْ غَلَبَةُ الْجَهْلِ كَبَعْضِ الْمُتَعَبِّدِيْنَ اَوْفَرْطُ الْعَصَبِيَّةِ كَبَعْضِ الْمُقَلِّدِيْنَ اَوْ اِتِّبَاعُ هَوَىٰ بَعْضِ الرُّؤسَا اَوِ الْاِغْرَابِ لِقَصْدِ الْاِشْتِهَارِ.

ترجمہ:- ان ہی علامت وضع میں سے یہ بھی ہے کہ روایت کی حالت سے پتہ چل جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ نص قرآن یا سنت یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو کہ اس میں کسی تاویل کی اس میں گنجائش قبول نہ ہو۔ پھر روایت کبھی ایسی ہوتی ہے کہ واضع کبھی اسے خود گھڑتا، کبھی دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہے۔ جیسے بعض سلف صالح کا قول یا حکماء قدیم کا قول۔ یا اسرائیلیات یا کسی حدیث ضعیف پر وہ سند صحیح لگا دیتا ہے تاکہ رائج ہو جائے۔ اور واضع کو وضع پر ابھارنے والی چیز یا تو بددینی ہوتی ہے جیسے زنادقہ۔ یا غلبہ جہالت جیسے بعض عبادیا تعصب کی زیادتی جیسے بعض مقلدین (مسلک کی ترویج میں) یا خواہش نفسانی سے جیسے بعض رؤسا یا کسی حدیث غریب کو مشہور کرنے کے قصد سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث موضوع کی علامت اس کے وضع کی نوعیت اور وضع پر ابھارنے والی بات کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وضع کی یہ مشہور اور رائج علامتیں ہیں۔ (۱) قرآن حدیث یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہونا۔ یا کسی معمولی عمل پر بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود گھڑنے والا گڑھ لیتا ہے کبھی کسی اسلاف کی بات کو نقل کر دیا۔ یا حکما کا قول حدیث بنا کر نقل کر دیا۔ یا اسرائیلیات کو مرفوع کر دیا۔ یا ضعیف کو سند صحیح سے نقل کر دیتا ہے۔ وغیرہ۔ اور وضع کا باعث بددینی غلب جہالت مذہبی عصبیت۔ یا نفس پرستی یا شہرت مقصد ہوتا ہے۔

لغت۔ منہا۔ یعنی قرائن اور علامات وضع۔

لا یقبل۔ عقل وعلم اسے تسلیم نہ کرے۔

سلف صالح۔ جیسے حسن بصری حضرت علی۔ صوفیا میں مالک بن دینار۔ شبلی وجنید کے اقوال۔ فیرکب۔ یعنی سند پیش کر دے۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سند موضوع ہوگی۔ متن نہیں۔

زنادقہ۔ مراد وہ فرقہ جس نے کفر چھپاتے ہوئے اسلام کو ظاہر کیا۔ اس فرقہ نے بڑی حدیثیں گڑھی ہیں۔ مہدی خلیفہ نے کہا کہ مرے پاس زنادقہ کے ایک شخص نے ایک سو احادیث کے وضع کا اقرار کیا۔ جو لوگوں میں رائج ہو گئی۔ عبدالکریم بن العوجاء نے چار ہزار حدیثیں وضع کیں۔

بعض المتعبدین۔ مراد جاہل صوفیا۔ چنانچہ صلوۃ الغائب وغیرہ کی موضوع حدیثیں انہیں کا کرشمہ ہے۔

فرط عصبیت۔ مذہبی عصبیت۔ جیسے رافضی۔ شیعہ، خوارج نے لاکھوں حدیثیں مذہب کی ترویج اور اہل بیت کی فضیلت میں وضع کی ہے۔

قصد الاشتہار۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک مشہور ہو جانے کے لئے ایسا کیا۔

وَ كُلُّ ذٰلِكَ حَرَامٌ بِاِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدّ بِهِ اِلاّ اَنَّ بَعْضَ الْكَرَّامِيَّةِ وَ بَعْضَ الْمُتَصَوِّفَةِ نُقِلَ عَنْهُمْ اِبَاحَةُ الْوَضْعِ فِي التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَ هُوَ خَطَأٌ مِنْ فَاعِلِهِ نَشَأَ عَنْ جَهْلٍ لِاَنَّ التَّرْغِيْبَ وَالتَّرْهِيْبَ مِنْ جُمْلَةِ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ اتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ تَعَمُّدَ الْكِذْبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَ بَالَغَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ فَكَفَّرَ مَنْ تَعَمَّدَ الْكِذْبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى تَحْرِيْمِ رِوَايَةِ الْمَوْضُوْعِ اِلاَّ مَقْرُوْنًا بِبَيَانِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهُ كِذْبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ:- اور یہ وضع کی تمام صورتیں حرام ہیں ان حضرات کے اجماع سے جن کا اجماع معتبر ہے۔ ہاں مگر کرامیہ اور بعض نام نہاد صوفیہ سے نقل ہے کہ ترغیب و ترہیب کے لئے وضع کرنا مباح ہے۔ ایسا کرنے والے سخت غلطی میں ہیں جو جہالت سے پیدا ہے۔ اسلئے کہ ترغیب و ترہیب بھی منجملہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔ جمہور نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عمداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کبائر میں سے ہے۔ ابو محمد جوینی نے اس پر بڑی شدت اختیار کی ہے۔ جن لوگوں نے آپ پر جھوٹ کہا ہے ان کی تکفیر کی ہے۔ موضوع کی روایت کے حرام ہونے پر اجماع ہے ہاں مگر موضوع کی وضاحت کے ساتھ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف موضوع اور اس کی حیثیت کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ حدیث کا وضع کرنا کبائر میں سے ہے بعضوں نے اس کی تکفیر تک کی ہے۔ بعض جاہل صوفیہ۔ کرامیہ جو معتزلہ کی ایک شاخ ہے۔ ترغیب کے باب میں وضع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی باطل ہے۔ اسی طرح موضوع کو نقل کرنا وضع کی تصریح کے ساتھ جائز ہے ورنہ نہیں۔

لغات: کرامیہ: عبداللہ بن کرام کی طرف نسبت ہے۔ جو فرقہ مشبہہ ہے جو معتزلہ میں سے ہے۔ ترھیب. ڈرانے اور وعید کے مضامین۔ ترغیب۔ رغبت اور شوق کے مضامین۔

اتفقو۔ اس سے مراد اہل سنت والجماعۃ ہے۔

جوینی۔ جوین قریش کے وزن پر خراسان کے محلہ کا نام ہے۔

مقروناً۔ روایت کے ساتھ وضع ہونا بیان کر دے۔

کذابین۔ اگر جمع ہے تو مفہوم واضح ہے اگر تثنیہ ہے تو اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب مراد ہے۔ یعنی انہیں کی طرح انہیں کے گروہ میں ہے۔ یعنی آخرت میں انہیں کے ساتھ حشر وانجام ہوگا۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِی مِنْ اَقْسَامِ الْمَرْدُوْدِ وَ هُوَ مَا يَكُوْنُ بِسَبَبِ تُهمَةِ الرَّاوِی بِالْكِذْبِ هُوَ الْمَتْرُوْكُ وَ الثَّالِثُ اَلْمُنْكَرُ عَلٰى رَاىِ مَنْ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْمُنْكَرِ قَيْدَ الْمُخَالَفَةِ وَ كَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ فَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهُ اَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهُ اَوْ ظَهَرَ فِسْقُهُ فَحَدِيْثُهُ مُنْكَرٌ ثُمَّ الْوَهْمُ وَ هُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَ اِنَّمَا اَفْصَحَ بِهِ لِطُوْلِ الْفَصْلِ اِنِ اطَّلَعَ عَلَيْهِ اَیْ عَلَى الْوَهْمِ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ اَوْ اِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِي حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَ يَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَ جَمْعِ الطُّرُقِ فَهٰذَا هُوَ الْمُعَلَّلُ.

ترجمہ:- مردود کے اقسام میں سے قسم دوم وہ ہے جو راوی کی تہمت کذب کے اعتبار سے ہو وہ متروک ہے۔ تیسرا منکر ہے۔ ان حضرات کی رائے پر جو منکر میں مخالفت کی قید کی

شرط نہیں لگاتے اسی طرح چوتھا اور پانچواں۔ پس جن کی غلطیاں زاید ہوں، یا غفلت کی بہتات ہو یا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث بھی منکر ہو گی پھر وہم جو چھٹی قسم ہے اس کو صراحۃً بیان کیا ہے طولِ تفصیل کی وجہ سے۔ اگر وہم پر ایسے قرائن کے ذریعہ اطلاع ہو جائے جو راوی کے وہم پر دلالت کرنے والے ہوں۔ خواہ مرسل و منقطع کو موصول کر دے۔ یا کسی روایت کو دوسری روایت میں داخل کر دے۔ اس کے علاوہ اور بھی جو بھی عیب لگانے والے اسباب ہوں۔ اور اس وہم کی معرفت کثرت تتبع و تلاش اور روایت کے طریقوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وہ ہے جسے معلل کہا جاتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ان اقسام کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جو راوی کے اوصاف طعن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اجمالاً اسکا ذکر ما قبل میں آچکا ہے۔ راوی کے تہمت کذب سے متصف روایت متروک کہلاتی ہے۔ تیسرا منکر ہے۔ کثرت اغلاط اور فسق سے بھی منکر ہو جاتا ہے۔ وہم جو چھٹی صورت ہے اس سے معلل ہو جاتا ہے۔

القسم الثاني۔ مردود کی وہ قسم جو تہمتِ راوی کی وجہ سے ہو۔

الثالث۔ کثرت خطا۔ اسی طرح کثرتِ غفلت اور فسق سے روایت منکر ہوتی ہے۔

علی رای۔ یعنی اس رائے پر جس میں ثقہ کی مخالفت شرط نہیں۔ خیال رہے کہ منکر جو معروف کا مقابل ہے اس میں مخالفت شرط ہے۔

الوھم۔ طعن راوی کا یہ چھٹا سبب ہے۔ اصطلاح میں روایت الحدیث علی سبیل التوہم یہ سند میں بکثرت ہوتا ہے۔

انما افصح به۔ مولف نے اسے السادس نہیں کہا بلکہ نام ذکر کیا طول مباحث کے حائل ہونے کی وجہ سے۔

ان اطلع۔ ان شرطیہ ہے۔ جزا ھٰذا آگے آرہی ہے۔

من وصل مرسل۔ من بیانیہ ہے۔ یعنی منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا۔

ادخال۔ ایک متن کو دوسرے میں داخل کر دینا۔

و یحصل معرفة۔ وہم کیسے معلوم ہو گا اس کا طریقہ ذکر کر رہے ہیں۔

تتبع۔ رجال، واسانید اور اختلاف متون پر غور و خوض کے ذریعہ۔

جمع۔ تمام طرق کی چھان بین کہ کس طریق سے مرسل ہے کس طریق سے متصل کس طریق سے موقوف یا مرفوع ہے۔ اسی وجہ سے ابن مدینی نے کہا جب تک تمام طرق جمع نہ ہوں گے غلطی اور وہم کا علم نہ ہوگا۔

معلل۔ معلل نام رکھنا صحت سے خالی نہیں۔ معلل نام رکھا گیا ہے ما فیہ الوہم روایت کا باب افعال سے اسے معل ہونا چاہئے اسی طرح معلول بھی نام رکھنا مناسب نہیں علۃ کے معنی کیے بعد دیگرے پلانا ہے۔ کہا جاتا ہے علہ بالشراب۔ بار بار پلایا

وَ هُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَ اَدَقِّهَا وَ لاَ يَقُوْمُ بِهٖ اِلاَّ مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْماً ثَاقِباً وَحِفْظًا وَاسِعاً وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَ مَلَكَةً قَوِيَّةً بِالْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ وَ لِهٰذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اِلاَّ قَلِيْلٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الشَّانِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَالْبُخَارِيِّ وَ يَعْقُوْبَ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اَبِيْ حَاتِمٍ وَ اَبِيْ زُرْعَةَ وَالدَّارْ قُطْنِيِّ وَ قَدْ يَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِيِّ فِيْ نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ۔

ترجمہ:- اور یہ علوم حدیث کی بڑی دقیق وغامض قسموں میں ہے۔ اسے کوئی حاصل نہیں کر سکتا مگر جسے خدائے پاک فہم ثاقب، حفظِ وسیع، معرفت تام سے نوازے۔ جس سے وہ راویوں کے مراتب کو جان لے۔ اور اسے اسانید اور متون پر مہارت تامہ ہو۔ اسی وجہ سے اس پر بہت کم گفتگو کی ہے سوائے چند لوگوں کے جو اس شان کے ہوئے ہیں جیسے علی بن مدینی احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرعۃ، دار قطنی اور اصحاب علل کی عبارت اس امر سے کوتاہ ہے کہ وہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کر سکیں۔ جیسے صراف دراہم و دینار کے پرکھنے پر۔

تشریح:- اس مقام سے مولف علل احادیث کی اہمیت اور اس کے مشکل ترین ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں۔ کہ اس پر درک و مہارت ماہرین فن کا کام ہے۔ وہ بلا دلیل قولی کے ذہانت و تجربہ سے اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

قولہ۔ اغمض و ادق۔ یہ عطف تفسیری ہے۔ مراتب الرواۃ۔ یعنی عدالت وضبط کے اعتبار سے۔

معلل۔ بصیغہ فاعل۔ واقف علل۔ ناقد حدیث۔
عن اقامة الحجة۔ چونکہ دلیل کا تعلق اقوال والفاظ سے ہے اور ماہرین فن اسے اشراق قلبی اور خداداد بصیرت وہبی علوم سے اور تجربہ سے ثابت کرتے ہیں۔

ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ اِنْ كَانَتْ وَاقِعَةً بِسَبَبِ تَغَيُّرِ السِّيَاقِ اَىْ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيْهِ ذٰلِكَ التَّغَيُّرُ مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ وَ هُوَ اَقْسَامٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّرْوِىَ جَمَاعَةُ الْحَدِيْثِ بِاَسَانِيْدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلٰى اِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاَسَانِيْدِ وَلَا يُبَيِّنُ الْاِخْتِلَافَ الثَّانِى اَنْ يَّكُوْنَ الْمَتْنُ عِنْدَ رَاوٍ اِلَّا طَرْفاً مِنْهُ فَاِنَّهُ عِنْدَهُ بِاِسْنَادٍ آخَرَ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُ رَاوٍ تَامّاً بِاِسْنَادِ الْاَوَّلِ وَ مِنْهُ اَنْ يَّسْمَعَ الْحَدِيْثَ مِنْ شَيْخِهِ اِلَّا طَرْفاً مِنْهُ فَيَسْمَعُهُ عَنْ شَيْخِهِ بِوَاسِطَةٍ فَيَرْوِيْهِ رَاوٍ عَنْهُ تَامّاً بِحَذْفِ الْوَاسِطَةِ۔

ترجمہ:- پھر مخالفت جو ساتویں قسم ہے۔ اگر سیاق کے تغیر کے سبب واقع ہو یعنی سیاق اسناد تو جس میں یہ تفسیر واقع ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔ اور وہ چند قسموں پر ہے۔ اول ایک جماعت نے حدیث کو مختلف سندوں سے نقل کیا ہو پھر ان سے ایک راوی نے روایت کی اور سب کو جمع کر دیا ایک سند میں ان اسناد مختلفہ کو اور اختلاف بیان نہیں کیا۔ دوم یہ کہ متن ایک راوی کے پاس تھا۔ مگر ایک حصہ نہیں تھا (تھوڑا کم تھا، اس کے پاس یہ حصہ دوسری سند سے تھا پس وہ سند اول کے ساتھ پوری حدیث روایت کرنے لگا۔ اور اسی قسم ثانی میں سے یہ ہے کہ اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کی اور اس کا ایک حصہ شیخ سے بواسطہ سنا پس وہ اس روایت کو پوری بیان کرتا ہے۔ اور واسطے کو حذف کر دیتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف طعنِ راوی کے ساتویں قسم کی بحث کر رہے ہیں۔ یہ قسم راوی کا ثقات سے مخالفت کرنا ہے۔ ایسے راوی کی روایت مدرج ہے اس کی دو قسم ہے۔ مدرج الاسناد، مدرج المتن۔ مدرج الاسناد: وہ حدیث جس کی سند کا سیاق بدل دیا جائے۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ مختلف و متعدد سندوں کو حذف کر کے راوی ایک سند سے حدیث بیان کرے۔ (۲) ایک حدیث کا ٹکڑا ایک سند سے مروی ہو دوسرا ٹکڑا دوسری سند سے مروی ہو دونوں کو ایک کر کے ایک سند سے روایت کرے (۳) ایک شیخ سے ایک ٹکڑا

بلاواسطہ اور حدیث کا دوسرا ٹکڑا بالواسطہ سنا تھا مکمل حدیث وروایت ایک شیخ سے بلاواسطہ روایت کردی اور واسطہ حذف کردیا۔

مدرج۔ چونکہ مغیر نے سند میں ادراج کردیا ہے اسی وجہ سے مدرج کہا جاتا ہے۔

قولہ ۔ السیاق۔ ای سیاق الاسناد۔ الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔

اقسام۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

راوٍ۔ جس نے سب سندوں کو جمع کر کے روایت کردیا۔ اور اختلاف سند کو بیان نہیں کیا۔ اس کی مثال۔ ترمذی کی روایت ہے۔ عن بندارٍ عن ابن مھدیٍ عن سفیان الثوری عن واصل و منصورٍ والاعمش عن ابی وائل عن عمربن شرحبیل عن عبداللہ۔ الحدیث اس میں سفیان کے تین شیوخ ہیں، واصل نے عبداللہ اور وائل کے درمیان عمر بن شرحبیل کا واسطہ حذف کردیا باقی دونوں راویوں نے واسطہ ذکر کیا ہے۔ مگر راوی نے تینوں کو ایک کر کے عمر بن شرحبیل سے نقل کردیا۔

طرفاً۔ بمعنی حدیث کا ٹکڑا۔

فیرویہ راوٍ۔ یہی راوی مخالفِ ثقات ہے۔ اس کی مثال نسائی میں سفیان کے واسطے سے عن وائل بن حجر ایک حدیث ہے صفت صلوۃ کے متعلق اس میں یہ ٹکڑا بھی داخل کردیا گیا ہے۔ ثم جئتُھم بعد ذلك فی زمان برد شدید عاثم بن کعب جو وسط سند میں ہے۔ ان کی روایت میں یہ نہیں ہے۔ بلکہ دوسری سند میں ہے۔ مگر راوی نے اس سند میں اس ٹکڑے کو ملا کر روایت کردیا۔ اسی قسم ثانی کی ایک دوسری شکل موطا کی ایک حدیث ہے جسے سعید بن ابی مریم نے امام مالک سے روایت کیا زہری سے بواسطہ انس لا تباغضوا و لا تحاسدوا و لا تدابرو و لا تنافسوا۔ تو اس میں لاتنافسو کا لفظ نہیں ہے البتہ موطا میں دوسرے مقام پر جسے امام مالک نے ابوالزناد عن الاعرج ابی ہریرہ بیان کیا ہے۔ مگر راوی سعید نے اس ٹکڑے کو بھی اسی میں ملادیا ہے اور امام مالک کے مشائخ کا واسطہ حذف کردیا ہے۔

اَلثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ الرَّاوِیْ مَتْنَانِ مُخْتَلِفَانِ بِاِسْنَادَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ فَیَرْوِیْهِمَا رَاوٍ عَنْهُ مُقْتَصِرًا عَلٰی اَحَدِ الْاِسْنَادَیْنِ اَوْ یَرْوِیْ اَحَدَ الْحَدِیْثَیْنِ بِاِسْنَادِهِ الْخَاصِ بِهٖ لٰکِنْ یَزِیْدُ فِیْهِ مِنَ الْمَتْنِ الْآخَرِ مَا لَیْسَ فِی الْاَوَّلِ اَلرَّابِعُ اَنْ یَّسُوْقَ الْاِسْنَادَ فَیَعْرِضُ

عَلَيْهِ عَارِضٌ فَيَقُوْلُ كَلَاماً مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ فَيَظُنُّ بَعْضُ مَنْ سَمِعَهٗ اَنَّ ذٰلِكَ الْكَلَامَ هُوَ مَتْنُ ذٰلِكَ الْإِسْنَادِ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُ كَذٰلِكَ هٰذِهٖ اَقْسَامُ مُدْرَجِ الْاَسْنَادِ۔

ترجمہ:۔ تیسری شکل یہ ہے کہ کسی شیخ کے پاس دو متن دو مختلف سندوں سے ہوں اس سے روایت کرنے والا دونوں سندوں کے متن کو ایک سند سے روایت کرتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں کو کسی سندِ خاص سے روایت کرتا ہے لیکن دوسرے متن کو اس میں داخل کر دیتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ راوی سند بیان کر رہا ہو۔ اسے کوئی ضرورت پیش آجائے اس نے اپنی جانب سے کچھ کہہ دیا۔ سامعین میں سے بعض نے گمان کر لیا کہ یہ بھی اسی اسناد کے متن میں سے ہے۔ اور اس کی روایت کر دیتا ہے۔ یہ اقسام مدرج اسناد کی تھیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مدرج کی چار قسموں میں سے تیسری اور چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں۔ تیسری قسم کا خلاصہ یہ ہے کہ دو سندوں کو ایک کر دیتا ہے۔ چوتھے کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد نے کسی راوی کی شرح کی تھی، مثلاً کنیت، نام لقب، نسبت وغیرہ کی شرح کی تھی جسے اپنے شیخ سے انھوں نے نقل نہیں کیا تھا اس کے شاگرد نے سند کا خبر سمجھ کر سند کی طرح بیان کر دیا۔

قوله : فيرويهما۔ خواہ ایک ساتھ روایت کرے یا پورا پورا۔ یا مختصر کر کے روایت کرے۔ في الاول۔ یعنی حدیث اول اور متن اول۔

فيعرض له عارض۔ یعنی کوئی ضرورتِ شرح وغیرہ کی پیش آگئی۔

من سمعه۔ یعنی راوی۔ هذه ۔اقسام اربعہ۔

وَ اَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ اَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً يَكُوْنُ فِيْ اَوَّلِهٖ وَ تَارَةً فِيْ اَثْنَائِهٖ وَ تَارَةً فِيْ آخِرِهٖ وَ هُوَ الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ يَقَعُ بِعَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ اَوْ بِدَمْجِ موقوفٍ مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ بِمَرْفُوْعٍ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ فَهٰذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتْنِ وَ يُدْرَكُ الْاِدْرَاجُ بِوُرُوْدِ رِوَايَةٍ مُفَصَّلَةٍ لِلْقَدْرِ الْمُدْرَجِ بِمَا اُدْرِجَ فِيْهِ اَوْ بِالتَّنْصِيْصِ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الرَّاوِيِّ اَوْ مِنْ بَعْضِ الْاَئِمَّةِ الْمُطَّلِعِيْنَ اَوْ بِاسْتِحَالَةِ كَوْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّم يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَ قَدْ صَنَّفَ الْخَطِيْبُ فِي الْمُدْرَجِ كِتَاباً وَ لَخَّصْتُهُ وَ زِدتُّ عَلَيْهِ قَدْرَ مَا ذُكِرَ مَرَّتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ .

ترجمہ:۔اور بہر حال مدرج المتن وہ یہ ہے کہ متن میں کوئی کلام داخل ہو جائے۔ یہ کبھی شروع میں ہوتا ہے کبھی وسط میں کبھی آخر میں۔ اور یہ زائد ہے۔ چونکہ یہ واقع ہوتا ہے عطف الجملہ علی الجملہ کی صورت میں یا یہ کہ صحابی یا تابعی کے کلام موقوف کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے ساتھ بلا امتیاز کے ملادیا جائے۔ یہ مدرج متن کہلاتا ہے۔ اس روایت کے موجود ہونے سے ادراج کا علم ہو جاتا ہے جس نے اس مقدار کو جدا کردیا ہو جو اس میں داخل کردیا گیا تھا یا راوی کی تصریح سے، یا بعض ائمہ واقفین کی اطلاع سے۔ یا محال ہونے کی وجہ سے کہ آپ نے یہ کہا ہو خطیب نے مدرج کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں دو چند بلکہ اس سے زائد کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف ادراجِ متن کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اوّلاً اس کی تقسیم ہے۔ پھر ادراج کی علامتوں کا بیان ہے۔

ادراج یا تو اوائل متن میں ہوگا جیسے اسبغو الوضوءَ ویل للاعقاب من النار اس میں اسبغوا کا لفظ مدرج ہے۔ یا وسط متن میں ہوگا۔ جیسے حضرت عائشہ کی حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحنث فی غار حرا وھو المتعبد. اسمیں و ھو المتعبد مدرج ہے۔ یا ادراج آخر سند میں ہو جیسے ابو خثیمہ کے واسطے سے تشہد ابن مسعود کے آخر میں اذا قلت ھذا فقد قضیتَ . اس میں اذا کے بعد مدرج ہے۔

و ھو الاکثر. ادراج عموماً آخر میں ہوتا ہے چونکہ اس کا تعلق تفسیر سے ہوتا ہے۔

حل: بدمج موقوف . یعنی داخل کردینا۔

م ن بعدھم. یعنی صحابہ کے بعد تابعین یا اتباع تابعین کی روایت۔

ب لا فصلٍ. یعنی بلا امتیاز اور فرق کے

[illegible]رك الادراج. یعنی ادراج کی معرفت کا طریقہ۔

بورود روایة مُفصِّلة . تفصیل سے اسم فاعل۔ یعنی دوسری روایت میں مدرج حصہ

ممتاز ہو کر آرہا ہو۔

او باستحالۃ۔ یعنی ایسے الفاظ و جملے ہو کہ آپ سے اس کا صادر ہونا مشکل ہو۔ جیسا کہ لولا الجهاد فی سبیل اللہ و برُّ اُمِّی لاَ حَبَبتُ ان امرتَ و انا مملوك . اگر جہاد اور والدہ کی خدمت کا موقع نہ ہوتا میں غلام کی موت کی تمنا کرتا۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہاں حیات تھیں اور غلامی کی تمنا آپ کی شایانِ شان بھی کہاں۔

لخَّصتُ۔ خطیب بغدادی کی اس کتاب کا نام الفصل الوصل المدرج فی النقل ہے۔

اور حافظ کی تلخیص اور اس پر جو مضاعف ہے اس کا نام تقریب المنہج بترتیب المدرج ہے۔

وَ اِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِیْمٍ وَ تَاخِیْرٍ اَیْ فِی الْاَسْمَاءِ کَمُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ وَ کَعْبِ بْنِ مُرَّةَ لِاَنَّ اِسْمَ اَحَدِهِمَا اِسْمُ اَبِیْ الْآخَرِ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْلُوْبُ وَ لِلْخَطِیْبِ فِیْهِ کِتَابٌ رَافِعُ الْاِرْتِیَابِ وَ قَدْ یَقَعُ الْقَلْبُ فِی الْمَتَنِ اَیْضاً کَحَدِیْثِ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِی السَّبْعَةِ الَّذِیْنَ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِی ظِلِّ عَرْشِهٖ فَفِیْهِ وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاهَا حَتّٰی لاَ تَعْلَمَ یَمِیْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ فَهٰذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلٰی اَحَدِ الرُّوَاةِ وَ اِنَّمَا هُوَ حَتّٰی لاَ تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ کَمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ.

ترجمہ:- اگر مخالفت تقدیم و تاخیر کی صورت میں ہو یعنی ناموں میں ہو۔ جیسے مرہ بن کعب سے کعب بن مرہ۔ چونکہ اس میں ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے تو یہ مغلوب ہے۔ اور خطیب نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ رافع الارتیاب۔ اور قلب کبھی متن میں ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ کی حدیث مسلم میں ان سات لوگوں کے متعلق جو عرش کے سایہ میں ہونگے پس اس میں ایک وہ آدمی ہے جس نے صدقہ ایسے مخفی طور سے کیا ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ کو نہ معلوم ہو کہ بائیں نے کیا خرچ کیا۔ اس میں ایک راوی نے اسے بدل کر کہا۔ حالانکہ وہ اس طرح ہے اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

تشریح:- مؤلف اس مقام سے مقلوب کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ یعنی سند یا متن میں الٹ پلٹ ہو جائے جیسے کعب بن مرہ سے مرہ بن کعب۔

قولہ فی الاسماء۔ مقلوب اکثر اسماناموں ہی میں واقع ہوتا ہے۔
رافع الارتیاب۔ اسکانام رافع الارتیابُ فی المقلوب من الاسماء والانساب
ابو ھریرہ۔ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث مسلم کے بعض طرق میں ہے۔
ففیہ۔ یعنی ففی ذلک الحدیث۔
انقلب۔ ای متنہ ۔یعنی متن حدیث میں انقلاب ہے۔
صحیحین۔ مسلم اور بخاری کے بعض نسخوں میں یہ قلب واقع ہے۔

وَ اِن کَانَتِ الْمُخَالَفَۃُ بِزِیَادَۃِ راوٍ فِی اِثْنَاءِ الْاَسْنَادِ وَ مَنْ لَمْ یَزِدْ ھَا اَتْقَنَ مِمَّنْ زَادَھَا فَھٰذَا ھُوَ الْمَزِیْدُ فِی مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدِ وَ شَرْطُہٗ اَنْ یَقَعَ التَّصْرِیْحُ بِالسَّمَاعِ فِی مَوْضَعِ الزِّیَادَۃِ وَاِلاَّ فَمَتٰی کَانَ مُعَنْعَناً مَثَلاً تَرَجَّحَتِ الزِّیَادَۃُ اَوْ اِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَۃُ بِاِبْدَالِہٖ اَیِ الرَّاوِیْ وَ لاَ مُرَجِّحَ لِاَحَدیٰ الرِّوَایَتَیْنِ عَلٰی الْاُخْرٰی فَھٰذَا ھُوَ الْمُضْطَرِبُ وَ ھُوَ یَقَعُ فِی الْاِسْنَادِ غَالِباً وَ قَدْ یَقَعُ فِی الْمَتَنِ لٰکِنْ قَلَّ اَنْ یَحْکُمَ الْمُحَدِّثُ عَلٰی الْحَدِیْثِ بِالْاِضْطِرَابِ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی الْاِخْتِلاَفِ فِی الْمَتَنِ دُوْنَ الْاِسْنَادِ.

ترجمہ:۔ اگر مخالفت درمیان سند میں راوی کے زاید کرنے کی وجہ سے ہو اور جس نے زاید نہیں کیا وہ اس سے اتقن ہو۔ اسکے مقابلہ میں جس نے زاید کیا ہو تو وہ مزید فی متصل الاسانید ہے اس کی یہ شرط ہے کہ سماع کی تصریح زیادتی کے مقام میں کردی ہو۔ ورنہ تو جب معنعن ہوگا تو زیادتی کو ترجیح دی جائے گی۔ یا یہ کہ مخالفت اس کے یعنی راوی کے ابدال سے ہو اور کوئی مرجح نہ ہو دو روایتوں میں سے کسی ایک کے درمیان۔ تو یہ مضطرب ہے۔
اور اکثر یہ سند میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کم ہوا ہے کہ کسی حدیث پر کوئی محدث اضطراب کا حکم لگائے۔ اختلاف متن کی نسبت کے اعتبار سے نہ کہ اسناد کے اعتبار سے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مزید متصل الاسانید اور مضطرب کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مزید فی متصل الاسانید۔ جس کی سند متصل ہو۔ اور کسی راوی کا اضافہ کردیا جائے۔
جیسے حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ حَدَّثَنِی بُسْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ

اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَرْثَدَ الْغَنَوِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لاَ تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ. اس سند میں ابو سفیان اور ابو ادریس کی زیادتی ہے۔ اور یہ زیادتی وہما ہے۔ چونکہ اس کو ثقہ جماعت نے ان دو واسطوں کے بغیر نقل کیا ہے۔

مضطرب ۔وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں تغیر یا تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو۔ اور دونوں روایتوں میں سے کسی کو ترجیح ممکن نہ ہو۔ اگر ترجیح ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو غیر مقبول کہیں گے۔ جیسے بواسطہ ابو بکر صدیق یہ روایت ہے یا رسول الله اراك شبت قال شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَ اخَوَاتُهَا اس میں سنداً اضطراب ہے کہ یہ صرف ابو اسحٰق کے طریق سے مروی ہے۔ اور اس میں دس وجہوں سے اختلاف ہے۔

بعض نے مرسل۔ بعض نے موصول۔ بعض نے مسانید ابی بکر میں کسی نے مسانید سعد میں ہونا بیان کیا ہے ادھر تمام رواۃ ثقات ہیں مساوی درجہ کے ہیں۔ ترجیح بھی ممکن نہیں۔ اور جمع بھی ممکن نہیں۔

اضطراب کی مثال:۔ ترمذی میں فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الزکوة فقال ان فی المال حقاً سوی الزکوة ۔ اسے ابن ماجہ نے اس طرح نقل کیا ہے۔ لیس فی المال حقٌ سِوَى الزكوة.

حل لغات۔ اتقن۔ اتقان سے ماخوذ ہے۔ جیسے افید افادۃ سے۔ بمعنی اسم تفضیل۔

شرطه ۔ جس میں زاید راوی نہ ہو۔ اس میں راوی کے سماع کی تصریح ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ واسطہ زاید ہے۔

معنعنا۔ عنعن سے بصیغہ مفعول جو بذریعہ عن عن مروی ہو۔

ترجحت الزیادة۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ثقہ کی حدیث منقطع ہے۔ گو اس زیادتی سے قبل متصل ہونے کا احتمال تھا۔

بابداله الراوی۔ یعنی ابدال کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے۔ اسی طرح مروی کا بھی ابدال۔ اس طرح اضطراب سند کے ساتھ اضطرابِ متن کو

بھی شامل ہو جائے گا۔

ولا یرجح۔ یعنی ایک روایت کو دوسرے پر کوئی ترجیح دینے والا نہ ہو۔ اگر مرجح ہو گا تو مضطرب نہ ہو گا۔ مضطرب۔ بکسر راء ہے۔

فی المتن۔ یعنی صرف متن میں۔ اضطراب فی المتن کی شکل محدثین بہت کم اسے مضطرب قرار دیتے ہیں گویا کہ اسے اختلاف متن پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ اضطراب کی شکل میں حدیث ضعیف ہو جاتا ہے چونکہ یہ عدم ضبط کی علامت ہے۔

وَ قَدْ یَقَعُ الْاِبْدَالُ عَمَداً لِمَنْ یُرادُ اِخْتِبَارُ حِفْظِهٖ اِمْتِحَاناً مِنْ فَاعِلِهٖ کَمَا وَقَعَ لِلْبُخَارِی وَ الْعُقَیْلِیْ وَ غَیْرِهِمَا وَ شَرْطُهٗ اَنْ لاَ یَسْتَمِرَّ عَلَیْهِ بَلْ یَنْتَهِیْ بِاِنْتِهَاءِ الْحَاجَةِ فَلَوْ وَقَعَ الْاِبْدَالُ عَمَداً لاَ لِمَصْلَحَةٍ بَلْ لِلْاِغْرَابِ مَثَلاً فَهُوَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَوْضُوْعِ لَوْ وَقَعَ غَلَطاً فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوْبِ وَالْمُعَلَّلِ۔

ترجمہ:۔ اور کبھی ابدال قصداً ہوتا ہے۔ اس شخص کے لئے جس کے آزمانے کا ارادہ ہو۔ ابدال کرنے والے کی طرف سے امتحان کے لئے۔ جیسا کہ امام بخاری اور عقیلی کے لئے ہوا تھا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ اس پر باقی نہ رہے۔ بلکہ ضرورت کے بعد ختم کر دے۔ پس اگر ابدال عمداً بلا کسی ضرورت کے اظہار غرابت کے طور پر ہوا ہے تو وہ موضوع کے اقسام سے ہو گا۔ اگر غلطی سے ہوا ہو تو مقلوب و معلل ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے صاحب کتاب ابدال بالقصد کی صورت کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ اگر ابدال بالقصد امتحان لینے کے لئے ہوا ہے اور اس پر بقا نہ رہا تو ٹھیک ہے اگر اظہار غرابت کے طور ہوا تو موضوع سہواً ہوا تو مقلوب ہو گا۔

حل لغات: من فاعله۔ ای فاعل الابدال۔

للبخاری۔ امام بخاری کے ساتھ امتحاناً ابدال کا واقعہ بغداد میں پیش آیا تھا۔ قریب سو حدیثوں کے سندوں اور متنوں کو بدل کر پیش کیا۔ امام بخاری نے اولاً ان احادیث کے متعلق لا اعرف کہا۔ پھر کہا پہلی حدیث اس کی سند اور متن اس طرح تھی۔ اور واقع میں اس کی سند اور متن اس طرح ہے۔ اسی طرح سو حدیثوں کا جواب دیا۔ اہل بغداد نے حفظ و فضل کا اعتراف کیا۔ (شرح القاری)

عقیلی۔ عین کے ضمہ کے ساتھ۔
بانتہاء الحاجۃ۔ یعنی ضرورت کے بعد یہ تبدیلی ختم کردے۔
للاغراب۔ اظہار حیرت وتعجب کے لئے۔

خیال رہے کہ مؤلف نے امتحاناً ابدال کو ابدال کے اقسام میں مانا ہے دیگر حضرات نے مقلوب میں مانا ہے۔

اَوْ اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيْرِ حَرْفٍ اَوْ حُرُوْفٍ مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ فِي السِّيَاقِ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى النُّقَطِ فَالْمُصَحَّفُ وَ اِنْ كَانَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّكْلِ فَالْمُحَرَّفُ وَ مَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مُهِمَّةٌ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْعَسْكَرِيُّ وَالدَّارُقُطْنِي وَ غَيْرُهُمَا وَ اَكْثَرَ مَا يَقَعُ فِي الْمُتُوْنِ وَ قَدْ يَقَعُ فِى الْاَسْمَاءِ الَّتِي فِي الْاَسَانِيْدِ.

ترجمہ:- پس اگر مخالفت کسی حرف یا حروف میں ہو صورت حظ کے باقی رہنے کے ساتھ سیاق میں اگر یہ نقطہ میں ہے تو مصحف، اور اگر شکل کے اعتبار سے ہے تو محرف ہے۔ اور اس قسم کا پہچاننا مشکل ہے، اور عسکری اور دار قطنی نے اس پر کتاب لکھی ہیں۔ زیادہ تر اسکا وقوع متون میں ہوتا ہے اور کبھی سند کے ناموں میں ہوتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مصحف اور محرف جو ابدال اور تغیر کی ایک شکل ہے ذکر کررہے ہیں۔

مصحف۔ جس حدیث کو ثقہ راوی کے خلاف نقل کیا جائے۔ اور یہ اختلاف نقطوں کے اعتبار سے ہو مصحف النقط اور شکل میں ہو تو محرف کہا جاتا ہے۔ اور دیگر حضرات اسے مصحف الشکل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ ابن حجر کی اصطلاح ہے۔ مصحف النقط کی مثال۔ مراحم اور مراجم ہے۔ اور محرف کی مثال رمٰی اُبی یوم الاحزاب ۔ اُبی سے مراد ابی بن کعب اس کو اَبی اَبْ کی اضافت کے ساتھ کردیا ہے ابن صلاح نے دونوں قسموں کو محرف سے موسوم کیا ہے۔

حل لغات: حروف۔ یعنی دو حرف یا اس سے زاید۔
السیاق۔ یعنی لفظ کا سیاق۔ ذلک۔ یعنی تغیر۔

مصحف۔ اسم مفعول کے ساتھ۔ اسی کی مثال مراجم سے مزاحم۔ ستا سے شیئا۔
المشکل۔ یعنی حرکات وسکنات میں۔ جیسے ابی بن کعب سے ابی مضاف اب الی بیاء المتکلم۔
الاسناد۔ مثلاً عاصم الاحول سے احدب۔
غیرھما۔ جیسے خطابی ابن جوزی۔ مایقع۔ ما مصدریہ ہے۔ یعنی اکثر وقوع جس طرح اسماء نسب میں ہوتا ہے اسی طرح القاب اور انساب میں بھی تصحیف واقع ہو جاتی ہے۔

وَلاَ يَجُوْزُ تَعَمُّدُ تَغيُرِ صُوْرَةِ الْمَتَنِ مُطْلَقاً وَلاَ الإِخْتِصَارُ مِنْهُ بِالنَّقْصِ وَلاَ اِبْدَالِ اللَّفْظِ الْمُرَادِفِ بِاللَّفْظِ الْمُرَادِفِ لَهُ اِلأَلعَالِمِ بِمَدْلُوْلاَتِ الأَلْفَاظِ وَ بِمَا يَحِيْلُ الْمَعَانِى عَلٰى الصَّحِيْحِ فِى الْمَسْئَلَتَيْنِ اَمَّا اِخْتِصَارُ الْحَدِيْثِ وَ الاَكْثَرُوْنَ عَلٰى جَوَازِهِ بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ الَّذِىْ يَخْتَصِرُهُ عَالِماً لِاَنَّ الْعَالِمَ لاَ يُنْقِصُ مِنَ الْحَدِيْثِ اِلاَّ مَا لاَ تَعَلُّقَ لَهُ بِمَا يَبْقِيْهِ مِنْهُ بِحَيْثُ لاَ يَخْتَلِفُ الدَّلاَلَةُ وَ لاَ يَخْتَلُّ الْبَيَانُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمَذْكُوْرُ وَالْمَحْذُوْفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَيْنِ اَوْ يَدُلُّ مَا ذَكَرَهُ عَلٰى مَا حَذَفَهُ بِخِلاَفِ الْجَاهِلِ فَاِنَّهُ قَدْ يُنْقِصُ مَالَهُ تَعَلُّقٌ كَتَرْكِ الإِسْتِثْنَاءِ.

ترجمہ:- اور متن کی صورت کو عمداً بدلنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ اور نہ اختصار کرنا کم کرتے ہوئے۔ اور نہ کسی مرادف لفظ کو مرادف سے بدلنا۔ ہاں مگر اس عالم کو (جائز ہے) جو الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔ اور جس سے معانی بدل جاتے ہوں۔ دونوں مسئلوں کے متعلق صحیح قول پر۔ اور بہر حال حدیث پاک کا اختصار تو اکثر اسے شرط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں کہ اسے عالم مختصر کرنے والا ہو۔ چونکہ عالم حدیث کو ناقص نہیں کرے گا۔ ہاں جس کے ماباقیہ حصہ کے معانی سے تعلق نہ ہو معانی سے اس طور پر کہ دلالت مختلف نہ ہو۔ اور بیان میں خلل واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ محذوف مذکور بمنزلہ دو خبر کے ہو جائے۔ یا مذکور محذوف پر دلالت کرے۔ بخلاف جاہل کے وہ جس کا تعلق معانی سے ہو اس کو بھی ناقص کرے گا۔ جیسے استثناء کا چھوڑ دینا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف متن کی تغیر اور اس کے اختصار کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اگر واقف حدیث شخص اگر معنی اور مدلول کی بقاء کے ساتھ اختصار کر دے تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور جاہل کو اختصار حدیث درست نہیں چونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کا تعلق معنی

سے ہواسے بھی کم دے جس سے معنی ناقص ہو جائے۔

حل لغات: تغییر۔ مثلاً تصحیف و تحریف واقع ہو جائے۔

مطلقاً۔ خواہ مفردات میں ہو یا مرکبات میں۔

الا العالم ۔ مطلب یہ ہے کہ متن کی صورت کو بدلنا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اختصار عالم کے لئے درست ہے۔

مدلولات اللفظ۔ یعنی معنی لغویہ۔ یحیل ۔احالہ سے۔ بمعنی متغیر کرنا بدلنا۔

مسئلتین۔ یعنی اختصار الحدیث اور روایت بالمعنی۔ دونوں عالم کے لئے درست ہے۔

اختصار کے متعلق چند اقوال ہیں۔ جائز، ناجائز۔ اگر اس کی روایت ایک مرتبہ کر چکا ہے تو جائز ورنہ نہیں۔

مالا تعلق له۔ یعنی منقوص اور محذوف۔ یعنی جس کا معنی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

منه۔ یعنی الحدیث۔ یختل البیان۔ یعنی حکم میں کوئی خلل نہ پیدا ہو۔

بمنزلة خبرین۔ یعنی دو منفصل حبر کے مانند۔

ماله تعلق۔ یعنی جملہ کے ساتھ اسکا ایسا تعلق ہو کہ اسکے حذف سے معنی بدل جائیں۔

کترك۔ جیسے استثناء کا حذف کرنا کہ اس کا ذکر ضروری ہے۔ مثلاً لا یباع الذهب بالذهب الا سواءً بسواءٍ.

وَ اَمَّا الرِّوَايَةُ بِالْمَعْنىٰ فَالْخِلَافُ فِيهِ شَهِيْرٌ وَالاَكْثَرُ عَلَى الْجَوَازِ اَيْضاً وَ مِنْ اَقْوىٰ حُجَجِهِمْ الْاِجْمَاعُ عَلىٰ جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِيْعَةِ لِلْعَجَمِ بِلِسَانِهِمْ لِلْعَارِفِ بِهٖ فَاِذَا جَازَ الْاِبْدَالُ بِلُغَةٍ اُخْرىٰ فَجَوَازُهٗ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ اَوْلىٰ ، وَ قِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ فِي الْمُفْرَدَاتِ دُوْنَ الْمُرَكَّبَاتِ وَقِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ يَسْتَحْضِرُ اللَّفْظَ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ وَ قِيْلَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِمَنْ كَانَ يَحْفَظُ الْحَدِيْثَ فَنَسِيَ لَفْظَهٗ وَ بَقِيَ مَعْنَاهُ مُرْتَسِماً فِي ذِهْنِهٖ فَلَهٗ اَنْ يَرْوِيَهٗ بِالْمَعْنىٰ لِمَصْلَحَةِ تَحْصِيْلِ الْحُكْمِ مِنْهُ بِخِلَافِ مَنْ كَانَ مُسْتَحْضِرًا لِلَفْظِهٖ وَ جَمِيْعُ مَا تَقَدَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَازِ وَ عَدَمِهٖ وَ لاَ شَكَّ اَنَّ الْاَوْلىٰ اِيْرَادُ الْحَدِيْثِ بِاَلْفَاظِهٖ دُوْنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ، قَالَ الْقَاضِي عِيَاضُ يَنْبَغِي سَدُّ بَابِ الرِّوَايَةِ بِالْمَعْنىٰ لِئَلاَّ يَتَسَلَّطَ مَنْ لاَ يُحْسِنُ مِمَّنْ يَظُنُّ اَنَّهٗ

يُحْسِنُ كَمَا وَقَعَ لِكَثِيْرٍ مِنَ الرُّوَاةِ قَدِيْماً وَحَدِيْثاً ، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

ترجمہ:-اور بہر حال روایت بالمعنی تو اس کا اختلاف مشہور ہے۔ بیشتر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اس کے مضبوط و مستحکم دلائل میں سے یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ غیر عرب کی زبان میں شریعت کی تشریح اس کیلئے جائز ہے جو اس زبان سے واقف ہو۔ پس جب دوسری زبان سے بدل جائز ہوگا تو لغت عربیہ میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور یہ بھی قول ہے کہ مفردات میں جائز ہے مرکبات میں نہیں۔ اور یہ بھی قول ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جس کے لئے الفاظ حدیث مستحضر ہو تاکہ تصرف کرنا ممکن ہو سکے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جسے حدیث یاد تھی پھر وہ اسے بھول گیا۔ اور اس کے معنی ذہن میں باقی رہ گئے تو اس کیلئے درست ہے کہ وہ معنیً روایت کرے۔ حکم کے حاصل کرنے کی ضرورت کی وجہ سے۔ بخلاف اسے جسے الفاظ یاد ہو۔ اور ماقبل کی بحث جواز و عدم جواز پر تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اولی یہ ہے کہ حدیث بعینہ اسی الفاظ کے ساتھ بلا اس میں کسی تصرف کے ذکر کیا جائے۔ قاضی عیاض نے کہا مناسب یہ ہے کہ روایت بالمعنی کے دروازے کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ جو اسے بخوبی انجام نہ دے سکتا ہو وہ جرأت نہ کرے اگرچہ اس کا گمان ہو کہ وہ ٹھیک ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ پچھلے اور موجودہ زمانہ میں ہوا ہے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف روایت بالمعنی کے متعلق تفصیل کر رہے ہیں۔ متقدمین علماء کے درمیان اس مسئلہ میں کافی اختلاف تھا۔ ابن سیرین اسکے عدم جواز کے قائل تھے ابن عمر، حضرت امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی کے قائل ابو بکر رازی ہیں۔ باقی جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

روایت بالمعنی ۔لفظ مرادف کے ساتھ اس کی تعبیر۔

حل لغات: الاکثر۔ مراد اس سے اہل حدیث واصول و فقہ ہے۔ اور اسی میں ائمہ ... بھی شامل ہیں۔

شرح الشریعہ۔ مراد کتاب اللہ اور سنت کی تشریح ہے۔ اس وجہ سے کہ شارع کا حکم ہے حاضر غائب کو پہونچادے۔ اور یہ غائب تمام اہل زبان ہیں۔

جاز الابدال۔ بلکہ بسا اوقات ضروری ہو جاتا ہے تاکہ دین پہونچ جائے۔

دون المرکبات۔ اس لئے کہ مرکبات کے مقابلہ میں مفردات میں کم تغیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

دون التصرف۔ احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ تصرف کا امکان بھی نہ رہے۔

قال القاضی۔ قاضی عیاض مالکی روایت بالمعنی کو درست قرار نہیں دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے ہر شخص حدیث میں تغیر نہ کر سکے۔

ینبغی۔ بمعنی یجب ویلزم ہے۔ یتسلط۔ بمعنی جرأت کرنا۔

لا یحسن۔ جو ابدال بہتر اور کماحقہ نہ کر سکتا ہو۔

فَاِنْ خَفِيَ الْمَعْنیٰ بِاَنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلاً بِقِلَّةٍ اُحْتِيْجَ اِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شَرْحِ الْغَرِيْبِ كَكِتَابِ اَبِيْ عُبَيْدِ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ وَ هُوَ غَيْرُ مُرَتَّبٍ وَ قَدْ رَتَّبَهُ الشَّيْخُ مُوَفَّقُ الدِّيْنِ ابْنُ قُدَامَةَ عَلَى الْحُرُوْفِ وَ اَجْمَعُ مِنْهُ كِتَابُ اَبِيْ عُبَيْدٍ الْهَرَوِيِّ وَ قَدِ اعْتَنٰى بِهِ الْحَافِظُ اَبُوْ مُوْسٰى اَلْمَدِيْنِيُّ فَتَعَقَّبَ عَلَيْهِ وَاسْتَدْرَكَ وَ لِلزَّمَخْشَرِيْ كِتَابٌ اِسْمُهُ اَلْفَائِقُ حُسْنُ التَّرْتِيْبِ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيْعَ اِبْنُ الْاَثِيْرِ فِي النِّهَايَةِ وَ كِتَابُهُ اَسْهَلُ الْكُتُبِ تَنَاوُلاً مَعْ اِعْوَازٍ قَلِيْلٍ فِيْهِ۔

ترجمہ:- اگر معنی میں خفارہ جائے (واضح نہ ہو) اس وجہ سے کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو تو ان کتابوں کی طرف ضرورت پڑتی ہے جو غریب یا ناموس الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں۔ جیسے ابو عبید القاسم کی کتاب جو غیر مرتب تھی۔ اور شیخ موفق الدین ابن قدامہ نے اسے حروف پر ترتیب دی ہے۔ اس سے زیادہ جامع کتاب ابو عبید ہروی کی ہے اور اس پر مزید توجہ حافظ ابو موسیٰ مدینی نے کیا ہے۔ انھوں نے اس کا تعقب اور استدراک کیا ہے۔ اور اس موضوع پر زمخشری کی کتاب ہے جس کا نام الفائق ہے۔ جس کی ترتیب بڑی عمدہ ہے۔ پھر ان سب کو ابن اثیر نے النہایہ میں جمع کر دیا ہے۔ اور ان کی کتاب سے فائدہ حاصل کرنا آسان ہے۔ کچھ کمی کے ساتھ جو اس میں رہ گئی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قلیل الاستعمال غریب الفاظ اور اس کے حل پر لکھی جانے والی کتابوں کی تشریح کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اس مقام پر غریب سے مراد لغوی غریب ہے اصطلاحی نہیں جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے۔ غریب لغوی۔ متن حدیث

میں آنے والا ایسا لفظ جس کے معنی قلت استعمال کی وجہ سے ظاہر نہ ہو یا مشکل ہو جائے۔

حل لغات: خفي المعنى. مراد حدیث کے معنی۔ سلاّم۔ تشدید لام کے ساتھ ہے۔

على الحروف. حروف کی ترتیب پر۔

تعقب. تعقب کرنا۔ پیچھے پڑنا۔ تحقیق و تفتیش کرنا۔ اعتراض کرنا۔

استدرك. خالی اور چھوٹے ہوئے مفہوم اور امور کا ظاہر کرنا۔ کمی کو پورا کرنا۔

اعواز. نا قابل استفادہ۔ بعض مواقع ایسے ہیں جہاں فائدہ نہیں ہوتا ہے۔

ابن اثیر نہایہ کی تلخیص علامہ سیوطی نے کی ہے جس کا نام الدرر النشیر فی تلخیص نہایہ ابن اثیر ہے۔ اس فن پر طاہر پٹنی کی کتاب مجمع بحار الانوار بڑی جامع مشہور اور مکمل ہے۔

وَ اِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلاً بِكَثْرَةٍ لٰكِنْ فِي مَدْلُوْلِهٖ دِقَّةٌ اُحْتِيْجَ اِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْاَخْبَارِ وَ بَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا وَ قَدْ اَكْثَرَ الْاَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيْفِ فِي ذٰلِكَ الطَّحَاوِيُّ وَالْخَطَّابِيُّ وَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَ غَيْرُهُمْ.

ترجمہ: -اور اگر لفظ کا استعمال تو کثیر ہو مگر اس کے مفہوم میں دقت ہو۔ تو اس کے لئے ان کتابوں کی ضرورت پڑے گی جو اس کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ یعنی احادیث کے معنی کے بیان اور اس کے مشکل معنی کی شرح میں اور اس کے متعلق ائمہ کی تصانیف بہت ہیں مثلاً طحاوی۔ خطابی ابن عبدالبر وغیرہ کی۔

تشریح: -اس مقام سے مولف "مشکل الحدیث" کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس کا دوسرا نام مختلف الحدیث بھی ہے۔ اس میں متعارض احادیث کی تطبیق اور مشکل المراد احادیث کے محمل کی تعین کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس نوع پر سب سے پہلے کام امام شافعی نے کتاب الام کے بعض حصوں میں کیا ہے۔ باقاعدہ طور پر ابن جریج نے قلم اٹھایا۔ ابن قتیبہ نے بھی کتاب لکھی ہے۔ اس موضوع کی دو کتابیں اس وقت دستیاب ہیں۔ طحاوی کی مشکل الآثار۔ ابن فورک کی مشکل الحدیث۔

ثُمَّ الْجِهَالَةُ بِالرَّاوِيْ وَ هِيَ سَبَبُ الثَّامِنِ فِي الطَّعْنِ وَ سَبَبُهَا اَمْرَانِ اَحَدُ هُمَا اَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ تَكَثَّرَ نُعُوْتُهٗ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ اَوْ لَقَبٍ اَوْ صِفَةٍ اَوْ حِرْفَةٍ اَوْ نَسَبٍ فَيَشْتَهِرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَيُذْكَرُ بِغَيْرِ مَااشْتَهَرَ بِهٖ لِغَرَضٍ مِنَ الْاَغْرَاضِ فَيُظَنُّ اَنَّهٗ آخَرُ

فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ وَ صَنَّفُوْا فِيْهِ اَىْ فِى هٰذَا النَّوْعِ الْمُوْضَحَ لِاَ وْ هَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْقِ اَجَادَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ وَ سَبَقَهُ اِلَيْهِ عَبْدُ الْغَنِى ثُمَّ الصُّوْرِىُّ.

ترجمہ:- پھر جہالت راوی جو طعن کا آٹھواں سبب ہے اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ راوی مختلف صفات والا ہو اسم، کنیت، لقب یا کوئی وصف یا کوئی حرفت یا نسب ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو اور اس کے غیر مشہور وصف کو ذکر کر دیا جائے۔ کسی غرض کی وجہ سے۔ پس گمان ہو جاتا ہے کہ یہ دوسرا شخص ہے۔ پس اس کا حال مجہول ہو جاتا ہے۔ اس نوع پر الموضح لاوہام الجمع کتاب لکھی گئی ہے۔ اور خطیب نے بڑا عمدہ لکھا ہے۔ اور عبدالغنی اور صوری سبقت لے گئے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف طعن راوی کا سبب ہشتم جہالت راوی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ کہ بسا اوقات نام، کنیت، لقب وغیرہ کے متعدد ہونے سے راوی کے متعدد ہونے کا خیال ہو جاتا ہے۔

حل لغات: الجہالۃ۔ خواہ جہالت راوی ذاتاً یا صفۃً

نعوت۔ نعت کی جمع مراد جو اس کی ذات پر دلالت کرے۔

بغير ما اشتهر۔ یعنی جس سے مشہور ہوتا ہے اس کے علاوہ سے اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

فيه۔ ہذا النوع۔ عبدالغنی۔ یعنی ابن سعید مصری اسکی کتاب کا نام ایضاح الاشکال ہے۔

الصوری۔ عبدالغنی کے شاگرد ہیں اور خطیب کے استاذ ہیں۔ ویسے خطیب کی کتاب عمدہ بتائی گی ہے۔

وَ مِنْ اَمْثِلَتِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِىُّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ اِلٰى جَدِّهٖ فَقَالَ مُحَمَّدُبْنُ بِشْرٍ وَ سَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَّادُ بْنُ السَّائِبِ وَ كَنَاهُ بَعْضُهُمْ بَالنَّضْرِ وَ بَعْضُهُمْ اَبَا سَعِيْدٍ وَ بَعْضُهُمْ اَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يَظُنُّ اَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَ هُوَ وَاحِدٌ وَ مَنْ لَا يَعْرِفُ حَقِيْقَةَ الْاَمْرِ فِيْهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ:- اور اس کی مثال محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ہے۔ کسی نے اس کو جد کی طرف نسبت کرتے ہوئے محمد بن بشیر کہا اور بعضوں نے حماد بن السائب اور بعضوں نے ابو النصر کنیت سے یاد کیا ہے۔ اور بعضوں نے ابو سعید اور بعضوں نے ابو ہشام سے ذکر کیا ہے۔ پس

گمان کیا گیا کہ یہ نام کسی جماعت (متعدد افراد) کے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص ہے، جو اس حقیقت کو نہ پہچانے گا وہ اس سے کچھ واقف نہ ہو سکے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جہالت راوی کے مذکورہ قسم کی مثال بیان کر رہے ہیں: کہ محمد بن السائب ایک راوی ہے۔ اسے کنیت، لقب، نسبت مختلف اعتبار سے اسکا ذکر کیا جاتا ہے

اسے دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے بشر بن بشیر، لقب کے اعتبار سے حماد بن السائب، ابو نصر ابو سعید ابو ہشام اولاد کی طرف کنیت اختیار کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک ہی ذات مختلف تعبیریں ہیں اس سے بسا اوقات روایت کے متعدد ہونے کا احتمال ہو جاتا ہے۔

وَالْاَمْرُ الثَّانِي اَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ يَكُوْنُ مُقِلاً مِنَ الْحَدِيْثِ فَلاَ يُكْثِرُ الْاَخْذُ عَنْهُ وَقَدْ صَنَّفُوْا فِيْهِ الْوُحْدَانِ وَ هُوَ مَنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ اِلاَّ وَاحِدٌ وَ لَوْ سُمِّيَ وَ مِمَّنْ جَمَعَهُ مُسْلِمٌ وَالْحَسَنُ ابْنُ سُفْيَانَ وَغَيْرُهُمَا اَوْلاَ يُسَمَّى الرَّاوِيْ اِخْتِصَاراً مِنَ الرَّاوِيْ عَنْهُ كَقَوْلِهٖ اَخْبَرَنِي فُلاَنٌ اَوْ شَيْخٌ اَوْ رَجُلٌ اَوْ بَعْضُهُمْ اَوْ اِبْنُ فُلاَنٍ وَ يُسْتَدَلُّ عَلٰى مَعْرِفَةِ اِسْمِ مُبْهَمٍ بِوُرُوْدِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى مُسَمّٰى وَ صَنَّفُوْا فِيْهِ الْمُبْهَمَاتِ وَ لاَ يُقْبَلُ حَدِيْثُ الْمُبْهَمِ مَالَمْ يُسَمَّ لِاَنَّ شَرْطَ قُبُوْلِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رَاوِيْهِ وَ مَنْ اُبْهِمَ اِسْمُهٗ لاَ تُعْرَفُ عَيْنُهٗ فَكَيْفَ عَدَالَتُهٗ.

ترجمہ:- اور دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی قلیل الحدیث ہو۔ اس سے زیادہ روایت حاصل نہ کی گئی ہو۔ اور اس فن پر "وحدان" کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ وہ ہے جن سے ایک ہی روایت مروی ہو۔ گو اس کا نام ذکر کر دیا گیا ہو۔ اور جس نے اسے جمع کیا ہے وہ مسلم، حسن بن سفیان اور ان کے علاوہ ہیں یا راوی کا نام جس سے روایت کرنے والا ہو حذف کر دیا گیا ہو اختصار کی وجہ سے۔ جیسے اخبرنی فلان. یا اخبرنی شیخ یا رجلٌ یا بعضهم یا ابن فلان. اور اسم مبہم پر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس دوسرے طریق سے جس میں نام ذکر کیا گیا ہو۔ اور مبہمات (نام) کے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور مبہم غیر مقبول ہوتا ہے تاوقتیکہ اس کا نام ذکر نہ کر دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ خبر کے قبول کرنے کے لئے راوی کی عدالت شرط ہے اور جس کا نام مبہم ہو گا اس کی ذات معلوم نہ ہو سکے گی پس کیسے اس کی

عدالت کا پتہ چلے گا۔

تشریح: - اس مقام سے مولف جہالت راوی کا دوسرا سبب قلیل الروایات ہونا ہے ذکر کر رہے ہیں۔ راوی چونکہ قلت روایت کی وجہ سے مجہول ہو جاتا ہے اس لئے یہ بھی جہالت کا سبب ہے۔ کبھی اختصاراً نام حذف کر دیا جاتا ہے اس سے ابہام پیدا ہو کر جہالت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی روایت غیر مقبول ہوں گی چونکہ جب روای کا پتہ نہیں تو اس کی عدالت کا کیسے علم ہو گا اسے وحدان سے موسوم کیا جاتا ہے عموماً ایسوں سے ایک ہی روایت منقول ہوتی ہے۔ جیسے صحابہ میں عروہ بن مفرس۔ کہ ان سے صرف شعبی نے اور تابعین میں ابوالشعراکہ ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے۔ خیال رہے کہ صرف ایک آدمی کے روایت لینے سے روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا چنانچہ صحیحین میں ایسی روایتیں بکثرت ہیں تاوقتیکہ نام مبہم نہ ہو۔

حل لغات: مُقِلاً۔ اقلال سے اسم فاعل۔ کم کرنے والا۔ الوحدان۔ غفران کے وزن پر مصدر ہے۔

وھو۔ یعنی قلیل الروایۃ۔ مسلم۔ انکی کتاب کا نام۔ منفردات اور موحدات ہے۔
الراوی عنہ۔ جس سے روایت کرنے والا ہو۔ استاذ یا شیخ مجہول ذکر کرے۔
مبہمات۔ اس فن پر ابوالقاسم بن بشکوال کی کتاب بہت جامع ہے۔
مالم یسم۔ یعنی دوسرے طریق میں۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری روایت میں جب تک نام کی تصریح نہ ہو جہالت ختم نہ ہو گی۔

وَ كَذَا لاَ يُقْبَلُ خَبرُهُ لَوْ اَبْهَمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيْلِ كَاَنْ يَقُوْلَ الرَّاوِیْ عَنْهُ اَخْبَرَنِی الثِّقَةُ لِاَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ثِقَةً عِنْدَهُ مَجْرُوْحاً عِنْدَ غَيْرِهٖ وَ هٰذَا عَلَى الْاَصَحِّ فِی الْمَسْئَلَةِ وَلِهٰذِهِ النُّكْتَةِ لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَ لَوْ اَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِماً بِهٖ لِهٰذَا الْاِحْتِمَالِ بِعَيْنِهٖ وَ قِيْلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكاً بِالظَّاهِرِ اِذِ الْجَرْحُ عَلٰى خِلَافِ الْاَصْلِ وَ قِيْلَ اِنْ كَانَ الْقَائِلُ عَالِماً اَجْزَأَ ذٰلِكَ فِیْ حَقِّ مَنْ يُوَافِقُهُ فِیْ مَذْهَبِهٖ وَ هٰذَا لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

ترجمہ: - اسی طرح اس راوی کی روایت غیر مقبول ہو گی اگر تعدیل کو مبہم رکھا بایں طور

کہ روایت کرنے والا کہے اخبرنی الثقه . اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے نزدیک ثقہ اور دوسرے کے نزدیک مجروح ہوتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں یہی اصح ہے۔ اسی مصلحت کی وجہ سے مرسل کو قبول نہیں کیا گیا۔ گرچہ صاحب عدالت اس کا ارسال کرے۔ بعینہٖ اس احتمال کے یقینی ہونے کی وجہ سے (کہ شاید اسکے نزدیک ثقہ ہو اور دوسرے کے نزدیک مجروح) اور بعضوں نے کہا کہ ظاہر پر استدلال کرتے ہوئے قبول کر لیا جائے گا۔ چونکہ جرح خلاف اصل ہے اور یہ بھی قول ہے کہ قائل عالم ہے تو اس کے مذہب کی موافقت کرنے والے کے حق میں کافی ہوگا۔ اس وجہ سے یہ علوم حدیث کے مباحث میں نہ ہوگا۔ خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف تعدیل مبہم کے متعلق ایک تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ کہ اس سے راوی کی عدالت مبہم ہو جاتی ہے۔

حل لغات: ابہم۔ ماضی مجہول۔ لانه۔ لا یقبل کی علت کا بیان ہے۔

و لو ۔وصلیہ ہے۔ جازماً۔ یعنی اگرچہ عدالت اس کی یقینی ہو۔

ان كان القائل عالماً ۔عالم سے مراد مجتہد ہے۔ جیسے امام مالک اور شافعی وغیرہ۔

فی حق مقلدیه۔ یعنی اس کے مقلدین کے حق میں ہوگا۔

هذا۔ اس سے مراد قول اخیر ہے۔ اسے تبعاً ذکر کر دیا ہے۔

فَاِنْ سُمِّیَ الرَّاوِیْ وَ انْفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدٌ بِالرِّوَایَةِ عَنْهُ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْعَیْنِ الْمُبْهَمِ اِلاَّ اَنْ یُوَثِّقَهٗ غَیْرُ مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ الْاَصَحُّ وَ کَذَا مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ اِذَا کَانَ مُتَاَهِّلاً لِذٰلِكَ اَوْ اِنْ رَوٰی عَنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِداً اَوْ لَمْ یُوَثَّقْ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْحَالِ وَ هُوَ الْمَسْتُوْرُ وَ قَدْ قَبِلَ رِوَایَتَهٗ جَمَاعَةٌ بِغَیْرِ قَیْدٍ وَرَدَّهَا الْجُمْهُوْرُ وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ رِوَایَةَ الْمَسْتُوْرِ وَ نَحْوِهٖ مِمَّا فِیْهِ الْاِحْتِمَالُ لاَ یُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَ لاَ بِقُبُوْلِهَا بَلْ هِیَ مَوْقُوْفَةٌ اِلٰی اِسْتِبَانَةِ حَالِهٖ کَمَا جَزَمَ بِهٖ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ وَ نَحْوُهٗ قَوْلُ ابْنِ الصَّلاَحِ فِیْمَنْ جُرِحَ غَیْرَ مُفَسَّرٍ.

ترجمہ:۔ پھر اگر راوی کے نام کی تصریح ہو اور اس سے ایک راوی نے روایت کی ہو تو وہ مجہول العین ہے۔ جیسے مبہم۔ ہاں مگر یہ کہ اس کی توثیق کر دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ نے

جس نے منفرد روایت کی ہو اصح قول پر اسی طرح وہ راوی جس نے اس سے منفرد روایت کی ہے جب کہ وہ اہل توثیق میں سے ہو۔ اگر اس سے دو یا دو سے زاید نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو۔ تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے۔ اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت نے قبول کیا ہے۔ اور جمہور نے رد کر دیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ مستور اور اس کے مثل کی روایت جس میں احتمال ہو اس پر نہ رد نہ قبول کے قول کا اطلاق کیا جائے گا بلکہ اس کے حال کے ظہور تک موقوف رہے گا جیسا کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے۔ یہی ابن صلاح کا قول ہے اس کے حق میں جس پر جرح غیر مفسر ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے راوی مذکور الاسم جس سے ایک ہی روایت منقول ہو اس کا پھر مستور کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل لغات: انفرد عنه۔ ایک نے روایت کی ہو۔ یہ بھی مقل الحدیث کی قسم ہے۔

کالمبهم۔ مبہم کے مثل ہوتا ہے۔

الا ان یوثقه۔ تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ائمہ جرح تعدیل نے اس کا تزکیہ کیا ہو۔

متاھلاً۔ بمعنی اہل و لائق کے ہیں۔

ان روی عنه اثنان۔ یعنی دو راوی کی روایت سے جہالت ذات مرتفع ہو جائے گی البتہ جہالت حال باقی رہے گی تاوقتیکہ اس کی توثیق نہ ہو۔

و قد قبل روایته۔ یعنی مستور کی روایت کو امام اعظم نے قبول کیا ہے۔ اسی کو ابن حبان نے بھی اختیار کیا ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک عادل وہ ہے جس کی جرح کا علم نہ ہو۔ چونکہ اصل یہ ہے کہ لوگ صلاح و عدالت پر باقی رہیں گے تاوقتیکہ جرح ظاہر نہ ہو۔ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ امام صاحب کا یہ قول صدر اسلام صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے حق میں تھا چونکہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ اس کے بعد کا بلا توثیق کے قبول نہ کیا جائے گا۔

وردھا الجمھور۔ جمہور علماء نے مستور کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ چونکہ عدالت ایک مخفی شئی ہے جو شرط قبولیت ہے۔

والتحقیق۔ صاحب کتاب کے نزدیک محقق یہ ہے کہ توثیق سے قبل موقوف رہے گا۔ اسی کو ابن صلاح نے بھی اختیار کیا ہے۔ امام الحرمین کی بھی یہی رائے ہے۔ جس کے حق

میں جرح مفسر ہے۔

ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَ هِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ وَ هِيَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ كَانْ يَعْتَقِدُ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ اَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْاَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَ قِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكِذْبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ وَ التَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفِّرٍ بِبِدْعَةٍ لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِي اَنَّ مُخَالِفِيْهَا مُبْتَدِعَةٌ وَ قَدْ تُبَالِغُ فَتُكَفِّرُ مُخَالِفِيْهَا فَلَوْ اُخِذَ ذٰلِكَ عَلَى الْاِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيْرَ جَمِيْعِ الطَّوَائِفِ ، فَالْمُعْتَمَدُ اَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهٗ مَنْ اَنْكَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِراً مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْماً مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَ كَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهٗ فَاَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَ انْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهٗ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهٖ وَ تَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قُبُوْلِهٖ .

ترجمہ:- پھر بدعت اور یہ طعن راوی کا نواں سبب ہے۔ وہ یا تو مستلزم کفر ہوگا یعنی ایسے اعتقادات جو مستلزم کفر ہونگے۔ یا وہ باعث فسق ہوگا۔ سو اول (جو باعث کفر ہوگا) ایسے صاحب کی روایت جمہور نے قبول نہیں کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول ہے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ اگر اپنے مذہب کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو قبول کر لی جائے گی۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ہر موجب کفر بدعت کی تردید نہ کی جائے گی چونکہ ہر جماعت اپنے مخالف کو مبتدع سمجھتا ہے اور حد درجہ مبالغہ کرتا ہے اور اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے۔ اگر اسے مطلقاً قبول کر لیا جائے تو تمام جماعت کی تکفیر ہو جائے گی۔ اور قابل اعتماد بات اس سلسلے میں وہ ہے کہ اس کی روایت مردود ہوگی جو شرع کے کسی متواتر امر کا انکار کرتا ہو جس کا دین ہونا بداہۃً معلوم ہو۔ اور اسی طرح جو اس کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور بہر حال جو اس صفت پر نہ ہو اور اس کی روایت ضبط و حفظ کے ساتھ ورع و تقویٰ پر مشتمل ہو تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف طعن راوی کا نواں سبب بدعت کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بدعت کی دو قسم ہے۔ بدعت مکفرہ، بدعت موجب فسق۔ مکفرہ وہ بدعات ہیں جو باعث کفر ہوں۔ موجب فسق وہ ہے جو فسق گمراہی اور ضلالت کا سبب ہو۔ اول کی روایت مردود ہے۔ اور دوم کی ان شرطوں کے ساتھ قبول ہے کہ داعی بدعت نہ ہو۔

(۲) موئداتِ بدعت کی روایت نہ کرے۔ (۳) مذہب کی نفرت میں جھوٹی روایت کو حلال نہ سمجھے۔ یہ ذہن میں رہے کہ مطلق بدعت مکفرہ سبب رد نہیں ہے چونکہ مبتدعہ کے تمام فرقے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اس لئے اس مبتدع کی روایت قبول نہ کی جائے گی جو ضروریات دین اور متواترامور کا انکار کرتا ہو۔

حل لغات: بدعت۔ نئی وہ باتیں جسے دین اور مذہب سمجھ کر اختیار کیا گیا ہو اور اس کا ثبوت ادلہ سے نہ ہوتا ہو۔

مکفر۔ تفعیل سے اسم فاعل۔ عقائد کفریہ کا حامل۔ مثلاً معتزلہ۔

مطلقاً۔ یعنی تائید مذہب کے لئے کذب کو حلال سمجھے یا نہ سمجھے۔

مقالتہ۔ مراد مذہبی اور اعتقادی امور۔ چنانچہ خطابیہ کی جماعت حلال سمجھتی ہے۔

علی الاطلاق۔ یعنی مطلقاً اگر رد کر دیا جائے گا تو ہر جماعت کی تکفیر لازم ہو جائے گی چونکہ ہر جماعت دوسرے کے حق میں تکفیر کی قائل ہے۔

المعتمد۔ قول معتمد یہ ہے کہ صرف اس کی رد ہو گی جو متواتر امور اور دین کے ضروری امور کا انکار کرے۔

بضرورۃ۔ جس کا علم یقین اور بداہت سے ہو۔ جیسے صلوۃ خمسہ، حج زکوۃ وغیرہ۔

لم یکن بہذہ الصفۃ۔ یعنی جو متواتر اور امور ضروریہ دینیہ کے انکار پر نہ ہو۔

فلا مانع۔ یعنی محض بدعت کا ہونا مانع قبولیت نہیں خصوصاً جب کہ ورع حفظ و تقوی کے اوصاف کا حامل ہو۔ چنانچہ اصحاب صحاح نے ایسوں کی روایت لی ہے۔

وَالثَّانِي وَ هُوَ مَنْ لاَ يَقْتَضِي بِدْعَتُهُ التَّكْفِيْرَ اَصْلاً وَ قَدْ اخْتُلِفَ اَيْضاً فِي قُبُوْلِهٖ وَ رَدِّهٖ فَقِيْلَ يُرَدُّ مُطْلَقاً وَ هُوَ بَعِيْدٌ وَ اَكْثَرُ مَا عُلِّلَ بِهٖ اَنَّ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَرْوِيْجاً لِاَمْرِهٖ وَ تَنْوِيْهاً بِذِكْرِهٖ وَ عَلٰى هٰذَا فَيَنْبَغِي اَنْ لاَ يَرْوِيَ عَنْ مُبْتَدِعٍ شَيْئاً يُشَارِكُهُ فِيْهِ غَيْرُ مُبْتَدِعٍ وَ قِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً اِلاَّ اِنِ اعْتَقَدَ حِلَّ الْكِذْبِ كَمَا تَقَدَّمَ وَ قِيْلَ تُقْبَلُ مَنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً اِلٰى بِدْعَتِهٖ لِاَنَّ تَزْيِيْنَ بِدْعَتِهٖ قَدْ يَحْمِلُهُ عَلٰى تَحْرِيْفِ الرِّوَايَاتِ وَ تَسْوِيَتِهَا عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ مَذْهَبُهُ وَ هٰذَا فِي الْاَصَحِّ.

ترجمہ:- بدعت کی دوسری قسم وہ ہے جو تکفیر کا موجب نہ ہو۔ اس کے قبول اور رد کے

سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ایک قول ہے کہ مطلقاً مردود ہے۔ اور یہ بعید ہے۔ اور اکثر اس کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کی روایت کے قبول کرنے سے اس کے (مبتدع کے) امر کی ترویج اور اس کی تعظیم ہے (حالانکہ اس کے ترک اور توہین کا حکم ہے) اس اعتبار سے مناسب یہ ہے کہ مبتدع سے کوئی ایسی روایت نہ کرے جس میں غیر مبتدع شریک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مطلقاً مقبول ہے ہاں مگر یہ کہ جھوٹ کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ بدعت کا داعی نہ ہو کہ اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی سو اس وجہ سے کہ بدعت کی خوشنمائی اسے روایت تحریف لفظی اور تسویہ (تحریف معنوی) کی جانب ابھار دیتی ہے۔ جو اس کا مذہب مقتضی ہوتا ہے۔ اور یہی اصح ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف بدعت کی قسم ثانی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اسکے متعلق تین قول ہیں: مطلقاً مردود ہے۔ مطلقاً مقبول ہے۔ داعی نہ ہونے کی صورت میں مقبول ہے۔

اصلاً۔ نہ اتفاقاً نہ اختلافاً سبب کفر ہو۔

مطلقاً۔ خواہ داعی بدعت ہو یا نہ ہو۔ اس کے قائل امام مالک ہیں۔

بعید۔ ائمہ کے عمل سے یہ قول بعید از عقل ہے کہ ایسے اصحاب کی روایتیں صحاح میں ہیں۔

اکثر ما علل۔ یعنی اکثر اس کی دلیل میں یہ علت ذکر کی جاتی ہے۔

تنویھاً۔ یعنی تفخیم و تعظیم۔ کہ مبتدع کی روایت سے اس بدعتی کی تعظیم و توقیر ہو گی جب کہ اہانت کا حکم ہے۔

الاصح۔ ابن صلاح نے اسے اعدل المذاہب قرار دیا ہے۔

وَ اَغْرَبَ اِبْنُ حِبَّانَ فَادَّعٰى الْاِتِّفَاقَ عَلٰى قُبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ نَعَمْ اَلْاَكْثَرُ عَلٰى قُبُوْلِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ اِلاَّ اَنْ رَوٰى مَا يُقَوِّيْ بِدْعَتَهٗ فَيُرَدُّ عَلَى الْمَذْهَبِ الْمُخْتَارِ وَ بِهٖ صَرَّحَ الْحَافِظُ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِبْرَاهِيْمَ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ شَيْخُ اَبِيْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيْ فِيْ كِتَابِهٖ مَعْرِفَةِ الرِّجَالِ فَقَالَ فِيْ وَصْفِ الرُّوَاةِ وَ مِنْهُمْ زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ اَيْ عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهْجَةِ فَلَيْسَ فِيْهِ حِيْلَةٌ اِلاَّ اَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَدِيْثِهٖ مَالاَ يَكُوْنُ مُنْكَرًا اِذَا لَمْ يَقْوَ بِهٖ بِدْعَتَهٗ اِنْتَهٰى وَ مَا قَالَهٗ مُتَّجَهٌ لِاَنَّ الْعِلَّةَ الَّتِيْ بِهَا يُرَدُّ

حَدِیْثُ الدَّاعِیَةِ وَارِدَةٌ فِیْمَا اِذَا کَانَ ظَاهِرُ الْمَرْوِی یُوَافِقُ مَذْهَبَ الْمُبْتَدِعِ وَ لَوْ لَمْ یَکُنْ دَاعِیَةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

ترجمہ:-اور ابن حبان نے غریب قول اختیار کیا ہے کہ بلا کسی تفصیل کے غیر داعی کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق نقل کیا ہے۔ہاں اکثر کا قول غیر داعی کے قبول کرنے کا ہے۔ہاں مگر یہ کہ وہ ایسی روایت کرے جس سے اس کی بدعت کو قوت پہونچتی ہو۔ تو مذہب مختار یہ ہے کہ وہ مردود ہوگا۔اسی کی تصریح حافظ ابو اسحاق نے کی ہے۔اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں جو امام ابوداؤد اور نسائی کے استاذ ہیں۔انھوں نے رواۃ کے اوصاف میں کہا۔ بعض وہ ہیں جو حق سے ہٹے ہوئے ہیں یعنی سنت،سے صادق زبان ہیں سو اس میں کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ وہ حدیث لی جاسکتی ہے جو منکر نہ ہو۔جب کہ بدعت کی اس سے تائید نہ ہوتی ہو انھوں نے جو کہا۔اس کی توجیہ یہ ہے اصل سبب جس کی وجہ سے داعی کی حدیث رد کردی جاتی ہے وہ اس صورت میں وارد ہے جب کہ مروی کا ظاہر مبتدع کے مذہب کے موافق ہو گو وہ اس کا داعی نہ ہو۔

تشریح:-اس مقام سے مولف ابن حبان کے ایک غریب قول کو ذکر کررہے ہیں۔اس کا قول غیر داعی بدعت کی روایت قبول کی جائے گی خواہ اس کی بدعت کو قوت ملے۔سو یہ قول درست نہیں۔

اس کے بعد اس مبتدع کی روایت کا حکم اور اس کی تفصیل ذکر کررہے ہیں جس سے اس مبتدع کی روایت کو تقویت ملتی ہو۔مذہب مختار اس کی روایت کا مردود ہونا ہے۔ چنانچہ ابو اسحٰق جوزجانی جو ابوداؤد و نسائی کے مشائخ ہیں انھوں نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ جس مبتدع کی روایت سے اس کے مذہب کو تقویت ملتی ہو۔خواہ وہ ثقہ و صادق کیوں نہ ہو اور داعی بدعت بھی نہ ہو اس کی روایت نہ لی جائے گی۔

حل لغات: اغرب۔ غریب قول ذکر کرنا۔ حیرت میں ڈالنا۔

من غیر تفصیل۔ خواہ داعی ہو یا نہ ہو۔اس کی روایت سے مذہب کی تائید ہوتی ہو یا نہ یعنی مطلقاً۔ الاکثر۔ غیر داعی کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی۔

المختار۔مذہب مختار یہ ہے کہ گو وہ مبتدع ہو مگر بدعت کی دعوت نہ دیتا ہو تو روایت

جائز ہے۔ زائغ یعنی مبتدع۔ صادق اللهجة۔ مراد اس سے صدق روایت ہے۔
لم یقوّ۔ بمعنی لم یؤید۔ بدعت کی تائید نہ ہوتی ہو۔
انتہی۔ معرفۃ الرجال کی عبارت ختم ہوئی۔
مُتّجِهَة۔ یعنی توجیہہ مقبول۔
الداعية۔ یعنی بدعت کی خوشنمائی اسے جھوٹی روایت کی طرف اکسائے۔

ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَ هُوَ السَّبَبُ الْعَاشِرُ مِنْ اَسْبَابِ الطَّعْنِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَّمْ يُرَجَّحْ جَانِبَ اِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهٖ وَ هُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُّ عَلٰى رَاْيِ بَعْضِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَ اِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِيًا عَلَى الرَّاوِيْ اِمَّا لِكِبَرِهٖ اَوْ لِذِهَابِ بَصَرِهٖ اَوْ لِاِحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ اَوْعَدَمِهَا بِاَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ اِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ وَالْحُكْمُ فِيْهِ اِنَّ مَا حَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ اِذَا تَمَيَّزَ قُبِلَ وَ اِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تُوُقِّفَ فِيْهِ وَ كَذَا مَنِ اشْتَبَهَ الْاَمْرُ فِيْهِ وَ اِنَّمَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ بِاِعْتِبَارِ الْآخِذِيْنَ عَنْهُ۔

ترجمہ:۔ پھر طعن راوی کا دسواں سبب سوء حفظ ہے۔ اس سے مراد وہ ہے جس میں جانب صواب جانب خطاء سے زائد نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں لازمی، جو راوی کو ہر حالت میں پیش آئے۔ یہ بعض محدثین کی بنیاد پر شاذ ہے۔ اگر چہ خرابی حفظ راوی پر طاری ہو۔ (یعنی جو ہمیشہ نہ ہو) یا ضعف پیری کی وجہ سے یا عدم بصارت کی بنیاد پر یا کتابوں کے جلنے سے یا کتابوں کے نہ ہونے سے کہ جن پر ان کو اعتماد تھا۔ جس کا اثر ان کے حافظہ پر پڑا اور وہ خراب ہو گیا۔ تو یہ مختلط ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس نے اگر اختلاط سے قبل روایت کی اور اسے امتیاز بھی حاصل ہے تو اس کی روایت مقبول ہو گی۔ اگر اسے امتیاز نہیں ہے تو توقف کیا جائے گا۔ اسی طرح جس پر کوئی امر (حدیث) مشتبہ ہو گیا ہو۔ اس کی معرفت اس کے حاصل کرنے والے سے ہو گی۔ کہ اختلاط سے قبل کی ہے یا بعد کی۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف طعن راوی کا دسواں سبب بیان کر رہے ہیں۔ وہ سوء حفظ ہے۔ اس کی دو قسم ہے: قسم اول لازمی۔ دوم طاری۔ (۱) لازمی وہ سوء حفظ جو آغاز زندگی سے راوی کو لاحق ہو۔ (۲) طاری۔ وہ سوء حفظ جو بعد میں لاحق ہو گیا ہو۔ قسم اول کی

روایت مردود ہے۔ قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ جو ممتاز ہو کہ یہ سوء حافظہ سے قبل کی ہیں وہ مقبول ہے۔ جن کا امتیاز نہ ہو وہ موقوف رہے گا۔

حل لغات: المراد به۔ یعنی مطلق حافظہ کی خرابی مراد نہیں بلکہ وہ ہے جس کی غلطیاں زاید ہوں صواب کے مقابلہ میں۔ دائماً۔ یعنی کسی عارضہ کی وجہ سے نہ ہو۔

فهو الشاذ۔ یعنی ایسے راوی کی روایت شاذ ہوگی۔ جو مردود میں داخل ہے۔

طارياً۔ یعنی وہ بعد میں پیدا ہوا ہو۔

لكبره۔ طول عمر کی وجہ سے۔ کہ ضعف و پیری میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔

فهذا۔ یعنی یہ امور مذکورہ سبب ہو حافظہ کی خرابی کا۔

مختلط۔ بكسر اللام۔

اشتبه الامر۔ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ سوء حفظ سے قبل کی ہے یا بعد کی

باعتبار الآخذين۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے حاصل کیا اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کب حاصل کیا۔ کہاں سے حاصل کیا۔

خیال رہے کہ ائمہ فن نے ان حضرات کی تحقیق کی ہے جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ ان میں عطاء بھی ہیں۔

وَ مَتىٰ تُوبِعَ السيُّ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَاَنْ يَكُوْنَ فَوْقَهٗ اَوْ مِثْلَهٗ لَا دُوْنَهٗ وَ كَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِىْ لَا يَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْاِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَ كَذَا الْمُدَلِّسُ اِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَناً لَا لِذَاتِهٖ بَلْ وَصْفُهٗ بِذٰلِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِاِحْتِمَالِ كَوْنِ رِوَايَتِهٖ صَوَاباً اَوْ غَيْرَ صَوَابٍ عَلىٰ حَدٍّ سَوَاءٍ فَاِذَا جَاءَتْ مِنَ الْمُعْتَبَرِيْنَ رِوَايَةٌ مُوَافِقَةٌ لِاَحَدِهِمْ رُجِّحَ اَحَدُ الْجَانِبَيْنِ مِنَ الْاِحْتِمَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ.

ترجمہ:- اور جب سوء حفظ (کے راوی) کا کوئی معتبر متابع مل جائے جو اس سے فائق یا مثل ہو کمتر نہ ہو اسی طرح مختلط کا جس کا امتیاز نہ ہو سکا ہو اسی طرح مستور کا اور مرسل کا اسی طرح مدلس کا جب کہ محذوف کی معرفت نہ ہو تو اسکی حدیث حسن ہو جاتی ہے لذاتہ نہیں بلکہ وصف کے اعتبار سے متابع (بالکسر) متابع (بالفتح) کے مجموعہ کا اعتبار کرتے

ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ اس کی روایت درست ہو یا نہ ہو درست ہو ایک حد تک سب برابر ہے۔

اور جب معتبرین سے ان میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو وہ ذکر کردہ احتمال میں سے ایک جانب کو ترجیح دی جائے گی۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف سوء حفظ اسی طرح مختلط مستور، مرسل، مدلس کے معتبر متابع مل جانے کا حکم ذکر کررہے ہیں۔ کہ اس کا کوئی معتبر متابع ہو جو اس جیسا یا اس سے بہتر ہو تو حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حسن لغیرہ کی چار شکلیں ہوں گی۔ (۱) راوی سوء حفظ کا معتبر متابع۔ (۲) روای مستور کا معتبر متابع۔ (۳) مرسل کا معتبر متابع۔ (۴) مدلس جس کے شیخ محذوف کا علم نہ ہو معتبر متابع مل جائے۔

حل لغات: توبع۔ متابع مل جائے۔ مفاعلت سے ماضی مجہول۔

اذا لم یعرف۔ مدلس نے جو تدلیساً شیخ حذف کیا ہو۔ اس کا علم نہ ہو۔

لا لذاته۔ یعنی بذاته تو حسن نہ ہوگی اگر وصف کے اعتبار سے ہو جائیگی کہ متابع مل گیا۔

علی حدِ سواءٍ۔ احتمال مبتدا اور یہ اس کی خبر پھر یہ جملہ اَنَّ کی خبر واقع ہے۔

المذکورین۔ یعنی صواب ہے یا غیر صواب۔

وَ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰی اَنَّ الْحَدِیْثَ مَحْفُوْظٌ فَارْتَقٰی مِنْ دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ اِلٰی دَرَجَةِ الْقُبُوْلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ مَعَ اِرْتِقَائِهٖ اِلٰی دَرَجَةِ الْقُبُوْلِ فَهُوَ مُنْحَطٌّ عَنْ رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ وَرُبَّمَا تَوَقَّفَ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَلَیْهِ وَ قَدْ اِنْقَضٰی مَا یَتَعَلَّقُ بِالْمَتْنِ مِنْ حَیْثُ الْقُبُوْلِ وَالرَّدِّ.

ترجمہ:۔ اس نے اس بات پر دلالت کی کہ حدیث محفوظ ہے۔ پس توقف کے درجہ سے قبول کے درجہ کی جانب چلا گیا۔ واللہ اعلم۔ باوجود اس بات کے کہ وہ قبول کے درجہ پر چڑھ گیا حسن سے اس کا درجہ کم ہی رہے گا۔ اور بعض نے اس پر حسن کے اطلاق سے توقف کیا ہے۔ اور یہاں وہ بحث ختم ہو گئی جس کا تعلق متن کے ساتھ قبول اور رد کے اعتبار سے تھا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مؤلف متابع کے فوائد کو ذکر کررہے ہیں۔ کہ متابع سے قبل

توقف تھا اب مقبول ہو گیا لیکن حسن لذاتہ کی طرح مقبول نہ ہو گا۔

حل لغات: دل ذلک۔ ترجیح کی وجہ سے جانب صواب کے ہونے نے اس بات پر دلالت کی۔

منحط۔ انحط سے اترنا کم ہونا۔ کہا جاتا ہے حط ثمن۔ یعنی حسن لذاتہ سے کم ہوتا ہے۔

توقف بعضھم۔ چونکہ جب حسن کا اطلاق ہوتا ہے تو ذہن حسن ذاتی کی جانب جاتا ہے اس اقتباس کی وجہ سے گریز کیا گیا۔

و قد انقضیٰ۔ اب تک جو مباحث تھے وہ ما یتعلق بالمتن تھے اب ما یتعلق بالاسناد کو شروع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ متن مقصود ہے اور سند وسیلہ اور ذریعہ اس وجہ سے متن کی بحث کو مقدم کیا گیا۔

ثُمَّ الْاِسْنَادُ وَ هُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ اِلَى الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي اِلَيْهِ مِنَ الْكَلَامِ وَ هُوَ اِمَّا اَنْ يَنْتَهِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ وَ يَقْتَضِي تَلَفُّظُهُ اِمَّا تَصْرِيْحاً اَوْ حُكْماً اَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِكَ الْاِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ اَوْ مِنْ فِعْلِهٖ اَوْ مِنْ تَقْرِيْرِهٖ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا اَوْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ بِكَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَذَا اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ كَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ تَصْرِيْحاً اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ فَعَلَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِيْرِ تَصْرِيْحاً اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهُ فَعَلَ فُلَانٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا وَ لَا يَذْكُرُ اِنْكَارَهُ لِذٰلِكَ

ترجمہ:- پھر اسناد وہ طریق ہے جو متن تک پہونچائے۔ اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے یعنی کلام (مرسل) یا تو اس کا سلسلہ منتہی ہوگا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک اور لفظ اس کا تقاضا کر رہا ہو۔ یا وہ صراحۃً ہو یا حکماً ہو۔ اور اس سند سے منقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر۔ مرفوع قولی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمار ہے تھے۔ یا **حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال كذا** کہے۔

اور مرفوع فعلی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے **رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل كذا** یا صحابی یا غیر صحابی کہے **كان رسول الله صلى الله عليه يفعل كذا**. اور مرفوع تقریری صریحی کی مثال صحابی کہے **فعلت بحضره النبى صلى الله عليه وسلم كذا** یا صحابی یا غیر صحابی کہے **فلان بحضرة النبى صلى الله عليه وسلم يفعل كذا** اور اس پر آپ کا انکار ذکر نہ کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف سند کی اور اسکے متعلقات کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ اولاً سند پھر متن کی تعریف پھر سند کی کیفیت سے پیدا ہونے والے اقسام حدیث کی قسمیں مرفوع صریحی اور مرفوع حکمی اور اس میں سے ہر ایک کی اقسام ثلثہ قولی، فعلی، تقریری، بیان کر رہے ہیں۔ سند کے منتہی ہونے یعنی مرفوع ہونے کی صورت میں اولاً دو قسمیں ہونگی صریحی، حکمی۔ اولاً صریحی کی تین قسمیں ہیں: قولی، فعلی، تقریری۔ صریحی۔ جو صراحت کے ساتھ آپ کی طرف منسوب ہو۔ حکمی جو لفظ کے اعتبار سے تو آپ کی طرف منسوب نہ ہو مگر حکم و حقیقت کے اعتبار سے آپ ہی کی طرف ہو باقی ہر ایک کی مثال متن میں گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

حل لغات: الاسناد۔ جمع سند کی۔ لغت میں ٹیک لگانا اعتماد کرنا۔ اصطلاح میں وہ جو متن تک پہونچائے۔ متن۔ جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔

يقتضى تلفظه۔ یعنی تلفظ حدیث۔ مراس سے متن ہے۔ یہ کلمہ منتہی کا عطف تفسیری ہے۔ لفظ کی ضمیر اسناد کی طرف عائد ہے۔ صرف **يقتضى** ذکر کرتے تو بہتر ہوتا کہ ضمیر اسناد کی طرف لوٹ جاتی۔

تصریحاً او حکماً۔ یاحال ہے یاتمیز ہے۔ غیرہ۔ مثلاً تابعی یاتبع تابعی۔
لایذکر انکارہ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا سکوت ہو چونکہ شارع کا سکوت دلیل شروعیت ہے۔

وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْماً لاَ تَصْرِيْحاً مَا يَقُوْلُ الصَّحَابِيُّ الَّذِيْ لَمْ يَاخُذْ عَنِ الْاِسْرَائِيْلِيَّاتِ مَا لاَ مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ وَ لَا لَهٗ تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ اَوْ شَرْحِ غَرِيْبٍ كَالْاِخْبَارِ عَنِ الْاُمُوْرِ الْمَاضِيَةِ مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ وَ اَخْبَارِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ وَ الْآتِيَةِ كَالْمَلاَحِمِ وَالْفِتَنِ وَ اَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ كَذَا الْاِخْبَارُ عَمَّا يَحْصُلُ بِفِعْلِهٖ ثَوَابٌ مَخْصُوْصٌ اَوْ عِقَابٌ مَخْصُوْصٌ وَ اِنَّمَا كَانَ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ لِاَنَّ اَخْبَارَهٗ بِذٰلِكَ يَقْتَضِيْ مُخْبِراً لَهٗ وَ مَا لاَ مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ يَقْتَضِيْ مَوْقِفاً لِلْقَائِلِ بِهٖ وَلاَ مَوْقِفَ لِلصَّحَابَةِ اِلاَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ اَوْ بَعْضُ مَنْ يُخْبِرُ عَنِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ.

ترجمہ:- اور مرفوع قولی حکمی نہ کہ صریحی وہ ہے کہ جسے صحابی پیش کرے جب کہ وہ اسرائیلیات سے نہ لینے والا ہو ان امور کے بارے میں جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔ نہ اس کا تعلق بیان لغت سے ہو نہ شرح غریب سے ہو۔ جیسے گذشتہ امور کی خبریں۔ مثلاً تخلیق عالم کی ابتداء۔ حضرات انبیاء کے واقعات۔ پیشین گوئیاں مثلاً ملاحم اور فتن واحوال قیامت۔ اسی طرح وہ خبریں جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا خاص سزائیں ملتی ہوں۔ ایسے امور کا حکم مرفوع کے مثل اس وجہ سے ہوگا کہ یہ خبریں تقاضا کرتی ہیں کہ کسی ایسے مخبر کی جس کی خبر میں قیاس کی گنجائش نہ ہو۔ یہ تقاضہ کرتی ہے کہ کسی قائل پر موقوف ہو۔ اور حضرات صحابہ کا کوئی معلم سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہو نہیں سکتا۔ یاان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جو کتب قدیمہ سے خبریں بیان کرتا ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مرفوع حکمی اور اس کے حکمی مرفوع ہونے کی وجہ اور تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ تعریف۔ جس کی اسناد ایسے صحابی تک پہونچے جو اسرائیلیات کا ناقل نہ ہو نہ امور قیاسیہ اجتہادیہ کو دخل ہو۔ لغت کے حل۔ غریب کی شرح پر مشتمل نہ ہو اسے مرفوع حکمی کہا جائے گا۔

حکمی کی وجہ۔ چونکہ جن امور مذکورہ کی یہ خبر دے رہا ہے اس کا تعلق قیاس اجتہاد سے جب نہی ہے تو یقیناً کسی سے حاصل کر کے یہ بیان کر رہا ہے اور حضرات صحابہ کا معلم آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا لہٰذا انھوں نے آپ ہی سے لیا ہوگا۔

حل: لم یاخذ۔ اس سے احتراز ہے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ سے جو اسرائیلیات نقل کرتے ہیں۔ ولا لہ۔ لہ کا مرجع حدیث بھی اور راوی بھی ہو سکتا ہے۔

کالاخبار۔ افعال سے مصدر۔ خبر بیان کرنا۔

بدأ الخلق۔ مثلاً اولاً کس کی پیدائش ہوئی۔ اور اس کی تفصیل کیا ہے۔

الملاحم۔ ملحم کی جمع۔ قتل حرب، نزاع کے واقعات۔

ثواب مخصوص۔ مطلق ثواب بیان کرنا کہ غدا کہ رضا۔ جنت کا حصول وغیرہ تو یہ عام ہے۔ البتہ تحدید اور خصوصیت کے ساتھ کو قیاس واجتہاد میں دخل نہیں ہے۔

موفقا۔ اسم فاعل۔ معلم کے معنی میں۔ واقف کرانے والا۔ بتانے والا۔

فَلِهٰذَا وَقَعَ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِي وَ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَهُ حُكْمُ مَا لَوْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ فَهُوَ مَرْفُوْعٌ سَوَاءٌ كَانَ مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنْهُ اَوْ عَنْهُ بِوَاسِطَةٍ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ حُكْماً اَنْ يَفْعَلَ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ فَيُنْزَلُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ عِنْدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي صَلٰوةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِي الْكُسُوْفِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ اَكْثَرَ مِنْ رُكُوْعَيْنِ.

ترجمہ:- اسی وجہ سے قسم ثانی سے احتراز واقع ہے۔ اور جب ایسا ہوگا تو حکمی ہوگا۔ اگر وہ کہتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ مرفوع ہے۔ خواہ وہ ان سے خود سنا ہو یا ان سے بواسطہ سنا ہو۔ اور مرفوع فعلی حکمی کی مثال کہ صحابی وہ کام کرے جس میں اجتہاد و قیاس کو دخل نہ ہو۔ تو اسے اتار دیا جائے گا کہ گویا وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کسوف کے متعلق کہا کہ ہر رکعت میں دو رکوع سے زاید تھا۔

تشریح:- اس عبارت سے مولف حکمی کی مثالوں میں مرفوع فعلی کو ذکر کر رہے ہیں۔

مولف کی عبارت ولہذا وقع الاحتراز کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسرائیلیات سے نہیں لے رہا ہے تو یہ قسم اول خاص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے گا۔

حل عبارت: اذ کان کذالک۔ جب یہ شرط ہے کہ اسرائیلیات سے نہ لے رہا ہو۔

کان۔ یعنی صحابی نے بلا واسطہ یا بالواسطہ نقل کیا ہو۔ خیال رہے کہ کلمہ من عدم واسطہ اور عن واسطہ کو ثابت کرتا ہے۔ سمعت من فلان فلاں سے بلا واسطہ سنا اور عنہ بمعنی بواسطہ سنا۔

فینزل۔ باب تفعیل سے۔ یعنی محمول کیا جائے گا۔

عندہ۔ الی عند الصحابی۔ کہ انکے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا۔

فی صلوۃ علی۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی سے منقول گویا آپ سے ثابت ہے۔

وَ مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ التَّقْرِيْرِ حُكْماً اَنْ يُخْبِرَ الصَّحَابِيُّ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَذَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ لِتَوَفُّرِ دَوَاعِيْهِمْ عَلٰى سُؤَالِهٖ عَنْ اُمُوْرِ دِيْنِهِمْ وَ لِاَنَّ ذٰلِكَ الزَّمَانَ زَمَانُ نُزُوْلِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْئٍ وَ يَسْتَمِرُّوْنَ عَلَيْهِ اِلَّا وَ هُوَ غَيْرُ مَمْنُوْعِ الْفِعْلِ وَ قَدِ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَوَازِ الْعَزْلِ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ وَ لَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْآنُ .

ترجمہ:۔ اور مرفوع تقریری حکمی کی مثال کہ صحابی خبر دیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔ اس کا حکم مرفوع کا اس وجہ سے ہو گا کہ یہ ظاہر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گی۔ چونکہ وہ زیادہ تر امور دینیہ کا سوال آپ پر پیش کرتے تھے۔ اور یہ زمانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ پس صحابہ سے کوئی فعل ایسا واقع نہیں ہو سکتا اور وہ اس پر دوام و استمرار سے باقی ہوں مگر یہ کہ ممنوع فعل نہیں ہو سکتا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے جواز عزل منقول ہے کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور قرآن کے نزول کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اگر وہ ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف مرفوع تقریری حکمی کو بیان کررہے ہیں۔ اور اس کے مرفوع ہونے کی وجہ کو بیان کررہے ہیں۔ حکمی کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اطلاع میں ہوگی۔ کہ دینی امور میں آپ بکثرت معلومات فرماتے رہتے تھے۔ لہٰذا جس پر انھوں نے عمل کیا وہ آپ سے گویا منقول یا اجازت سے ہے۔ اور شارع کی اجازت خواہ سکوتی ہو مرفوع کا درجہ رکھتی ہے کہ ممنوع ہوتا تو نہی وارد ہوجاتا۔

حل: علی ذلک۔ یعنی جو صحابہ نے عہد نبوت میں کیا۔

تو فر دو اعیہم۔ داعی اور باعث کے کثرت کی وجہ سے۔

الا۔ استثناء مفرغ ہے۔ وہو۔ صحابی کا فعل اور اس پر استمرار۔

نہی عنہ۔ یعنی ممانعت پر قرآن کا نزول ہوجاتا۔ یا آپ کو شریعت کی تعلیم کردی جاتی۔

وَ يَلْتَحِقُ بِقَوْلِي حُكْماً مَا وَرَدَ بِصِيغَةِ الْكِنَايَةِ فِي مَوْضِعِ الصِّيَغِ الصَّرِيْحَةِ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اَوْ يَرْوِيْهِ اَوْ يَنْمِيْهِ اَوْ رِوَايَةً اَوْ يَبْلُغُ بِهٖ اَوْ رَوَاهُ وَ قَدْ يَقْتَصِرُوْنَ عَلَى الْقَوْلِ مَعَ حَذْفِ الْقَائِلِ وَ يُرِيْدُوْنَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلىٰ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَقَوْلِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ قَوْماً اَلْحَدِيْثَ وَ فِي كَلَامِ الْخَطِيْبِ اَنَّهٗ اِصْطِلَاحٌ خَاصٌّ بِاَهْلِ الْبَصْرَةِ.

ترجمہ:۔اور شامل ہوجائے گا ہمارے قول حکماً کے ساتھ وہ بھی جو کنایہ کے صیغے کے ساتھ مروی ہو۔ صیغہ صریحہ کے مقام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ جیسے کہ تابعی کا قول صحابی سے حدیث کو مرفوع کرتے ہوئے۔ یا روایت کرتے ہوئے۔ یا نسبت کرتے ہوئے۔ یا روایۃً کہتے ہوئے یا یبلغ یا رواہ کے الفاظ سے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قائل کو حذف کر کے محض قول پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے ابن سیرین کا قول عن ابی ہریرۃ قال قال تقاتلون قوماً۔ الحدیث اور خطیب کے کلام میں یہ ہے کہ یہ اہل بصرہ کے لئے خاص ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کنایہ کا استعمال بھی صیغہ صریحہ کے مقام پر ہو تو یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ مثلاً یرفعہ۔ یبلغہ۔ وغیرہ کے الفاظ عموماً

اس قسم کا کنایہ ابن سیرین کے کلام میں پایا جاتا ہے۔
حل۔ ینمیه۔ بمعنی نسبت کرنا۔
یقتصرون۔ یعنی محدثین حضرات۔ به۔ یعنی القائل سے۔
قال قال۔ اول قال کا فاعل ابوہریرہ ثانی کا حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔
الحدیث۔ پوری حدیث یہ ہے۔ تقاتلون قوماً صغار الاعین تسوقونهم حتی یلحقونهم بجزیرة العرب.
انه۔ یعنی قائل کو حذف کرتے ہوئے۔ چنانچہ ابن سیرین کا مشہور قول ہے کل ماحدث عن ابی ہریرہ فهو مرفوع۔ جو بھی روایت میں ابوہریرہ سے کروں وہ سب مرفوع ہے۔

وَ مِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمَلَةِ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا فَالْاَكْثَرُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ مَرْفُوْعٌ ، وَ نَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْهِ الْاِتِّفَاقَ وَ اِذَا قَالَهَا غَيْرُ الصَّحَابِيِّ فَكَذٰلِكَ مَالَمْ يُضِفْهَا اِلٰى صَاحِبِهَا كَسُنَّةِ الْعُمَرَيْنِ وَ فِي نَقْلِ الْاِتِّفَاقِ نَظَرٌ فَعَنِ الشَّافِعِيِّ فِي اَصْلِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلَانِ وَ ذَهَبَ اِلٰى اَنَّهُ غَيْرُ مَرْفُوْعٍ اَبُوْبَكْرِ الصَّيْرَفِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَ اَبُوْبَكْرِ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَ ابْنُ حَزْمٍ مِنْ اَهْلِ الظَّاهِرِ وَ احْتَجُّوا بِاَنَّ السُّنَّةَ تَتَرَدَّدُ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ غَيْرِهٖ.

ترجمہ:- اور صیغہ محتملہ میں صحابی کا قول من السنۃ کذا بھی ہے سو اکثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ (حدیث) مرفوع ہے۔ ابن عبد البر نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور انھوں نے کہا کہ جب غیر صحابی کہے تو وہ بھی اسی طرح مرفوع ہے۔ تاوقتیکہ اس کی طرف نسبت نہ کرے۔ جیسے عمرین کی سنت۔ اور اس اتفاق کے نقل میں اشکال ہے۔ اور امام شافعی سے اصل مسئلہ میں دو قول منقول ہے۔ شوافع میں ابوبکر صیرفی احناف میں ابوبکر رازی۔ ظاہریہ میں ابن حزم اس کے مرفوع ہونے کی جانب گئے ہیں۔ اور انھوں نے استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غیر کے درمیان دائر ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف، مزید مرفوع یا موقوف کے وہ اقسام جو صیغہ محتملہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں جو علماء اصول کے اختلاف ہیں بیان کر رہے ہیں۔ جس کا

حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول من السنۃ کذا کو بیشتر مرفوع اور بعض موقوف قرار دیتے ہیں۔

حل۔من السنۃ کذا۔ جیسے حضرت علی کا قول من السنۃ وضع الاکف۔

علی الاکف۔اسی طرح سنۃ النبی وغیرہ کے الفاظ۔

فالاکثر۔مراد اس سے جمہور محدثین۔ مرفوع۔ یعنی حکماً۔

ابن عبدالبر۔اسی طرح حاکم اور بیہقی نے بھی مرفوع ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔

قال ۔کا فاعل ابن عبدالبر ہے۔کہ انھوں نے تابعی کے قول من السنۃ کذا کو مرفوع مانا ہے۔

مالم یضفہا۔ یعنی تاوقتیکہ جس کی سنت ہو اس کی تصریح نہ کردے جیسے سنت عمرین۔

تو اس صورت میں مرفوع نہ ہوگا۔

عمرین۔مراد ابوبکر وعمر۔ تخفیفاً عمر کا تثنیہ کردیا جیسے قمرین۔

نظر۔اتفاق کہنے میں نظر ہے چونکہ اس میں اختلاف منقول ہے۔

قولان۔امام شافعی کے دو قول ہیں قدیم میں مرفوع۔ جدید میں غیر مرفوع۔

واحتجوا ۔ان حضرات ثلاثہ نے غیر مرفوع ہونے پر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ سنت کا مفہوم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے درمیان دائر ہے کیا آپ نے نہیں فرمایا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین۔

غیرہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کے علاوہ اجلہ صحابہ۔

وَ اُجِیْبُوْا بِاَنَّ اِحْتِمَالَ اِرَادَةِ غَیْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ بَعِیْدٌ وَ قَدْ رَوَی الْبُخَارِیُّ فِی صَحِیْحِہٖ فِی حَدِیْثِ اِبْنِ شِہَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ فِی قِصَّتِہٖ مَعَ الْحَجَّاجِ حِیْنَ قَالَ لَہٗ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ السُّنَّةَ فَھَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ شِہَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ فَقَالَ وَ ھَلْ یَعْنُوْنَ بِذٰلِكَ اِلاَّ سُنَّتَہٗ فَنَقَلَ سَالِمٌ وَ ھُوَ اَحَدُ الْفُقَھَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ وَاَحَدُ الْحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِیْنَ عَنِ الصَّحَابَةِ اَنَّھُمْ اِذَا اَطْلَقُوا السُّنَّةَ لاَ یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِكَ اِلاَّ سُنَّةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ :-اور جواب دیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کا ارادہ بعید ہے

بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب نے سالم سے ان کے والد کا قصہ نقل کیا ہے کہ حجاج سے انھوں نے کہا کہ اگر تم سنت چاہتے ہو تو نماز اول وقت میں پڑھو۔ ابن شہاب نے کہا میں نے حضرت سالم سے پوچھا کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت اختیار کیا ہے۔ انھوں نے کہا حضرات صحابہ سنت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت مراد لیتے ہیں۔ تو سالم نے یہ نقل کیا جو مدینہ کے فقہاء سبعہ میں اور حفاظ تابعین میں سے ایک ہیں کہ جب صحابہ سنت کا ارادہ کرتے ہیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت مراد لیتے ہیں۔

تشریح:۔ جن لوگوں نے من السنۃ کذا وغیرہ کو مرفوع ماننے سے انکار کیا ہے اس پر رد اور انکے شبہات کا جواب ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت سالم سے جو اجلہ فقہاء میں ہیں مرفوع مراد لینا مذکور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام سے یہی مراد ہے

حل: اجیبوا۔ باب افعال سے ماضی مجہول۔ بہتر ہے کہ اجیبُ ہونا چاہئے۔

قصتہ۔ ابن عمر یا حضرت سالم کی طرف راجع ہے۔

ھجر۔ تفعیل سے امر کا صیغہ۔ جلدی کرنا مراد اول وقت پڑھنا

افعلہ۔ ضمیر منصوب کا مرجع تہجیر۔ ھل یعنون۔ استفہام اقراری ہے۔

فقہاء سبعہ۔ یہ سات جلیل القدر فقہاء حضرت ہیں جن کے نام یہ ہیں: ابن مسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبداللہ بن عتبہ، ابو سلمہ اور ابن مبارک کے نزدیک ابو سلمہ کے بجائے سالم ہیں۔

وَ اَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعاً فَلِمَ لَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَجَوَابُهُ اَنَّهُمْ تَرَكُوْا الْجَزْمَ بِذٰلِكَ تَوَرُّعاً وَ اِحْتِيَاطاً وَ مِنْ هٰذَا قَوْلُ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعاً اَخْرَجَاهُ فِى الصَّحِيْحَيْنِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَساً رَفَعَهُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَىْ لَوْ قُلْتُ لَمْ اَكْذِبْ لِاَنَّ قَوْلَهُ مِنَ السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاهُ لٰكِنْ اِيْرَادُهُ بِالصِّيْغَةِ الَّتِىْ ذَكَرَهَا الصَّحَابِىُّ اَوْلٰى.

ترجمہ:۔ اور بہر حال بعض کا یہ قول اگر مرفوع ہے تو کیوں نہیں وہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے ورع اور احتیاط کی وجہ سے

یقینی نسبت کو چھوڑا ہے اس اصول پر حضرت ابو قلابہ کی روایت عن انس ہے۔ کہ سنت سے یہ ہے کہ باکرہ سے ثیب کی موجودگی میں نکاح کرے۔ تو سات دن قیام کرے۔ بخاری مسلم نے اپنی صحیح میں اسے ذکر کیا ہے۔ تو ابو قلابہ نے کہا اگر میں چاہوں تو یہ کہہ دوں کہ حضرت انس نے اسے مرفوعاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اگر میں کہہ دوں تو جھوٹا نہ ہوں۔ چونکہ من السنۃ کا یہی مفہوم ہے۔ لیکن اس صیغے کیساتھ ذکر کرنا جسے صحابی نے ذکر کیا ہے اولی ہے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں کہ جب مرفوع ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں نہیں نسبت کردیتے تو جواب دیتے ہیں کہ ورع اور احتیاط کی وجہ سے سیدھے آپ کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ استدلال میں حضرت ابو قلابہ کی روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے حضرت انس کی روایت میں من السنۃ کہا اور یہ کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت انس نے مرفوع کیا ہے تو جھوٹا نہ ہوں گا معلوم ہوا کہ سنت کا مفہوم مرفوع ہی ہے۔

حل: بعضہم۔ مراد اس سے بعض خلف متاخرین ہیں۔

الجزم۔ یقینی نسبت۔ احتیاطاً۔ چنانچہ اسی احتیاط کے پیش نظر نحوہ۔ مثلہ۔ کہا جاتا ہے لم اکذب۔ ای لست کاذباً۔ ہذا یعنی مرفوع ہونا۔

وَ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ اُمِرْنَا بِكَذَا اَوْ نُهِيْنَا عَنْ كَذَا فَالْخِلَافُ فِيْهِ كَالْخِلَافِ فِي الَّذِيْ قَبْلَهٗ لِاَنَّ مُطْلَقَ ذٰلِكَ يَنْصَرِفُ بِظَاهِرِهٖ اِلٰى مَنْ لَهُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ وَ هُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَ خَالَفَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ وَ تَمَسَّكُوا بِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ غَيْرُهٗ كَامْرِ الْقُرْآنِ وَالْاِجْمَاعِ اَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ اَوِ الْاِسْتِنْبَاطِ. وَ اُجِيْبُوا بِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ الْاَوَّلُ وَ مَا عَدَاهُ مُحْتَمَلٌ لٰكِنَّهٗ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ مَرْجُوْحٌ وَ اَيْضًا فَمَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ رَئِيْسٍ اِذَا قَالَ اُمِرْتُ لَا يُفْهَمُ عَنْهُ اَنَّ آمِرَهٗ اِلَّا رَئِيْسُهٗ.

ترجمہ:-اور اسی قبیل سے صحابی کا قول امرنا بکذا اور نہینا عن کذا ہے پس اختلاف اس میں وہی ہے جو اختلاف اس سے قبل میں تھا۔ چونکہ مطلق لوٹتا ہے بظاہر اس کی جانب جس

کو امر اور نہی کا اختیار ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے اور استدلال پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ احتمال ہے کہ اس کے علاوہ مراد ہو۔ (یعنی رسولؐ کے علاوہ) جیسے قرآن یا اجماع یا بعض خلفاء یا استنباط کا حکم مراد ہو اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اصل تو اول ہی ہے اور اس کے علاوہ میں احتمال ہے۔ لیکن اسکے غیر کی طرف نسبت مرجوح ہے۔ نیز یہ امر بھی (دلیل ہے کہ) جو شخص کسی رئیس کی اطاعت میں ہو اور جب وہ کہے مجھے حکم دیا گیا تو نہیں سمجھا جائے گا مگر یہ کہ اسی رئیس نے حکم دیا (اسی طرح یہاں ہے)

تشریح:- اس مقام سے صاحب کتاب امرنا بکذا او نہانا عنہ کے مرفوع ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جمہور اسے بھی مرفوع حکماً مانتے ہیں۔ اور بعض حضرات غیر کے احتمال کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

حل: امرنا۔ ماضی مجہول۔ جیسا کہ ام عطیہ کا قول امرنا ان نخرج فی العیدین العواتق و ذوات الخدوی

کالخلاف۔ جس طرح من السنۃ کذا میں اختلاف مرفوع ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔

طائفہ۔ مراد اس سے اسماعیلی ہے۔ الاول۔ شارع علیہ السلام۔

فمن۔ ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ جو کسی بڑے کے ماتحت ہو جب وہ امرنا کہے تو اسی کی طرف نسبت ہوگی اسی طرح یہاں حضرات صحابہ کہیں امرنا تو شارع علیہ السلام ہی مراد ہونگے

وَ اَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَظُنَّ مَا لَيْسَ بِاَمرٍ اَمْراً فَلاَ اِخْتِصَاصَ لَهُ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ مَذْكُوْرٌ فِيْمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَ هُوَ اِحْتِمَالٌ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدْلٌ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلاَ يُطْلَقُ ذٰلِكَ اِلاَّ بَعْدَ التَّحْقِيْقِ وَ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ وَ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَحْكُمَ الصَّحَابِيُّ عَلٰى فِعْلٍ مِنَ الْاَفْعَالِ بِاَنَّهٗ طَاعَةٌ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ مَعْصِيَتُهٗ كَقَوْلِ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضاً لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ

وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ:- اور بہر حال ان لوگوں کا یہ کہنا کہ احتمال ہے کہ صحابی نے گمان کر لیا ہو امر کے بارے میں کہ جس کا امر امر نہ ہو تو وہ اس مسئلہ کیساتھ خاص نہیں۔ بلکہ وہ اس میں بھی ذکر کیا جائے گا جہاں تصریح ہو کہ کہے امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا۔ اور یہ احتمال نکالنا ضعیف ہے۔ چونکہ حضرات صحابہ عادل صاحب زبان ہیں پس نہیں اطلاق کریں گے مگر تحقیق کے بعد۔ اور اسی میں وہ بھی داخل ہے کہ صحابی کسی فعل پر اور رسول کی اطاعت کا حکم یا معصیت کا حکم لگائے۔ جیسے حضرت عمار کا قول جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اس کا حکم بھی مرفوع ہی کا ہے۔ چونکہ ظاہر یہ ہے کہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہوگا۔

تشریح:- اس مقام سے ایک شبہ پھر اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انکے غیر کے حکم کو حکم سمجھ رہا ہو۔ تو اس شبہ کا مولف نے جواب دیا کہ یہ صرف اسی کیساتھ خاص نہیں۔ مزید یہ کہ وہ صاحبِ زبان و عادل ہیں۔ تحقیق کے بعد ہی نسبت کر سکتے ہیں۔ نیز صراحۃً نسبت میں احتیاط بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد کنا نفعل کو بھی مرفوع میں ہونا ذکر کر رہے ہیں۔ اسی طرح طاعت خدا اور رسول سے بھی مرفوع کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل: من یقول. یعنی جو عدم رفع پر استدلال کرے۔ یظن۔ الراوی۔

ما لیس بامر. لہٰذا اس کا امرنا کہنا اور شارع مراد لینا درست نہ ہوگا۔

فلا اختصاص. یہاں سے جواب ہے۔ و ھو. یعنی احتمال ظن۔

عدل. چونکہ صحابی عادل ہیں ظن کی بنیاد پر صحابی سے یہ احمال ضعیف ہے۔

تلقاہ. یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہو۔

اَوْ یَنْتَھِیْ غَایَۃُ الْاِسْنَادِ اِلَی الصَّحَابِیِّ کَذٰلِکَ اَیْ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ فِیْ کَوْنِ اللَّفْظِ یَقْتَضِیْ التَّصْرِیْحَ بِاَنَّ الْمَنْقُوْلَ ھُوَ مِنْ قَوْلِ الصَّحَابِیِّ اَوْ مِنْ فِعْلِہٖ اَوْ مِنْ تَقْرِیْرِہٖ وَ لَا یَجِیْءُ فِیْہِ جَمِیْعُ مَا تَقَدَّمَ بَلْ مُعْظَمُہٗ وَ التَّشْبِیْہُ لَا یُشْتَرَطُ فِیْہِ الْمُسَاوَاۃُ مِنْ کُلِّ جِھَۃٍ.

ترجمہ:- اسی طرح سند کا آخر صحابی تک منتہی ہو جائے۔ اسی طرح جس طرح ماقبل کی صورتیں ہیں لفظ کے صریح تقاضہ کرنے میں کہ جو صحابی کے قول یا فعل یا تقریر سے جو

منقول ہو (صریح ہوگا حکمی نہ ہوگا) اس میں ما قبل کی تمام صورتیں نہیں آتی ہیں (یعنی حکما) بلکہ اہم امور میں اور تشبیہ کے لئے شرط نہیں ہے کہ تمام امور میں مساوات ہو۔

تشریح: ۔اس مقام سے مولف جو سند صحابی تک منتہی ہو جائے اسکا حکم بیان کرر ہے ہیں جسے موقوف کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ مرفوع کی جو قسم حقیقی اور حکمی ہے وہ سب موقوف میں نہیں جاری ہوتے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ قولی، جس میں کسی صحابی کا ارشاد منقول ہو۔ فعلی۔ جس میں کسی صحابی کا فعل نقل ہو۔ تقریری۔ جسمیں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہو۔ جیسے تابعی کا یہ کہنا کہ فلاں صحابی کے سامنے ایسا کام کیا۔ اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔

حل: غاية الاسناد۔ یعنی اس کا آخر صحابی تک پہونچ جائے۔

قوله الصحابى۔ اس قسم موقوف کی تین قسمیں ہیں قول صحابی فعل صحابی تقریر صحابی معظمه۔ جو اس میں اہم ہے۔ یعنی صریحی۔ معظمہ بمعنی اکثرہ۔

وَ لَمَّا كَانَ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلاً لِجَمِيْعِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ اِسْتَطْرَدْتُهُ اِلٰى تَعْرِيْفِ الصَّحَابِي مَنْ هُوَ فَقُلْتُ وَ هُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مُؤْمِناً بِهٖ وَ مَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ لَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَ وُصُوْلِ اَحَدِهِمَا اِلَى الْآخَرِ وَ اِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَ يَدْخُلُ فِيْهِ رُؤْيَةُ اَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ اَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ اَلصَّحَابِيُّ مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ يَخْرُجُ حِيْنَئِذٍ اِبْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَ نَحْوُهُ مِنَ الْعُمْيَانِ وَ هُمْ صَحَابَةٌ بِلَا تَرَدُّدٍ.

ترجمہ: ۔چونکہ یہ مختصر رسالہ علوم حدیث کی تمام قسموں کو شامل ہے تو میں نے صحابی کی تعریف بھی ذکر کیا کہ وہ کون ہے۔ یہ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام ہی پر وفات ہوئی ہو گو بیچ میں ارتداد گرچہ پیش آگیا ہو۔ اور ملاقات کا مفہوم عام ہے خواہ مجلس سے ہو یا ساتھ چلنے سے یا ایک دوسرے کو پالینے سے اگرچہ گفتگو کی نوبت نہ آسکی ہو۔ اور اس میں ایک دوسرے کا دیکھنا بھی شامل ہو جائے گا خواہ خود یا واسطے سے۔ اور ملاقات کی تعبیر اولی ہے بمقابلہ ان کے جن بعض نے صحابی کی

تعریف میں یہ کہا کہ جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ چونکہ اس صورت میں بلاشبہ حضرت ابن ام مکتوم جیسے نابینا صحابی نکل جائیں گے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف پھر اس تعریف کی جامعیت اور فوقیت بیان کررہے ہیں۔

صحابی۔ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ سلم کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت پر وفات پائی ہو۔ گرچہ بیچ میں ارتداد کا واقعہ پیش آگیا ہو۔

حل: من۔ جس طرح انسان کو شامل ہے اسی طرح جن کو بھی۔ کہ آپ کی بعثت ان کی طرف بھی ہوئی ہے اور ان کا ایمان لانا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

مات علی الاسلام۔ یہ قید اجماعی ہے۔ حالت کفر پر مرنے والا صحابی نہیں ہوسکتا۔

ولو تخللت۔ لو وصلیہ ہے۔ ردّۃ بمعنی ارتداد وکفر۔ یعنی مرتد ہونے کے بعد پھر ایمان قبول کرنا۔ خیال رہے کہ ارتداد کی وجہ سے جب کہ بعدہ اسلام لاکر اس پر وفات ہوئی ہو صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ شوافع کے نزدیک ارتداد سے عمل باطل اس وقت ہوگا جب کفر پر موت واقع ہوگی۔ اور حضرات احناف کے یہاں ارتداد سے عمل باطل ہوجائے گا گوکہ بعد میں ایمان پر موت واقع ہوئی ہو۔ لہٰذا صحبت رد سے باطل ہوجائے گی تاوقتیکہ دوبارہ روایت ولقانہ ہو صحابیت کا ثبوت نہ ہوگا یہی مالکیہ کا مسلک ہے۔

علی الاصح۔ اس کا تعلق مات علی الاسلام کی قید کے ساتھ ہے۔

رویۃ احدھما۔ خواہ ایک ہی لمحہ یا لحظہ کے لئے ہو چونکہ آپ کی صحبت وہ کیمیا اور کبریت ہے جو ایک سکنڈ کے لئے ہو تب بھی موثر ہے۔

بغیرہ۔ بغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ خواہ آپ کو بالقصد دیکھا ہو یا دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا مگر نظر پڑ گئی اور بعضوں نے اس کا مفہوم نکالا ہے کہ دوسرے کے ذریعہ سے دیکھا جیسے صغر کی حالت میں کوئی اٹھا کر لایا اور دیکھ لیا۔

والتعبیر۔ مولف تعریف میں لقاء کے عموم کے فائدہ کے ذکر کررہے ہیں کہ اس کے مقابل رؤیت سے نابینا نکل جائیں گے۔ خیال رہے کہ جو لوگ رویت کو ذکر کرتے ہیں وہ رویت سے بالقوہ اور بالفعل دونوں مراد لیتے ہیں اس سے تعریف عام ہوکر نابینا کو بھی

شامل ہو جائے گی۔

وَ اللُّقٰی فِی هٰذَا التَّعْرِیْفِ كَالْجِنْسِ وَ قَوْلِیْ مُؤْمِناً كَالْفَصْلِ یَخْرُجُ مَنْ حَصَلَ لَهٗ اللِّقَاءُ الْمَذْكُوْرُ لٰكِنْ فِیْ حَالِ كَوْنِهٖ كَافِراً وَ قَوْلِیْ بِهٖ فَصْلٌ ثَانٍ یَخْرُجُ مَنْ لَقِیَهٗ مُؤْمِناً لٰكِنْ بِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ لٰكِنْ هَلْ یَخْرُجُ مَنْ لَقِیَهٗ مُؤمِناً بِاَنَّهٗ سَیُبْعَثُ وَ لَمْ یُدْرِكِ الْبِعْثَةَ وَ فِیْهِ نَظَرٌ وَ قَوْلِیْ وَ مَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَصْلٌ ثَالِثٌ یَخْرُجُ مَنِ ارْتَدَّ بَعْدَ اَنْ لَقِیَهٗ مُؤْمِنًا وَ مَاتَ عَلَی الرِّدَّةِ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ وَ ابْنِ خَطَلٍ وَ قَوْلِیْ وَ لَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ اَیْ بَیْنَ لُقِیِّهٖ لَهٗ مُؤْمِناً بِهٖ وَ بَیْنَ مَوْتِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ فَاِنَّ اِسْمَ الصُّحْبَةِ بَاقٍ لَهٗ سَوَاءٌ رَجَعَ اِلَی الْاِسْلَامِ فِیْ حَیٰوتِهٖ اَمْ بَعْدَهٗ وَ سَوَاءٌ لَقِیَهٗ ثَانِیاً اَمْ لاَ۔

ترجمہ:۔اور لقا اس تعریف میں جنس کے مانند ہے۔اور ہمارا قول مومن فصل کی طرح ہے۔اس سے وہ حضرات نکل جائیں گے جن کو لقاء مذکور حاصل ہو مگر کفر کی حالت میں اور ہمارا قول بہ فصل ثانی ہے اس سے نکل جائیں گے وہ جنھوں نے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو مگر دوسرے انبیاء سے۔لیکن یہ سوال رہے گا کہ کیا من لقیہ مومناً بہ سے وہ نکل جائیں گے جس نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقت کی ہو کہ آپ مبعوث ہوں گے اور بعثت کا زمانہ نہ پایا ہو۔سو اس میں نظر ہے اور ہمارا قول مات علی الاسلام فصل سوم ہے۔اس سے وہ نکل جائیں گے جو مرتد ہو گئے ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد۔اور ردّت پر موت واقع ہوئی۔جیسے عبداللہ بن جحش اور ابن خطل وغیرہ اور ہمارا قول "ولو تخللت بہ ردّہ" یعنی ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد اور اسلام میں موت کے درمیان اس لئے کہ صحبت کا نام تو باقی ہے برابر ہے خواہ اسلام کی طرف رجوع ان کی حیات یا ان کے بعد ہو اور برابر ہے خواہ دوبارہ ملاقات ہوئی ہو یا نہیں۔

تشریح:۔مولف نے جو صحابہ کی تعریف کی ہے اس میں جو جنس اور فصل کے مقام پر ہے اس کی نشاندہی اور اس کے فوائد و قیود ذکر کر رہے ہیں۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لقا جنس کی جگہ میں ہے۔اور مومناً فصل اول ہے اس سے حالت کفر کی ملاقات خارج ہو گئی۔اور بہ فصل دوم ہے۔اس سے وہ نکل جائیں گے جنھوں نے آپ کے علاوہ کسی نبی سے ملاقات کی ہو جیسے "حواریین" اور مات علی الاسلام فصل سوم ہے اس سے کفر پر مرنے والے خارج

ہو جائیں گے۔ البتہ وہ رہ گئے جنھوں نے حالت ایمان میں زیارت کی پھر مرتد ہو گئے پھر ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو۔ مولف اور شوافع کے نزدیک صحبت کا وصف باقی رہے گا خواہ آپ کے زمانہ میں ایمان لائیں یا بعد میں اسی طرح دوبارہ زیارت کرے یا نہ کرے۔ البتہ اسمیں تردد رہے گا جنھوں نے بعثت سے قبل آپ کو یہ جان کر کہ آپ نبی بنائے جائیں گے زیارت کی وہ صحابی ہوں گے یا نہیں جیسے بحیرہ راہب۔

حل: کونه کافراً. اس سے مشرکین مکہ نکل جائیں گے۔

لغیره من الانبیاء. اس سے اہل کتاب بھی نکل جائیں گے کہ ہمارے نبی کے غیر پر ایمان لائے ہیں۔

لم یدرك البعثة. نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔ جیسے بحیرہ راہب۔ جنھوں نے حال نبوت کی قید لگائی ان کے نزدیک خارج جنھوں نے تعمیم کی انکے نزدیک داخل ہوں گے۔

ابن خطل. اسی طرح ربیعہ ابن امیہ جس نے روایت بھی کی مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔

باقی. یعنی صحبت کا وصف باقی ہے۔ شوافع کے یہاں۔ احناف کے یہاں نہیں۔

وَ قَوْلِي فِي الْاَصَحِّ اِشَارَةٌ اِلَى الْخِلَافِ فِي الْمَسْئَلَةِ وَ يَدُلُّ عَلٰى رُجْحَانِ الْاَوَّلِ قِصَّةُ الْاَ شْعَثِ بْنِ قَيْسٍ فَاِنَّهٗ كَانَ مِمَّنْ اِرْتَدَّ وَ اُتِىَ بِهٖ اِلٰى اَبِى بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ اَسِيْراً فَعَادَ اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلَ مِنْهُ ذٰلِكَ وَ زَوَّجَهٗ اُخْتَهٗ وَ لَمْ يَتَخَلَّفْ اَحَدٌ عَنْ ذِكْرِهٖ فِي الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِهٖ فِي الْمَسَانِيْدِ وَ غَيْرِهَا.

ترجمہ:- اور ہمارے قول فی الاصح سے اشارہ ہے مسئلہ میں اختلاف کی طرف۔ اور اشعث ابن قیس کا واقعہ اول کی ترجیح پر دال ہے۔ کہ وہ مرتد ہو گئے تھے اور قید کی حالت میں صدیق اکبر کے پاس آئے اور اسلام لے آئے تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی بہن سے اسکی شادی کرا دی۔ اور کسی نے بھی ذکر صحابہ سے الگ نہیں کیا۔ اور نہ انکی احادیث کو مسانید وغیرہ سے خارج کیا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف الاصح کی قید کا اشارہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ ارتداد کے بعد صحابیت کے درجہ پر رہیں گے سو مولف اس کے راجح ہونے کی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ اشعث مرتد ہو گئے تھے عہد صدیقی میں ایمان لائے صدیق اکبر

نے ایمان ہی نہیں قبول کیا بلکہ اپنی بہن سے شادی بھی کرادی۔اسی طرح ارباب رجال کا صحابہ کی جماعت میں شمار کرنا اور انکی حدیث کو مسانید میں ذکر کرنا دلیل ہے صحابیت کی۔

حل: في المسئلة۔ مراد اس سے مسئلہ ارتداد ہے۔ ذلک۔ الاسلام۔

و لم یتخلف۔ اشعث کو ارباب رجال نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ انکی احادیث کو اس وجہ سے لیا ہے کہ روایت کا تحمل کفر میں اور اداء اسلام میں معتبر ہے۔

خیال رہے کہ یہاں ایک اور مسئلہ قابل ذکر ہے کہ اگر آپ کو دفن سے قبل وفات کی حالت میں دیکھا ہو تو صحابہ کی فہرست میں شامل رہیں گے یا خارج۔ابن جماعہ انکار کرتے ہیں اور علائی اسے داخل صحابہ مانتے ہیں۔علامہ بلقینی اور ابن عبدالبر کا رجحان بھی یہی ہے۔

تَنْبِیهَانِ اَحَدُهُمَا لاَخِفَاءَ فِي رُجْحَانِ رُتْبَةِ مَنْ لاَزَمَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ وَ قَاتَلَ مَعَهُ اَوْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَتِهٖ عَلٰى مَنْ لَمْ يُلاَزِمْهُ اَوْ لَمْ يَحْضُرْ مَعَهُ مَشْهَدًا وَ عَلٰى مَنْ كَلَّمَهُ يَسِيراً اَوْ مَاشَاهُ قَلِيلاً اَوْ رَاٰهُ عَلٰى بُعْدٍ اَوْ فِي حَالِ الطُّفُوْلِيَّةِ وَ اِنْ كَانَ شَرْفُ الصُّحْبَةِ حَاصِلاً لِلْجَمِيعِ وَ مَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْهُم سَمَاعٌ مِنْهُ فَحَدِيثُهُ مُرْسَلٌ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةِ وَ هُمْ مَعَ ذٰلِكَ مَعْدُوْدُوْنَ فِي الصَّحَابَةِ لِمَا نَالُوْهُ مِنْ شَرْفِ الرُّؤْيَةِ ثَانِيهُمَا يُعْرَفُ كَوْنُهُ صَحَابِياً بِالتَّوَاتُرِ وَالْاِسْتِفَاضَةِ اَوْلِشُهْرَةِ اَوْ بِاِخْبَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَوْ بَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ اَوْ بِاِخْبَارِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ بِاَنَّهُ صَحَابِيٌّ اِذَا كَانَتْ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ تَدْخُلُ تَحْتَ الْاِ مْكَانِ وَ قَدِ اسْتَشْكَلَ هٰذَا الْاَخِيْرَ جَمَاعَةٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ نَظِيْرُ دَعْوٰى مَنْ قَالَ اَنَا عَدْلٌ وَ يَحْتَاجُ اِلَى تَاَمُّلٍ۔

ترجمہ:۔دو تنبیہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جنھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ کے ساتھ قتال کیا یا آپ کے جھنڈے کے نیچے شہید ہوئے ان کے مرتبہ کے افضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں بمقابلہ جنھوں نے آپ کی صحبت نہیں اختیار کی اور کسی معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے یا اس پر جنھوں نے تھوڑی گفتگو کی یا تھوڑا ساتھ چلے یا دور سے دیکھا یا بچپن میں دیکھا اگرچہ شرف صحت ان سب کو حاصل ہے۔اور ان میں سے جن کو سماع حاصل نہیں روایت میں اس کی حدیث مرسل ہے وہ اس کے باوجود صحابہ میں شمار رکھتے ہیں چونکہ شرف دیدار سے مشرف ہیں۔دوسری تنبیہ یہ ہے کہ

صحابی ہونے کا علم یا تو تواتر کے ذریعہ سے یا استفاضہ یا شہرت کے ذریعہ سے یا بعض صحابہ کے بتانے سے یا بعض ثقہ تابعین کے خبر دینے سے۔ یا خود ان کے کہنے سے وہ صحابی ہیں جب کہ ان کا دعوی امکان کے تحت داخل ہوتا ہے علم ہو سکتا ہے۔ ایک جماعت نے اس آخری صورت پر (خود کے دعوی صحابیت پر) اشکال کیا ہے کہ یہ تو ایسے دعوی کے مثل ہے جیسے کوئی کہے انا عدل اور اس میں غور و تامل کی ضرورت ہے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف میں دو تنبیہ یا دو فائدے ذکر کر رہے ہیں۔ اول یہ کہ گو من حیث الصحابہ سب صحابہ ہیں مگر ان میں مراتب کے اعتبار سے فرق ہے۔ جنھوں نے طویل صحبت اٹھائی معرکہ میں حاضر رہے یا شہید ہوئے یہ انکے مقابلہ میں افضل ہوں گے جنھوں نے صرف ملاقات کی۔ بعض علماء اصول نے صحابہ کے مختلف مراتب بیان کئے ہیں۔ حاکم نیشاپوری نے ۱۲ طبقات ابن سعد نے پانچ طبقے ذکر کئے ہیں جنکی تفصیل عاجز کے رسالہ ارشاد اصول الحدیث جو اس فن پر جامع رسالہ ہے دیکھے جا سکتے ہیں۔

دوسری تنبیہ یہ بیان کی ہے کہ صحابی کی معرفت کیسے ہوگی۔ یا تو تواتر سے ہوگی۔ یا شہرت سے یا خود ان کے خبر دینے سے ہوگی۔ یا ثقہ تابعین کے بیان سے یا خود ان کے اقرار سے ہوگی۔

حل: الاول۔ اس تنبیہ میں مراتب صحابہ کا بیان ہے۔ جس میں ان کی فضیلت و فوقیت کا معیار بیان کیا گیا ہے۔

لازمہ۔ بمعنی طول صحبت۔ تحت رائه۔ جھنڈے کے نیچے یعنی جہاد کی شرکت۔

مشہداً۔ معرکہ جنگ۔ غزوات۔ ماشاہ۔ مماشات سے۔ بمعنی ساتھ چلنا۔

طفولیة۔ یعنی سن تمیز و معرفت کی حد سے قبل۔ مرسل۔ مرسل ہو کر مقبول ہوگی۔

شرف الروئیة۔ بمعنی ملاقات۔ خیال رہے ایک ساعت کی صحبت اور زیارت بھی ثبوت صحابہ کے لئے موثر ہے جمہور اسی کے قائل ہیں۔ خواہ روایت یا قیام ہو یا نہ ہو۔ بخلاف ابن مسیب کے وہ اس کے قائل ہیں کہ ایک سال دو سال قیام رہا ہو۔ یا ایک دو غزوہ میں شرکت ہو۔

ثانیهما۔ صحابی کی معرفت کا طریق کیا ہوگا اس کا بیان۔ بالتواتر۔ جیسے صدیق اکبر اور عشرہ

مبشرہ۔ الاستفاضہ والشہرۃ۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے معمولی فرق یہ ہے کہ۔ مستفیض میں ناقلین کی تعداد ابتداءً وانتہاءً برابر رہتی ہے۔اور مشہور عام ہے۔
باخبار نفسہ۔ یہ اس وقت معتبر ہے جب کہ ممکن اور معروف العدالۃ ہو۔ ظفر الامانی میں اس کے متعلق تین قول ہے۔ (۱) دعوی ثابت نہ ہوگا۔ ابن قطان اور ابن سمعانی کی یہی رائے ہے۔ (۲) صحبت یسیرہ تو ثابت ہو سکتی ہے، طویلہ نہیں۔ (۳) عادل ہو اور ظاہر کے خلاف نہ ہو۔ اسی کو کتاب میں تحت الامکان سے ذکر کیا ہے۔
تحت الامکان۔ مطلب یہ ہے کہ اسکا دعوی امکان عادی اور شرعی کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً سو سال گذرنے کے بعد کسی نے صحابیت کا دعوی کیا تو مردود ہے۔ جیسے رتن ہندی نے کہ اس نے چھٹی ہجری میں صحابیت کا دعوی کیا۔ اس طرح شیخ عبد اللہ علمبردار جن کی عمر ۶؍ سو سال بتائی جاتی ہے جو قلندریہ سلسلہ میں ہیں۔ کذا فی الانتصاح۔
ھذا الاخیر۔ مطلب یہ ہے کہ انا صحابی کا دعوی ایسا ہی ہے جیسے انا عادل۔ جس طرح ہر شخص کہے تو معتبر نہیں اسی طرح یہ دعوی بھی۔ اس شبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ مجہول الحال میں تو یہ تردد اور شبہ باقی رہ سکتا ہے مگر معروف العدالۃ و ظاہر العدالۃ ہو تو فلا اشکال: یہی مطلب ہے "یحتاج الی تامل کا"۔
انتباہ۔ صحابہ کی تعریف کے سلسلے میں مزید چند امور۔ (۱) رویئت ولقا فی حالۃ البلوغ شرط نہیں۔ (۲) رویئت واللقاء بعد نبوت معتبر ہے۔ قبل النبوۃ معتبر نہیں۔ (۳) صحابی کی تعریف، جن صحابی کو بھی شامل ہے (ظفر الامانی)

اَوْ يَنْتَهِي غَايَةُ الْإِسْنَادِ اِلَى التَّابِعِي وَ هُوَ مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ وَ هٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِاللُّقِيِّ وَ مَا ذُكِرَ مَعَهُ اِلاَّ قَيْدَ الْاِيْمَانِ بِهٖ وَ ذٰلِكَ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ وَ هٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ خِلَافاً لِمَنِ اشْتَرَطَ فِي التَّابِعِيِّ طُوْلَ الْمُلَازَمَةِ اَوْ صِحَّةَ السَّمَاعِ اَوِ التَّمْيِيْزِ وَ بَقِيَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ طَبَقَةٌ اُخْتُلِفَ فِي اِلْحَاقِهِمْ بِاَيِّ الْقِسْمَيْنِ وَ هُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِيْنَ اَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَ الْاِسْلَامَ وَ لَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ فَعَدَّهُمُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَ ادَّعٰى عِيَاضٌ وَ غَيْرُهٗ اَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ صَحَابَةٌ.

ترجمہ:-یا سند منتہی ہو تابعی تک اور یہ وہ ہیں جنھوں نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح اور یہ متعلق ہے لقاء کے ساتھ اور اس کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ سوائے ایمان کی قید کے یہ خاص ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ۔اور یہی مختار ہے۔ یہ قول مخالف ہے اس کے جو تابعی میں طول ملازمت یا صحت سماع یا تمیز کی شرط لگاتے ہیں۔ رہ گیا صحابہ و تابعین کا وہ درمیانی طبقہ جو مخضرمین ہیں وہ کس قسم میں داخل ہیں۔ اختلاف ہے۔اور یہ وہ ہے جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے۔ ابن عبدالر نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ ابن عبدالبر کا قول کہ وہ صحابہ ہیں۔

تشریح:-اس مقام سے مولف تابعی کی تعریف اور مخضرمین کے صحابہ ہونے نہ ہونے میں جو اختلاف ہیں بیان کر رہے ہیں۔ تابعی جنھوں نے حضرت صحابہ کی زیارت کی ہو انہیں شرطوں کے ساتھ جو صحابہ کے بیان میں ہے۔ حافظ کی عبارت الا قید الایمان سے بظاہر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان کی حالت میں لقا شرط نہیں۔ مخضرمین یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور آپ کی وفات کے بعد ایمان لائے انکو ابن عبدالبر نے طبقات صحابہ میں شمار کرایا ہے۔ جیسے جبیر بن نفیر۔ زید ابن وہب، سوید بن غفلہ۔

حل: کذلک۔ یعنی مثل صحابی کے۔ مطلب یہ ہے صحابی سے ملاقات ہو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے ہوئے خواہ بیچ میں ردّت کا واقعہ کیوں نہ پیش آجائے۔

الا قید الایمان بہ۔ بظاہر اس قید کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تابعی کفر کی حالت میں صحابی کو دیکھے پھر ایمان لے آئے تو اور اسلام پر وفات ہو تو تابعی ہوں گے۔

و ذلک خاص بالنبی۔ اس عبارت کی قید کا مفہوم واضح نہیں۔ کہ لقاء ایمان کے ساتھ صحابی کے لئے قید ہے تو یہ ظاہر ہے۔ مگر تابعی کے لئے بھی ایمان کے ساتھ لقاء کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو آپ کے علاوہ پر نہ ہو۔ جیسے اہل کتاب تو پھر اس شرط میں صحابہ بھی شریک ہیں۔ واللہ اعلم۔ محشی نے بھی اول مفہوم بیان کرنے کے بعد لکھ دیا ہے۔ عبارت خلل سے خالی نہیں۔ بظاہر یہاں کوئی جملہ رہ گیا ہے۔

هو المختار۔ یعنی رؤیت کافی ہے۔ خلافاً۔ اسکے خلاف بعضوں نے طول صحبت اور سماع روایت کی بھی شرط لگائی ہے۔ خطیب نے طول صحبت کی شرط۔ ابن حبان نے سماع کی شرط ملحوظ رکھی ہے۔

اوالتمییز۔ یعنی ایسی عمر ہو کہ وہ روایت کو محفوظ رکھ سکے۔

و لم یر النبی۔ مطلب دیکھا تو ہو مگر اسلام کی حالت میں نہیں۔ امام مسلم نے اس کی تعداد بیس ۲۰، نووی نے اس سے زائد، عراقی نے اسکی تعداد چالیس بتائی ہے۔

ابن عبدالبر نے ان کو طبقہ صحابہ میں ذکر کیا ہے اس سے صحابہ میں داخل کرنا ضروری نہیں۔ مقصد اس عہد کے تمام حضرات کا استیعاب ہے۔ خیال رہے کہ مخضر مین تابعین میں سے ہوں تو ان کا صحابی نہ ہونا یقینی ہے۔

وَ فِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهُ اَفْصَحَ فِي خُطْبَةِ كِتَابِهٖ بِاَنَّهُ اِنَّمَا اَوْرَدَهُمْ لِيَكُوْنَ كِتَابُهُ جَامِعاً مُسْتَوْعِباً لِاَهْلِ الْقَرْنِ الْاَوَّلِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِي كِبَارِ التَّابِعِيْنَ سَوَاءٌ عَرَفَ اَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ كَانَ مُسْلِمًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ كَالنَّجَاشِيِّ اَوْلاَ لٰكِنْ اِنْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ كُشِفَ لَهُ عَنْ جَمِيْعِ مَنْ فِي الْاَرْضِ فَرَآهُمْ فَيَنْبَغِي اَنْ يُعَدَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِناً بِهٖ فِي حَيٰوتِهٖ اِذْ ذَاكَ وَاِنْ لَمْ يُلاَقِهٖ فِي الصَّحَابَةِ لِحُصُوْلِ الرُّؤْيَةِ مِنْ جَانِبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:۔ اور محل نظر ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے (مخضر مین کو) ذکر کیا ہے کہ تاکہ ان کی کتاب قرن اول کے تمام لوگوں کو شامل ہو جائے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کبار تابعین میں شامل ہیں برابر ہے کہ ان میں سے کوئی عہد نبوت میں اسلام قبول کیا ہو جیسے نجاشی یا نہیں۔ لیکن اگر ثابت ہو جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں تمام ان لوگوں کا جو زمین پر ہیں انکشاف کر دیا گیا تھا پس آپ نے ان کو دیکھ لیا ہو گا۔ پس مناسب ہے کہ ان کو بھی صحابہ میں شمار کر لیا جائے جو آپ کے عہد میں مومن تھے۔ اس وقت یعنی اسرا کے وقت۔ اگرچہ انھوں نے ملاقات نہیں کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے رؤیت کے پانے کی وجہ سے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف مخضر مین کے متعلق تحقیق وتفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مزید لیلتہ اسرا میں ایک روایت کے متعلق جن کو آپ نے دیکھا اور وہ آپ کے عہد میں مومن تھے ان کو بھی احتمالاً صحابہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

حل: افصح۔ مطلب یہ ہے کہ ابن عبدالبر نے استیعاباً ایسا کیا ہے تاکہ سب آجائیں اس سے صحابہ ہونا ثابت نہ ہوگا۔

والصحیح۔ مولف اور بیشتر علماء کے نزدیک ۔ منہم۔ یعنی مسلمان میں سے جیسے نجاشی اور حضرت اویس۔

او لا۔یا معلوم نہ ہو کہ اس عہد میں مسلمان تھے۔یعنی شہرت نہیں ہوئی گو وہ نفس الامر میں ہو فراھم۔ یعنی شب معراج میں دیکھا۔اذ ذاك۔یعنی لیلتہ الاسرا میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے کہ آپ نے شب معراج میں روئے زمین کے تمام انسانوں کو دیکھا تو ہر وہ شخص جو اس وقت یعنی رات میں مومن تھا۔ صحابہ میں داخل ہو جائے گا۔اگر اس دنیا میں اس نے آپ سے ملاقات نہیں کی چونکہ آپ کا یہ معراج جسمانی تھا اور رویت عام ہے خواہ دونوں جانب سے یا ایک جانب سے۔ارباب تحقیق کے رائے ہے کہ رویت ثابت بھی ہوگی تو عالم الغیب میں اس سے دنیاوی حکم نافذ نہ ہوگا۔

فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِي اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ غَايَةُ الْاِسْنَادِ وَ هُوَ الْمَرْفُوْعُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْاِنْتِهَاءُ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ اَمْ لاَ وَالثَّانِي اَلْمَوْقُوْفُ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِيْ اِلَى الصَّحَابِيِّ، وَ الثَّالِثُ اَلْمَقْطُوْعُ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِي اِلَى التَّابِعِيْ وَ مَنْ دُوْنَ التَّابِعِي مِنْ اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيْهِ اَیْ فِي التَّسْمِيَةِ مِثْلُهٗ اَیْ مِثْلُ مَا يَنْتَهِي اِلَى التَّابِعِيْ فِي تَسْمِيَتِهٖ جَمِيْعَ ذٰلِكَ مَقْطُوْعاً وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى فُلاَنٍ.

ترجمہ:۔اور اقسام ثلاثہ میں سے قسم اول جس کا بیان ما قبل میں گذر چکا وہ ہے جس کی سند نبی پاک صلی اللہ علیہ وصحبہ وسلم تک پہونچے وہ مرفوع ہے۔ برابر ہے خواہ اس کا پہونچنا سند متصل سے ہو یا نہ ہو دوسرا موقوف ہے جس کی سند صحابی تک پہونچے۔اور تیسرا مقطوع ہے جس کی سند تابعی تک پہونچے یا تابعی سے نیچے جو اتباع تابعین میں ہوں یا اس کے نیچے

نام رکھنے میں اسی کے مثل ہے۔ یعنی تابعی کے پہونچنے تک کی طرح مقطوع ہی ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ فلاں پر موقوف ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث پاک کی مشہور قسمیں مرفوع، موقوف اور مقطوع کو بیان کر رہے ہیں، اور مقطوع کے اطلاق کی وسعت کو بیان کر رہے ہیں کہ جو تابعی پر ختم ہو جائے یا اس کے کسی بھی راوی پر اس کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ سب پر مقطوع ہی کا اطلاق ہوگا۔ اور اسکی دوسری تعبیر موقوف علی فلانٍ بھی ہے۔

حل: القسم الاول۔ یہ اقسام ثلاثہ من حیث الاسناد ہیں۔

غاية ۔ یہ لفظ عبارت میں زاید ہے۔

متصل۔ بیچ سند میں کہیں حذف نہ ہو۔ اولاً۔ سند منقطع ہو جائے۔

فی التسمية ۔ یعنی اشتراک تسمیہ۔

فی تسمية ذلک۔ یہ جملہ وضاحتی ہے ورنہ تو مقصود مثلہ میں ظاہر ہو گیا۔

ان شئت ۔ یہ دوسری تعبیر ہے۔ موقوف علی فلانٍ

فَحَصَلَتِ التَّفْرِقَةُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بَيْنَ الْمَقْطُوْعِ وَ الْمُنْقَطِعِ فَالْمُنْقَطِعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْاِسْنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْمَقْطُوْعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْمَتَنِ كَمَا تَرىٰ وَ قَدْ اَطْلَقَ بَعْضُهُمْ هٰذَا فِي مَوْضِعِ هٰذَا وَ بِالْعَكْسِ تَجَوُّزًا عَنِ الْاِصْطِلَاحِ وَ يُقَالُ لِلْاَخِيْرَيْنِ اَيْ اَلْمَوْقُوْفِ وَ الْمَقْطُوْعِ اَلْاَثَرُ وَالْمُسْنَدُ فِي قَوْلِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ هُوَ مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالِ .

ترجمہ:- پس اصطلاحی فرق معلوم ہو جائے گا مقطوع اور منقطع کے درمیان پس منقطع اسناد کے مباحث میں ہے جیسا کہ گذرا اور مقطوع متن کے مباحث میں ہے۔ جیسا کہ دیکھ چکے اور بعضوں نے اس کے بجائے (مقطوع) اس کا (منقطع) بھی اطلاق کیا اور اسکے عکس کے ساتھ (منقطع کی جگہ مقطوع) اصطلاح میں مجاز اختیار کرتے ہوئے۔ اور آخر کی ان دونوں کو یعنی موقوف اور مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے۔ اور اہل حدیث کی اصطلاح میں ہذا حدیث مسند کہا جاتا ہے وہ صحابی کا مرفوع ہے جس کی سند ظاہراً متصل ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً منقطع اور مقطوع کے اصطلاحی فرق کو بیان کر رہے ہیں۔

مقطوع۔ وہ قول و فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔ منقطع۔ وہ حدیث جس میں تابعی یا اس کے نیچے کا ایک راوی یا دو راوی ساقط ہو، منقطع کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جسے صحابی سے تابعی کے نیچے لوگ روایت کریں۔

بعضوں نے مقطوع اور منقطع کے درمیان تباین کی نسبت مانی ہے اور بعضوں نے عموم خصوص من وجہ کی مانی ہے۔ کہ مقطوع وہ ہے جو تابعی تک منتہی ہو خواہ تابعی سے پہلے کوئی ساقط ہو یا نہ ہو۔ اور منقطع وہ ہے جو تابعی تک منتہی ہو یا نہ ہو مگر بیچ سے راوی ساقط ہو جائے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک متن سے متعلق ہے ایک سند سے۔

دوسری بات مسند کی تعریف ہے۔ وہ حدیث جو مرفوع متصل ہو۔

حل: من مباحث الاسناد۔ یہ قول محل نظر ہے کہ ما قبل میں تو مباحث متن سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔

من مباحث المتن۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے سند منقطع حدیث مقطوع۔

فی موضع هذا۔ منقطع کی جگہ مقطوع۔

یقال ۔ قليلاً یعنی یہ اطلاق کم ہے۔ چونکہ اکثر متقدمین کے کلام میں اثر کا استعمال کلام سلف اور کلام رسول میں ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا اثر عام ہے یہی زیادہ ظاہر ہے۔

والمسند۔ لغت میں جس پر اعتماد اور ٹیک ہو۔ اصطلاح میں حدیث مرفوع۔

فَقَوْلِیْ مَرْفُوْعٌ كَالْجِنْسِ وَ قَوْلِیْ صَحَابِی كَالْفَصْلِ يُخْرِجُ مَا رَفَعَهُ التَّابِعِیُّ فَإِنَّهُ مُرْسَلٌ اَوْ مَنْ دُوْنَهُ فَإِنَّهُ مُعْضَلٌ اَوْ مُعَلَّقٌ وَ قَوْلِی ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ يُخْرِجُ مَا ظَاهِرُهُ الْإِنْقِطَاعُ وَ يَدْخُلُ مَا فِيْهِ الْإِحْتِمَالُ وَ مَا يُوْجَدُ فِيْهِ حَقِيْقَةُ الْإِتِّصَالِ مِنْ بَابِ الْأَوْلٰی وَ يُفْهَمُ مِنَ التَّقْيِيْدِ بِالظُّهُوْرِ اَنَّ الْإِنْقِطَاعَ الْخَفِیَّ كَعَنْعَنَةِ الْمُدَلِّسِ وَالْمُعَاصِرِ الَّذِیْ لَمْ يَثْبُتْ لَقْيُهُ لَا يُخْرِجُ الْحَدِيْثَ عَنْ كَوْنِهٖ مُسْنَداً لِإِطْبَاقِ الْأَئِمَّةِ الَّذِيْنَ خَرَّجُوا الْمَسَانِيْدَ عَلٰی ذٰلِكَ وَ هٰذَا التَّعْرِيْفُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ الْحَاكِمِ الْمُسْنَدُ مَا رَوَاهُ الْمُحَدِّثُ عَنْ شَيْخٍ يَظْهَرُ سَمَاعُهُ مِنْهُ وَ كَذَا شَيْخُهُ عَنْ شَيْخِهٖ مُتَّصِلاً إِلٰی صَحَابِیٍّ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: - اور میرا قول مرفوع مانند جنس کے ہے۔ اور میرا قول صحابی فصل کے مانند ہے۔

اس سے تابعی کا مرفوع نکل جائے گا کہ وہ مرسل ہے۔ یا جو اس سے نیچے کا ہے۔ کہ وہ مفصل ہے۔ یا معلق ہے اور میرے قول ظاہرہ الاتصال سے جو ظاہر انقطاع ہو نکل جائے گا۔ اور داخل ہو جائے گا وہ جس میں احتمال ہو۔ اور جس میں حقیقتاً اتصال ہو بدرجہ اولی اور ظہور کی تقیید سے سمجھ لیا جائے گا انقطاع خفی کو جیسے مدلس کا عنعنہ یا معاصر کا جس کی ملاقات ثابت نہ ہو حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالے گا ان ائمہ کے اتفاق کی وجہ سے جنھوں نے مسانید کی تخریج کی ہے۔ اور یہ تعریف حاکم کی تعریف کے موافق ہے کہ مسند وہ ہے جس کو محدث روایت کرے شیخ سے جس کا سماع ظاہر ہو اس سے۔ اس طرح وہ شیخ شیخ سے متصل کرے صحابی تک جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔

تشریح: - اس مقام سے مولف اولاً مسند کی تعریف کی جنس اور فصل کو بیان کر رہے ہیں۔ پھر مسند کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے اسے ذکر کر رہے ہیں۔

حل: کالجنس. عام ہونے کی وجہ سے محدود غیر محدود ہر ایک کو شامل ہے۔

کالصحابی۔ یہ فصل ہے اس سے تابعی کا مرفوع نکل گیا۔

مفصل یا معلق۔ علی سبیل مانعۃ الخلو ہے کہ دونوں کا جمع ہونا تو ممکن ہے۔ اگر سند سے دو یا دو سے زاید مسلسل ساقط ہوں تو مفصل اور مبادی سند سے ہو تو معلق۔

یخرج ما ظاهره الانقطاع۔ جیسے مرسل جلی۔ اسی طرح اس کو بھی خارج کر دے گا جو احتمال اتصال و انقطاع میں برابر ہو۔

لا یخرج۔ یعنی مرسل خفی مسند رہے گا۔

لم یثبت لقیه ۔ وہ مرسل خفی۔ خرّجوا۔ بمعنی اَخْرجُوا۔ ای المسانید۔

علی ذلک۔ یعنی جو میں نے ذکر کیا۔

وَ اَمَّا الْخَطِيْبُ فَقَالَ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ فَعَلٰى هٰذَا الْمَوْقُوْفِ اِذَا جَاءَ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ يُسَمّٰى عِنْدَهُ مُسْنَداً لٰكِنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَاتِيْ بِقِلَّةٍ وَ اَبْعَدَ اِبْنُ عَبْدِالْبَرِّ حَيْثُ قَالَ الْمُسْنَدُ الْمَرْفُوْعُ وَ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِلْاِسْنَادِ فَاِنَّهُ يَصْدُقُ عَلَى الْمُرْسَلِ وَالْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ اِذَا كَانَ الْمَتَنُ مَرْفُوْعًا وَ لَا قَائِلَ بِهٖ .

ترجمہ: - بہر حال خطیب نے تو یہ تعریف کی ہے۔ مسند وہ ہے جو متصل ہو۔ اس بنیاد پر

جب موقوف بھی سند متصل سے آئے گا توان کے نزدیک مسند کہا جائے گا۔ لیکن کہا ہے کہ یہ کم آتا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے عجیب تعریف کی ہے۔ کہ کہا مسند وہ ہے جو مرفوع ہو۔ اور اسناد سے کوئی تعرض نہیں کیا پس یہ تعریف مرسل معضل منقطع پر بھی صادق آئے گی جب کہ متن مرفوع ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

تشریح:۔ مولف نے مسند کی تعریف کے متعلق اولاً یہ کہا تھا کہ میری تعریف امام حاکم کی تعریف کے موافق ہے۔ اب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خطیب نے جو تعریف کی ہے۔ اس میں وہ جامعیت نہیں ہے اور ابن عبدالبر نے تو اس سے بھی بعید تعریف کی ہے کہ مرفوع تو کیا موقوف مقطوع، معضل، منقطع، مرسل سب کو شامل ہو جاتی ہے۔

حل لغات: خطیب۔ مراد ابو بکر صاحب تاریخ بغداد۔ ان کی ذکر کردہ تعریف موقوف مقطوع کو بھی شامل ہے۔

یاتی بقلۃ۔ اس معنی مذکور میں یہ کم آتا ہے۔ یعنی موقوف پر مسند کا اطلاق کم ہوتا ہے۔

و لم یعترض۔ یعنی سند کے متصل اور منقطع ہونے کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ولا قائل۔ یہ تعریف معضل، معلق، مرسل کو بھی مسند بنا رہی ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔ خطیب سے بھی اس کی تعریف جامع نہیں ہے۔ خطیب کی تو موقوف کو شامل تھی اور اس کی منقطع وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

فَاِنْ قَلَّ عَدَدُهُ اَیْ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَاَمَّا اَنْ یَنْتَهِیَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ الْقَلِیْلِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی سَنَدٍ آخَرَ یَرِدُ بِهٖ ذٰلِكَ الْحَدِیْثُ بِعَیْنِهٖ بِعَدَدٍ کَثِیْرٍ اَوْ یَنْتَهِیْ اِلٰی اِمَامٍ مِنْ اَئِمَّةِ الْحَدِیْثِ ذِیْ صِفَةٍ عَلِیَّةٍ کَالْحِفْظِ وَالْفِقْهِ وَالضَّبْطِ وَالتَّصْنِیْفِ وَ غَیْرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُقْتَضِیَةِ لِلتَّرْجِیْحِ کَشُعْبَةَ وَ مَالِكٍ وَالثَّوْرِیْ وَالشَّافِعِیِّ وَالْبُخَارِیْ وَ مُسْلِمٍ وَ نَحْوِهِمْ فَالْاَوَّلُ وَ هُوَ مَایَنْتَهِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ اَلْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ فَاِنِ اتَّفَقَ اَنْ یَّکُوْنَ سَنَدُهٗ صَحِیْحاً کَانَ الْغَایَةَ الْقُصْوٰی وَاِلاَّ فَصُوْرَةُ الْعُلُوِّ فِیْهِ مَوْجُوْدَةٌ مَالَمْ یَکُنْ مَوْضُوْعًا فَهُوَ کَالْعَدَمِ.

ترجمہ:۔ پس اگر اس کی تعداد کم ہو یعنی سند کے رجال کی تعداد پس یا تو نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم تک اس عدد قلیل کے ساتھ منتہی ہوگا بنسبت دوسری سند کے کہ بعینہ یہی حدیث عدد کثیر کے ساتھ آرہی ہو۔ یا یہ کہ وہ سند منتہی ہوئی ہو ائمہ حدیث کے کسی ایک امام تک جو بلند صفات کے حامل ہوں۔ مثلاً حفظ، تفقہ، ضبط، تصنیف وغیرہ ایسے اوصاف پر جو ترجیح کا تقاضہ کرتے ہوں جیسے شعبہ، مالک، ثوری، شافعی، بخاری، مسلم اور ان کے مثل پس اول جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی ہو وہ علو مطلق ہے۔ پھر سند صحیح کے ہونے میں یہ حدیث متفق ہو جائے تو یہ انتہادرجہ کی بلند ہوگی ورنہ تو علو کی صورت اس میں موجود ہی ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو کہ وہ تو مانند عدم کے ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف سند کی قلت و کثرت کے اعتبار سے یا سند کے عالی اور نازل ہونے کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم کررہے ہیں۔ اگر دو سندوں کے مقابلے ایک سند کے راوی کم ہوں تو کم سند والی کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اس کا مقابل نازل ہے جس میں دوسرے کے مقابلہ راوی زاید ہو۔

قل عدده۔ یعنی سند کے رجال۔ ینتہی۔ یعنی سند قلیل۔

یرویه۔ یہ صفت ہے سند کی بمعنی یجی بسند آخر۔

ینتہی۔ فاعل ذلک السند ہے۔

نحوهم۔ مثلاً لیث ابن عیینہ وغیرہ۔

انفق۔ ای الحدیث المذکور۔ الغایة القصوی۔ انتہائی بلند مرتبہ۔

چونکہ صحبت اور مرتبہ علیا کا جامع ہوتا ہے۔ کالعدم۔ موضوع بالکل معدوم کے حکم میں ہے۔ یعنی قلت عدد اگر موضوع میں آئے تو کیا اسے بھی علو کہا جائے گا ہرگز نہیں موضوع حدیث کہاں ہے کہ اس کا اعتبار ہو۔ خیال رہے کہ اسناد حدیث اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ اس امت کو خدائے پاک احادیث مرویہ میں سند اور اس کے متعلقات علوم کا الہام کیا۔ اور اس میں علو سند مطلوب و محمود ہے۔ چونکہ اس سے شک احتمال کم از کم اور صدق و یقین کا رخ غالب ہوتا ہے۔

امام احمد کا قول ہے طلب الاسناد العالی سنته عن سلف. علو اسناد کا حصول اسلاف کی سنت ہے۔ حاکم نیشاپوری نے کہا۔ طلب الاسناد العالي صحيحه.

بلند پایہ محدثین نے اسناد عالی کے حصول میں محنت شاقہ برداشت کی ہے۔ اور اس کا شدید اہتمام کیا ہے۔

وَالثَّانِي اَلْعِلْمُ النِّسبِي وَ هُوَ مَا يَقِلُّ الْعَدَدُ فِيْهِ اِلٰى ذٰلِكَ الْاِمَامِ وَ لَوْ كَانَ الْعَدَدُ مِنْ ذٰلِكَ الْاِمَامِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ كَثِيْرًا وَ قَدْ عَظُمَتْ رَغْبَةُ الْمُتَاخِرِيْنَ فِيْهِ حَتّٰى غَلَبَ ذٰلِكَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْهُمْ بِحَيْثُ اَهْمَلُوا الْاِشْتِغَالَ بِمَا هُوَ اَهَمُّ مِنْهُ وَ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ الْعِلْمُ مَرْغُوْبًا فِيْهِ لِكَوْنِهٖ اَقْرَبَ اِلَى الصِّحَّةِ وَ قِلَّةِ الْخَطَاءِ لِاَنَّهُ مَا مِنْ رَاوٍ مِنْ رِجَالِ الْاِسْنَادِ اِلاَّ وَ الْخَطَأُ جَائِزٌ عَلَيْهِ فَكُلَّمَا كَثُرَتِ الْوَسَائِطُ وَ طَالَ السَّنَدُ كَثُرَتْ مَظَانُّ التَّجْوِيْزِ وَ كُلَّمَا قَلَّتْ قَلَّتْ .

ترجمہ:- اور دوسرا علو نسبی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں تعداد کم ہو کسی امام فن حدیث تک اگرچہ اس امام فن سے اس کی تعداد (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم) تک زاید ہی کیوں نہ ہو۔ اور متاخرین کی رغبت اس میں (علو اسناد کے حصول میں) بہت زاید ہو گئی یہاں تک کہ بہت سے تو دوسری اہم مشغولیتوں کو چھوڑ کر اس میں لگ گئے۔ اس وجہ سے کہ اسناد علو مرغوب ہے۔ چونکہ یہ اقرب الی الصحۃ ہے۔ اور خطاء قلیل (کا احتمال ہے) اس لئے کہ اسناد کے رجال میں سے کوئی ایسا راوی نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں غلطی کا احتمال ہے۔ پس جس قدر وسائط کم ہونگے اور سند میں طول ہوگا تو احتمال خطا کا غالب ہوگا اور جتنے وسائط کم ہونگے اسی قدر احتمال کم ہوگا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف علو نسبی کی تعریف کر رہے ہیں۔ اکے بعد علو اسناد کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

قولہ ۔ نسبی۔ چونکہ یہ علو یعنی نسبت کے اعتبار سے ہے اس لئے اسے نسبی کہا جاتا ہے۔

الامام۔ مراد اس سے ائمہ فن حدیث محدث وقت ہے۔ منتہاہ۔ جہاں سند جاکر ختم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرغوباً۔ خواہ مطلق علو ہو یا علو نسبی۔ فظان التجویز۔ یعنی تجویز خطا کا گمان ظاہر ہے کہ جب افراد زائد ہوں گے تو احتمال خطاء بھی اسی قدر زائد ہوگا۔

وکُلَّمَا قلّت۔ ای الوسائط ۔وسائط کی کمی سے احتمال کم ہوگا۔ جیسے بخاری کی ثلاثیات

موطا کی ثنائیات۔

فَاِنْ كَانَ فِی النُّزُوْلِ مَزِیَّةٌ لَیْسَتْ فِی الْعُلُوِّ كَانْ یَّكُوْنَ رِجَالُهٗ اَوْثَقَ مِنْهُ اَوْ اَحْفَظَ اَوْاَفْقَهَ اَوِ الْاِتِّصَالُ فِیْهِ اَظْهَرُ فَلاَ تَرَدُّدَ فِی اَنَّ النُّزُوْلَ اَوْلٰی وَ اَمَّا مَنْ رَّجَّحَ النُّزُوْلَ مُطْلَقًا وَاحْتَجَّ بِاَنَّ كَثْرَةَ الْبَحْثِ یَقْتَضِی الْمَشَقَّةَ فَیَعْظُمُ الْاَجْرُ فَذٰلِكَ تَرْجِیْحٌ بِاَمْرٍ اَجْنَبِیٍّ عَمَّا یَتَعَلَّقُ بِالتَّصْحِیْحِ وَالتَّضْعِیْفِ.

ترجمہ:-اگر نزول میں کوئی خوبی ایسی ہو جو علو میں نہ ہو کہ کبھی اس کے رجال اوثق، احفظ یا افقہ یا اسمیں اتصال نمایاں ہوتا ہے۔ تو بلا شک نزول اولی ہو گا اور بہر حال جسنے نزول کو مطلقاً ترجیح دی ہے اور استدلال پیش کیا کہ کثرت بحث تقاضہ کرے گی شغف کا تو اس سے ثواب زیادہ ہو گا تو یہ ایک ایسے امر اجنبی کو ترجیح دینا ہے جو تصحیح و تضعیف سے متعلق ہے۔

تشریح:-اس مقام سے بیان کر رہے ہیں کہ کبھی عالی پر نازل فائق ہو جاتا ہے اس کی سند میں راوی کی بعض امتیازی خوبیوں کی وجہ سے۔ پھر ان حضرات پر تردید ہے جو مطلقاً نازل کو مشقت کی وجہ سے فائق مانتے ہیں۔

حل: مزیة۔ کوئی وصف زائد۔ خصوصیت یا باعث ترجیح امور۔

فلا تردد۔ رجال کے اوثق وغیرہ ہونے کی وجہ سے بلا شبہ نازل عالی پر فائق ہو جائیگا۔

مطلقاً۔ یعنی رجال اوثق وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ زیادتی مشقت کی وجہ سے فوقیت حاصل ہو گی۔ چنانچہ ابن خلاد نے بعض اہل نظر سے نزول کی یہ ترجیح نقل کی ہے کہ اس میں چھان بین تفتیش زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ ابن صلاح نے اس تاویل پر رد کیا ہے۔

فذلک۔ مطلقاً نازل کے فائق ہونے کی تردید ہے کہ کثرت مشقت مطلوب تھوڑے ہی ہے۔ رجال زائد ہوں گے خطا کا احتمال زاید ہو گا۔ قلت احتمال خطا مفید صحت ہے۔ اس لئے مشقت کی وجہ سے "ترجیح دینا درست نہیں"

وَ فِیْهِ اَیْ فِی الْعُلُوِّ النِّسْبِی اَلْمُوَافَقَةُ وَ هِیَ الْوُصُوْلُ اِلٰی شَیْخِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِیْنَ مِنْ غَیْرِ طَرِیْقِهٖ اَیْ الطَّرِیْقَةِ الَّتِیْ تَصِلُ اِلٰی ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَیَّنِ مِثَالُهٗ رَوَی الْبُخَارِی عَنْ قُتَیْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِیْثًا فَلَوْ رَوَیْنَاهُ مِنْ طَرِیْقِهٖ كَانَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قُتَیْبَةَ ثَمَانِیَةٌ وَ لَوْ رَوَیْنَا ذٰلِكَ الْحَدِیْثَ بِعَیْنِهٖ مِنْ طَرِیْقِ اَبِی الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَیْبَةَ

مَثلاً لَکَانَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قُتَیْبَۃَ فِیْہِ سبعۃٌ فَقَدْ حَصَلَتِ الْمُوَافَقَۃُ مَعَ الْبُخَارِی فِی شَیْخِہٖ بِعَیْنِہٖ مَعْ عُلُوِّ الْاِسْنَادِ عَلٰی الْاِسْنَادِ اِلَیْہِ.

ترجمہ:۔اس میں یعنی علو نسبی میں موافقت ہے۔وہ مولفین میں سے کسی شیخ کی طرف اس طریق کے علاوہ سے پہونچنا ہے جس سے وہ مولف معین تک پہونچا ہے اس کی مثال وہ ہے جس کو بخاری نے قتیبہ عن مالک ایک حدیث نقل کی ہے۔ پس ہم اس روایت کو اس طریق سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ وسائط ہونگے پس ہم اس حدیث کو بعینہ ابوالعباس سراج کے طریق سے قتیبہ تک نقل کریں تو ہمارا اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہو جائیں گے۔ پس ہمیں بخاری کے ساتھ موافقت حاصل ہو گئی۔ بعینہ اسی شیخ کے ساتھ علواسناد کے طور پر۔

تشریح:۔اس مقام سے علونسبی کے اقسام۔اسکی تعریف اور تفصیل بیان کر رہے ہیں۔اسکی چار قسمیں ہیں: موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔مولف نے اولاً موافقت کو بیان کیا ہے۔

مذکورہ عبارت اسی کے متعلق ہے۔ موافقت کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ مولفین حدیث میں سے کسی شیخ کی طرف اس کی سند کے علاوہ کسی دوسری سند سے کم واسطہ میں پہونچ جانا کہ مصنف درمیان میں نہ آئے۔

احد المصنفین۔ یعنی مولفین کتب حدیث میں سے۔

من غیر طریقہ۔ مؤلف کے سلسلہ سند کے علاوہ دوسرے طریق سے۔

من طریق ابن ابی عباس۔ یعنی اس سند سے جس میں ابوالعباس ہو۔

مطلب۔ بخاری نے اپنے استاذ قتیبہ کے واسطہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اس میں آٹھ واسطے ہیں۔ اگر بخاری کے دوسرے استاذ ابوالعباس کے واسطے سے قتیبہ سے نقل کیا جائے تو سات واسطے ہونگے اور بخاری کا واسطہ نہ ہوگا۔ یہ موافقت کی مثال ہے۔

وَ فِیْہِ اَیْ الْعُلُوُّ النِّسبِیُّ اَلْبَدَلُ وَ ھُوَ الْوُصُوْلُ اِلٰی شَیْخِ شَیْخِہٖ کَذٰلِكَ کَانْ یَّقَعَ لَنَا ذٰلِكَ الْاِسْنَادُ بِعَیْنِہٖ مِنْ طَرِیْقٍ اُخْرَیٰ اِلَی الْقَعْنَبِی عَنْ مَالِكٍ فَیَکُوْنُ الْقَعْنَبِی بَدَلاً فِیْہِ مِنْ قُتَیْبَۃَ.وَ اَکْثَرُ مَا یَعْتَبِرُوْنَ الْمُوَافَقَۃَ وَالْبَدَلَ اِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَ اِلْأَقْسَامُ الْمُوَافَقَۃِ وَالْبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُوْنِہٖ.

ترجمہ:- اور اسی علو نسبی میں بدل ہے وہ شیخ کے شیخ کی طرف اس طرح پہونچا ہے کہ بعینہٖ واسناد دوسرے طریق سے قعنبی عن مالک روایت ہو جائے۔ پس قعنبی اس میں قتیبہ کا بدل ہو جائے۔ اور بسا اوقات موافقت اور بدل میں اعتبار کرتے ہیں جب کہ دونوں علو میں شریک ہوں۔ ورنہ تو موافقت اور بدل اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف بدل کی تعریف مع مثال بیان کررہے ہیں۔ مؤلف نے تعریف اور مثال دونوں کو ایک میں ضم کردیا ہے۔ بدل کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی مصنف کتاب یا اس کے شیخ کے سلسلہ کی سند کے علاوہ دوسری سند سے اس مؤلف کے شیخ الشیخ تک پہونچ جائے۔ اور اس سند کی تعداد بھی کم ہو۔

مثلاً امام بخاری اپنے شیخ قتیبہ عن مالک ایک روایت درج کرتے ہیں۔ ادھر ہم کسی ایسی سند سے بلا توسط بخاری کے اور قتیبہ کے جو امام بخاری کے شیخ ہیں امام مالک تک پہونچ جائیں۔ مثلاً قعنبی کے واسطے امام مالک تک جو بخاری کے شیخ الشیخ ہیں تو اسی کا نام اصطلاح اصول میں بدل ہے۔

الوصول الی شیخ شیخہ۔ یعنی مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ کی طرف پہونچ جانا۔

کذلک۔ علو اسناد کے ساتھ۔

القعنبی: قاف اور نون کے فتحہ کے ساتھ تو امام بخاری کے استاذ نہیں ہیں اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔ بدلا فیہ۔ مثلاً قتیبہ کے بدلے۔

و اکثر ما یعتبرون۔ اکثر تو موافقت یا بدل علو کے ساتھ ہوتا ہے۔ کبھی بغیر علو کے بھی ہو جاتا ہے۔ بدونہ۔ یعنی بغیر علو اسناد کے۔

وَ فِيْهِ اَیْ فِی الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ الْمُسَاوَاةُ وَ هِیَ اِسْتِوَاءُ عَدَدِ الْاِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِیْ اِلٰی آخِرِہٖ اَیْ اِسْنَادِ الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ مَعَ اِسْنَادِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِیْنَ كَاَنْ یَرْوِیَ النَّسَائِیُّ مَثَلاً حَدِیْثًا یَقَعُ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فِیْهِ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَیَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِیْثُ بِعَیْنِهٖ بِاِسْنَادٍ آخَرَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یَقَعُ بَیْنَنَا فِیْهِ وَ بَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَنُسَاوِی النَّسَائِیَّ مِنْ حَیْثُ الْعَدَدِ مَعَ قَطْعِ

النَّظْرِ عَنْ مُلَاحَظَةِ ذٰلِكَ الْإِسْنَادِ الْخَاصِ.

ترجمہ:- اور علو نسبی میں مساوات ہے۔ وہ راوی سے آخر تک سندوں کی تعداد میں برابر ہونا ہے۔ یعنی علو نسبی کے مصنفین میں سے کسی ایک کی سند کے ساتھ جیسے نسائی روایت کرتے ہیں کسی حدیث کو کہ اس کے اور نسائی کے درمیان گیارہ واسطے ہیں پس بعینہ یہی حدیث ہمارے لئے دوسری سند سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جائے اور ہمارے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی ۱۱ رہی واسطے ہوں۔ تو ہم مساوی ہو گئے نسائی کی عدد کے اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی سند خاص کے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف علو نسبی کی قسم مساوات کی تعریف ومثال بیان کر رہے ہیں۔

مساوات: پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے سند کے روایت کے برابر ہونا۔ جیسے کہ نسائی نے ایک حدیث گیارہ واسطوں سے نقل کی ہے۔ پھر اسی کو کوئی دوسری سند سے گیارہ واسطوں سے نقل کرے تو یہ نسائی کی مساوات ہوگی۔

الی آخرہ۔ ای آخر الاسناد۔

نفساً۔ ای راویاً۔ الخاص۔ یعنی اس مخصوص سند سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

وَ فِيْهِ اَیْ اَلْعُلُوُّ النِّسبِیُّ اَیْضًا اَلْمُصَافَحَةُ وَ هِیَ الْإِسْتِوَاءُ مَعْ تِلْمِيْذِ ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوْحِ اَوَّلاً وَسُمِّيَتِ الْمُصَافَحَةُ لِاَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ فِي الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلَاقَيَا وَ نَحْنُ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ كَاَنَّا لَقِيْنَا النَّسَائِي فَكَاَنَّا صَافَحْنَاهُ وَيُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِاَقْسَامِهِ الْمَذْكُوْرَةِ اَلنُّزُوْلَ فَيَكُوْنُ كُلُّ قِسْمٍ مِنْ اَقْسَامِ الْعُلُوِّ يُقَابِلُهُ قِسْمٌ مِنْ اَقْسَامِ النُّزُوْلِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْعُلُوَّ قَدْ يَقَعُ غَيْرَ تَابِعٍ لِلنُّزُوْلِ.

ترجمہ:- اور اسی میں یعنی علو نسبی میں نیز مصافحہ ہے اور وہ برابر ہونا ہے اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ مشروح طور پر اولاً۔ اس کا نام مصافحہ رکھا گیا چونکہ اکثر یہ عادت جاری ہے کہ دو شخصوں کے درمیان جو ملاقات ہوئی اس میں یہ (مصافحہ) ہوتا ہے۔ اور جس صورت میں ہم ہیں تو گویا ہماری ملاقات نسائی سے ہوئی تو ایسا ہے جیسا ہم نے مصافحہ کیا۔ اور علو کا مقابل اپنے مذکورہ اقسام کے ساتھ نزول ہے۔ پس جتنے علو کے اقسام ہونگے اس

کے مقابل نزول کے اقسام ہونگے۔ اس کے برخلاف بعضوں نے گمان کیا کہ علو کبھی نزول کے تابع نہیں ہوتا۔

تشریح: -اس مقام سے مولف علو کی قسم مصافحہ کو بیان کر رہے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مصنف کا شاگرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط سند کی تعداد میں برابر ہو جائے۔ یعنی راوی کے اسناد مصنف کی شاگرد کے برابر ہو جائے۔ مختصر تعریف۔ پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہونا۔ چونکہ عموماً ملاقات میں مصافحہ کی عادت ہوتی ہے تو گویا کہ اس نے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔

علامہ سخاوی نے کہا کہ اس زمانہ میں "مصافحہ" کی قسم مفقود ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ مصافحہ کی مذکورہ تعریف جو ابن حجر نے کی ہے علو نسبی میں داخل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ استاذ شاگرد کی سند برابر ہو رہی ہے تو علو میں کیسے داخل ہوگا۔ اس کے بعد مولف نے بیان کیا ہے کہ علو کے اقسام کی طرح نزول کے بھی اقسام ہیں۔

جرت العادۃ فی الغالب۔ یعنی لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ملاقات میں مصافحہ کرتے ہیں۔

کانا لقینا۔ سند کے برابر ہونے سے گویا کہ ملاقات کی۔ اور ہماری ملاقات ہوگئی۔

و یقابل۔ یعنی نزول مثل علو کے ہے۔ جس طرح علو مطلق ہے اسی طرح نزول مطلق۔ اسی طرح علو کے اقسام کی طرح نزول کے باقی اقسام ہونگے۔ ابن صلاح نے کہا جو علو کے اقسام ہونگے اسی کے مقابل نزول کے بھی اقسام ہونگے۔

خلافاً۔ اس ملاقات کا گمان کرنے والے حاکم نیشاپوری ہیں۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد زین الدین عراقی ہیں۔ اصل میں حاکم نے گمان کیا ہے کہ جو علو کو پہچان لے گا وہ نزول کو پہچان لے گا انہیں پر لطیف رد ہے۔

علی وجه الشروح۔ شروح بمعنی مذکور ہے۔ مصافحہ کی تعریف میں عموماً اصحاب حدیث نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

فَاِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِیْ وَ مَنْ رَوٰی عَنْهُ فِیْ اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ مِثْلُ السِّنِّ وَاللُّقِیِّ وَ هُوَ الْاَخْذُ عَنِ الْمَشَائِخِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِیْ يُقَالُ لَهٗ رِوَايَةُ الْاَقْرَانِ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ رَاوِياً عَنْ قَرِيْنِهٖ وَ اِنْ رَوٰی كُلٌّ مِنْهُمَا اَیْ الْقَرِيْنَيْنِ عَنِ الْآخَرِ فَهُوَ الْمُدَبَّجُ وَ هُوَ

اَخصُ مِنَ الْاَوَّلِ فَكُلُّ مُدَبَّجٍ اَقْرَانٌ وَ لَيْسَ كُلُّ اَقْرَانٍ مُدَبَّجًا وَ قَدْ صَنَّفَ الدَّارُ قُطْنِي فِي ذٰلِكَ وَ صَنَّفَ اَبُو الشَّيْخِ الْاَصْبَهَانِيُّ فِي الَّذِيْ قَبْلَهُ وَ اِذَا رَوَى الشَّيْخُ عَنْ تِلْمِيْذِهٖ صَدَقَ اَنَّ كُلاًّ مِنْهُمَا يَرْوِيْ عَنِ الْآخَرِ فَهَلْ يُسَمّٰى مُدَبَّجًا فِيْهِ بَحْثٌ وَالظَّاهِرُ لاَ لِاَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ وَالْمُدَبَّجُ مَاخُوْذٌ مِنْ دِيْبَاجَتِي الْوَجْهِ فَيَقْتَضِي اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ مُسْتَوِيًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلاَ يَجِيُّ فِيْهِ هٰذَا.

ترجمہ:۔اگر راوی اور مروی عنہ روایت کے متعلقہ امور میں سے کسی امر میں شریک ہوں جیسے عمر اور ملاقات میں وہ شیخ سے روایت کا اخذ کرتا ہے تو اس قسم کی روایت کو الاقران کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اس وقت اپنے قرین سے روایت کرنے والا ہوا۔اگر ہر ایک قرین دوسرے سے روایت کرے تو وہ مدبج ہے۔اور یہ اول سے خاص ہے۔کہ ہر مدبج اقران ہے اور ہر اقران مدبج نہیں ہے اس پر دار قطنی کی تصنیف ہے۔اور ابوالشیخ الاصفہانی کی بھی اس سے پہلے تصنیف ہے۔اور جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو یہ بات صادق آئی کہ ہر ایک نے دوسرے سے روایت کی تو کیا اس کا نام بھی مدبج رکھا جائے گا؟اس میں بحث ہے، ظاہر تو یہی ہے کہ نہیں۔بلکہ **روایۃ الاکابر عن الاصاغر** ہے۔اور تدبیج ماخوذ ہے **دیباجتی الوجه** سے پس یہ تقاضہ کرتا ہے کہ ہر ایک دونوں جانب سے برابر ہو۔تو یہ اس میں (الاقران میں) نہیں آئے گا۔

تشریح:۔اس مقام سے مؤلف راوی۔مروی اور روایت کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں بیان کررہے ہیں۔اس اعتبار سے اسکی چھ قسمیں ہیں۔روایۃ الاقران، مدبج، روایۃ الاکابر عن الاصاغر، روایۃ الاصاغر عن الاکابر، سابق لاحق، مسلسلات۔عبارت مذکورہ سے مولف روایۃ الاقران اور مدبج کو بیان کررہے ہیں۔

روایۃ الاقران۔شاگرد استاذ کے ساتھ روایت کے متعلقہ امور سن عمر۔اور ملاقات میں شریک ہو جائے۔

مدبج۔ہر ایک قرین دوسرے سے روایت کرے۔خیال رہے کہ اقران میں ایک جانب سے روایت کافی ہے اور مدبج میں دونوں جانب سے۔

تشارك۔اقران کی تعریف ہے۔راوی شیخ کے ساتھ شریک ہو جائے۔

فھو۔ یعنی تشارک مذکور کو۔ فی ذلک۔ یعنی مدبج پر دار قطنی کی کتاب ہے۔
دیباجتی الوجه. چہرے کے دونوں رخسار۔ چونکہ دونوں آمنے سامنے ہو جاتے ہیں اسلئے مدبج کہاجاتا ہے۔ اذا روی۔ ایک اعتراض کا دفعیہ ہے کہ استاذ شاگرد سے روایت کرے تو مدبج ہوگا کہ نہیں جواب دیا کہ نہیں چونکہ دونوں قرین وہمسر نہیں بلکہ آگے پیچھے ہیں۔
ھذا۔ یعنی استاذ کی شاگرد سے۔ یہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں ہے۔

وَ اِنْ رَوَی الرَّاوِیْ عَمَّنْ هُوَ دُوْنَهٗ فِی السِّنِّ اَوْ فِی اللَّقْیِ اَوْ فِی الْمِقْدَارِ فَهٰذَا النَّوْعُ وَ هُوَ رِوَایَةُ الْاَکَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ وَ مِنْهُ اَیْ مِنْ جُمْلَةِ هٰذَا النَّوْعِ وَ هُوَ اَخَصُّ مِنْ مُطْلَقِهٖ رِوَایَةُ الْاٰبَاءِ عَنِ الْاَبْنَاءِ وَالصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِیْنَ وَالشَّیْخِ عَنْ تِلْمِیْذِهٖ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ فِیْ عَکْسِهٖ کَثْرَةٌ لِاَنَّهٗ هُوَ الْجَادَّةُ الْمَسْلُوْکَةُ الْغَالِبَةُ وَ فَائِدَتُهٗ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ التَّمْیِیْزِ بَیْنَ مَرَاتِبِهِمْ وَ تَنْزِیْلُ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ وَ قَدْ صَنَّفَ الْخَطِیْبُ فِیْ رِوَایَةِ الْاٰبَاءِ عَنِ الْاَبْنَاءِ تَصْنِیْفًا وَ اَفْرَدَ جُزْءً لَطِیْفًا فِیْ رِوَایَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِیْنَ.

ترجمہ:۔ اگر راوی اپنے سے کم عمر۔ کم ملاقات و مرتبہ والے سے روایت کرے تو وہ روایت اکابر عن الاصاغر ہے۔ اور اسی سے یعنی فی الجملہ اسی نوع سے کہ اس سے اخص مطلق ہے روایۃ الآباء عن الابناء ہے۔ اور صحابہ کا تابعین سے ہے اور استاذ کا شاگرد سے ہے۔ اور اس کا عکس بکثرت رائج ہے۔ چونکہ یہی بہترین رائج طریقہ ہے۔ اور اس کا فائدہ مراتب کے درمیان تمیز کرنا ہے۔ اور لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارنا ہے۔ اور خطیب نے روایۃ الآباء عن الابناء پر مستقل تالیف کی ہے۔ اور منفرد طور پر صحابہ عن التابعین کی روایت درج کی ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی تعریف کررہے ہیں۔ یہ وہ روایت ہے جس میں بڑا کسی چھوٹے سے روایت کرے خواہ وہ سن میں بڑا ہو یا علم وضبط اور ملاقات شیوخ میں۔ اس نوع کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) راوی مروی عنہ سے عمر میں بڑا اور زمانہ میں پہلے ہو (۲) مرتبہ علم وضبط میں بڑا ہو۔ (۳) عمر وضبط دونوں میں بڑا ہو۔ اسی طرح صحابہ کی تابعین سے اور باپ کی بیٹے سے روایت بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

حل: و فی عکسه. مراد اس سے روایۃ الاصاغر عن الاکابر۔ الجادۃ۔ دال کی تشدید کے

ساتھ سیدھا راستہ۔ صحاح جوہری میں ہے معظم الطریق اور بڑا وسیع راستہ۔ المسلوکۃ۔ جاری۔ ذلک۔ اشارہ روایۃ الاکابر ہے۔ لوگوں کے مراتب کی شناخت اور ان کے مدارج کی رعایت کرنا ہے۔

وَ مِنْهُ مَنْ رَوَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ وَ جَمَعَ الْحَافِظُ صَلَاحُ الدِّيْنِ الْعَلَائِيُّ مِنَ الْمُتَاخِّرِيْنَ مُجَلَّدًا كَبِيْرًا فِي مَعْرِفَةِ مَنْ رَوَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَقَسَّمَهُ اَقْسَامًا فَمِنْهُ مَا يَعُوْدُ الضَّمِيْرُ فِي قَوْلِهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَى الرَّاوِيْ وَ مِنْهُ مَا يَعُوْدُ الضَّمِيْرُ فِيْهِ عَلٰى اَبِيْهِ وَ بَيَّنَ ذٰلِكَ وَ حَقَّقَهُ وَ خَرَّجَ فِي كُلِّ تَرْجَمَةٍ حَدِيْثًا مِنْ مَرْوِيِّهِ وَ قَدْ لَخَّصْتُ كِتَابَهُ الْمَذْكُوْرَ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ تَرَاجِمَ كَثِيْرَةً جِداً وَ اَكْثَرُ مَا وَقَعَ فِيْهِ مَا تَسَلْسَلَتْ فِيْهِ الرِّوَايَةُ عَنِ الْآبَاءِ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَباً۔

ترجمہ:- اور اسی قسم میں وہ ہے جس میں اس نے اپنے والد سے اور اس نے دادا سے روایت کی۔ اور متاخرین علماء میں حافظ صلاح الدین علائی نے ایک ضخیم جلد روایۃ عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے۔ اور اس کی قسموں کو بیان کیا ہے۔ اور اسی میں یہ (بحث بھی ہے) کہ جدہ کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ ابیہ کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے۔ اسے ذکر بھی کیا ہے اور اس کی تحقیق بھی کی ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ پر اپنی مرویات کی ایک حدیث پیش کی ہے۔ میں نے اس کتاب مذکور کی تلخیص کی ہے اور اس میں بہت سے تراجم کا اضافہ کیا ہے۔ اور سب سے زاید مقدار جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ چودہ تک باپ دادا کا سلسلہ ہے۔ یعنی چودہ پشت تک۔

تشریح:- اس مقام سے مولف روایت عن ابیہ عن جدہ کی تفصیل کر رہے ہیں۔ یہ روایۃ الاصاغر عن الاکابر میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی مثالوں میں جو عن جدہ اس کی ضمیر کبھی راوی کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ اس میں جدہ کی ضمیر بہز کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی بہز کے دادا بہز کے والد حکیم اور حکیم کے والد معاویہ جو صحابی ہیں۔ اور بعض مثال میں ضمیر راوی کے باپ کی طرف لوٹتی ہے جیسے عمر

بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ یہاں جد سے مراد شعیب کے دادا ہیں۔ یہ ایک قول ہے۔

خیال رہے کہ عمر بن شعیب کی روایت کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ کہ جدہ کا مرجع کون ہے جس کی وجہ سے حدیث کے مرسل اور متصل ہونے میں اختلاف واقع ہو گیا۔

عمرو بن شعیب کا بسلسلۂ نسب یہ ہے۔ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن العاص۔ عمرو بن عاص مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ عمر ان کا نام ابو محمد عمر ہے۔ ان کے والد شعیب ہیں۔ جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ شعیب ہی کے دادا حضرت عبداللہ بن العاص بھی صحابی ہیں۔ یعنی عمر کے والد شعیب کے دادا۔ دار قطنی کی روایت کے مطابق عمر بن شعیب تابعی بھی نہیں ہے۔ تو اپنے دادا عبداللہ جو صحابی ہیں کس طرح روایت کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے عمر کی روایت دادا عبداللہ سے ہے یا نہیں محدثین میں اختلاف واقع ہے۔ ابن حبان اور دار قطنی نے دادا سے سماع کا انکار کیا ہے۔ انکے نزدیک یہ روایت مرسل ہو گی۔ انھوں نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عمر گو ثقہ ہیں مگر انکی روایت مرسل ہے۔

ابن علان مکی نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ اور سماع کو ثابت مانتے ہوئے کہا کہ ان کے والد محمد کی وفات ہو جانے کی وجہ سے دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ الفتوحات الربانیہ، ج: ۳، ص: ۱۸۴۔ ملا علی قاری نے بھی شرح میں سماع کو تسلیم کیا ہے اور کہا کہ محمد کی وفات ہو جانے سے دادا نے پرورش کی کذافی المیز ان الذہبی۔ شرح قاری، ص: ۲۰۲

ابن صلاح نے بھی جد سے مراد عبداللہ بن عمر لیا ہے۔ جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور اسکی روایت حسن کے درجہ میں ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ امام احمد اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کیا ہے۔ مگر امام نے خود جامع میں اس کی روایت نہیں لی ہے۔

وَ اِنِ اشْتَرَكَ اِثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَ تَقَدَّمَ مَوْتُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ وَاَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَابَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ فِيْهِ فِيْ الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَ خَمْسُوْنَ سَنَةً وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ اَبُوْ عَلِيِّ الْبَرْدَانِي اَحَدُ مَشَائِخِهِ حَدِيْثًا وَ رَوَاهُ عَنْهُ وَ مَاتَ عَلٰى رَأْسِ خَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ كَانَ آخِرَ اَصْحَابِ السِّلَفِي بِالسَّمَاعِ سِبْطُهُ اَبُوْ الْقَاسِمِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَكِّيٍ وَ كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ

خَمْسِيْنَ وَ سِتِّمِائَةٍ وَ مِنْ قَدِيْمِ ذٰلِكَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ حَدَّثَ عَنْ تِلْمِيْذِهِ اَبِى الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ اَشْيَاءَ فِى التَّارِيْخِ وَ غَيْرِهٖ وَ مَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَّ خَمْسِيْنَ وَ مِائَتَيْنِ وَ آخِرُ مَنْ حَدَّثَ عَنِ السَّرَّاجِ بِالسَّمَاعِ اَبُوْ الْحُسَيْنِ الْخَفَّافُ وَ مَاتَ سَنَةَ ثَلٰثٍ وَ تِسْعِيْنَ وَ ثَلٰثِمِائَةٍ وَ غَالِبُ مَا يَقَعُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْمَسْمُوْعَ مِنْهُ قَدْيَتَاَخَّرُ بَعْدَ مَوْتِ اَحَدِ الرَّاوِيَيْنِ عَنْهُ زَمَانًا حَتّٰى يَسْمَعَ مِنْهُ بَعْضُ الْاَحْدَاثِ وَ يَعِيْشُ بَعْدَ السَّمَاعِ مِنْهُ دَهْراً طَوِيْلاً فَيَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِكَ نَحْوُ هٰذِهِ الْمُدَّةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

ترجمہ:- اگر دوراوی کسی ایک شیخ سے روایت میں شریک ہو جائیں اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہو جائے تو یہ سابق لاحق ہے۔ دوراویوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ جس مدت سے ہم واقف ہوئے ہیں وفات کے بارے میں وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔ اور یہ اس طرح کہ حافظ سلفی نے ابو علی البردانی سے حدیث روایت کی ہے جو ان کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور ان کی وفات پانچویں صدی کے آغاز میں ہوئی ہے پھر سلفی کے آخری شاگرد روایت کرنے والے ان کے پوتے ابوالقاسم عبدالرحمٰن ابن مکی ہیں جن کی وفات چھ سو پچاس میں ہوئی ہے۔ اور اس سے قدیم وہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد ابوالعباس سراج سے تاریخ وغیرہ میں کچھ روایت کی اور ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہے اور سراج سے آخری سماع کرنے والے ابوالحسین خفاف ہیں جن کی وفات ۳۹۳ھ میں ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ سنی ہوئی روایت ایک زمانہ تک متاخر ہو جاتی ہے دو راویوں میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد۔ یہاں تک کہ اس سے بعض نئی عمر والے روایت کرتے ہیں اور سماع کے بعد ایک طویل زمانہ تک زندہ رہتے ہیں پس ان دونوں کے جمع کرنے سے یہ مدت ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف سابق ولاحق کی تعریف اور اسکی مثال پیش کر رہے ہیں۔

دوراوی ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں پھر ان میں سے ایک کا پہلے وصال ہو جائے اور دوسرے کا بعد میں تو اول کو سابق دوسرے کو لاحق کہا جاتا ہے۔ سابق ولاحق کے درمیان زیادہ سے زیادہ مدت جو حافظ کو معلوم ہوئی ہے وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔

مثال۔ محمد بن اسحٰق سراج امام بخاری اور خفاف دونوں کے شیخ ہیں۔ امام بخاری کی

وفات ۲۵۶ھ اور خفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی دونوں کے درمیان ۱۳۷ر سال کا فاصلہ ہے۔

حل: عن شيخ۔ کسی ایک سے روایت میں۔

اكثر ما۔ یعنی زیادہ سے زیادہ دونوں کے وفات کی مدت۔

السلفي۔ سلفہ جو اس کے جد میں سے ہیں اس کی طرف نسبت ہے۔

سمع منه۔ اس کے شاگرد۔ مات. البرداني. سلفی کے مشائخ ہیں۔ عنه۔ ای السلفی۔

خفاف۔ موزہ بنانے والا۔ الاحداث۔ حدث کی جمع۔ نئی عمر والے۔

هذه المدة۔ یعنی قریب ڈیڑھ سو سال۔ یعنی ایک کا انتقال۔ ایک کا زندہ رہنا یہ سبب بن جاتا ہے اس قسم کی مدت کے فصل اور فرق کا۔

وَ اِنْ رَوَى الرَّاوِیْ عَنْ اِثْنَيْنِ مُتَّفِقِي الْاِسْمِ اَوْ مَعْ اِسْمِ الْاَبِ اَوْ مَعْ اِسْمِ الْجَدِّ اَوْ مَعَ النِّسْبَةِ وَ لَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كُلًّا مِنْهُمَا فَاِنْ كَانَا ثِقَتَيْنِ لَمْ يَضُرَّ وَ مِنْ ذٰلِكَ مَا وَقَعَ فِي الْبُخَارِیْ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ اَحْمَدَ غَيْرِ مَنْسُوْبٍ عَنْ اِبْنِ وَهَبٍ فَاِنَّهٗ اِمَّا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ اَوْ اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى اَوْ عَنْ مُحَمَّدٍ غَيْرِ مَنْسُوْبٍ عَنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاِنَّهٗ اِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى الذُّهْلِي وَ قَدِ اسْتَوْعَبْتُ ذٰلِكَ فِي مُقَدَّمَةِ شَرْحِ الْبُخَارِیْ وَ مَنْ اَرَادَ لِذٰلِكَ ضَابِطًا كُلِّيًّا يَمْتَازُ بِهٖ اَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ فَبِاخْتِصَاصِهٖ اَیْ الرَّاوِیْ بِاَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ وَ مَتٰى لَمْ يَتَبَيَّنْ ذٰلِكَ اَوْ كَانَ مُخْتَصًّا بِهِمَا مَعًا فَاِشْكَالُهٗ شَدِيْدٌ فَيُرْجَعُ فِيْهِ اِلَى الْقَرَائِنِ وَالظَّنِّ الْغَالِبِ.

ترجمہ: -اگر کوئی راوی دو اساتذہ سے روایت کرے جو متحد الاسم ہوں یا ان کے والد کا نام ایک ہو۔ یا دادا کا نام ایک ہو یا نسبت ایک ہو اور نہ ممتاز کر سکے کہ ان میں سے یہ کس کے ساتھ خاص ہے (یعنی کس کی روایت ہے) اگر وہ دونوں کے دونوں ثقہ ہیں **تو کوئی حرج نہیں**۔ اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جو عن احمد عن ابن وہبہ ہے اور یہ **(احمد) کسی** کی طرف منسوب نہیں۔ پس اس سے یا تو احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ **مراد ہو سکتے ہیں۔ یا** وہ جو عن محمد ہے وہ بھی اہل عراق کی طرف منسوب نہیں یا تو محمد سے **مراد محمد بن سلام یا محمد بن یحییٰ ذہلی مراد ہے** اس پر میں نے مفصل کلام بخاری کے مقدمہ **میں کیا ہے۔ جو اس**

سلسلہ میں کسی ضابطہ کلی کا جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے اختصاص پر نظر رکھے۔ ان میں سے کسی ایک سے مہمل واضح ہو جائے گا اور جب نہ واضح ہو یا یہ کہ راوی کا دونوں کے ساتھ خصوصی تعلق ہو تو اس میں شدید اشکال ہے ایسی حالت میں قرائن اور ظن غالب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

تشریح: -اس مقام سے مولف مہمل اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مہمل ایسا راوی جس کی نسبت کا بالکل ذکر نہ ہو۔ یعنی اس کے امتیازی نسبت کا جس سے وہ متعین ہو جائے اور اس نام سے اس طبقہ میں کئی راوی ہو۔ اس کی کئی صورت ہے۔ دونوں کا نام ایک ہو۔ والد کا نام ایک ہو۔ دادا کا نام ایک ہو۔ نسبت ایک ہو۔ اگر دونوں ثقہ ہیں تو امتیاز کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ضرورت ہو گی۔ اور اسباب امتیاز چار ہیں: (۱) نسب کے ذریعہ۔ (۲) نسبت پیشہ یا قبیلہ کے ذریعہ۔ (۳) کنیت کے ذریعہ۔ (۴) لقب کے ذریعہ۔ اگر یہ اسباب نہ ہوں تو پھر جس شیخ سے اس کا زیادہ تعلق ہو گا اس کی روایت سمجھی جائے گی۔

حل: **متفق الاسم.** نام میں متحد ہو۔

و لم یمیز. کسی وصف یا نسبت سے ممتاز نہ ہو۔

غیر منسوب. اسباب امتیاز مذکور نہ ہو مثلاً صرف عن احمد ہو۔ نہ نسبت یا وصف کا ذکر ہو کہ متعین ہو سکے۔

مقدمہ شرح بخاری. یعنی ہدی الساری۔ باختصاصہ۔ کسی خصوصیت یا وصف یا نسبت وغیرہ کی وجہ سے۔

فیرجع. قرائن اور ظن غالب جو فیصلہ کرے اسی کو قبول کیا جائے گا۔

وَ اِنْ رَوٰى عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا وَ جَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهٗ فَاِنْ كَانَ جَزْمًا كَانْ يَقُوْلَ كَذَبَ عَلَيَّ اَوْ مَارَوَيْتُ لَهٗ هٰذَا وَ نَحْوَ ذٰلِكَ فَاِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ رُدَّ ذٰلِكَ الْخَبَرُ لِكِذْبِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِعَيْنِهٖ وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ اَوْ كَانَ جَحَدَهٗ اِحْتِمَالًا كَانْ يَقُوْلَ مَا اَذْكُرُ هٰذَا اَوْلَا اَعْرِفُهٗ قُبِلَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ فِي الْاَصَحِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يَحْتَمِلُ عَلٰى نِسْيَانِ الشَّيْخِ وَ قِيْلَ لَا يُقْبَلُ لِاَنَّ الْفَرْعَ تَبَعٌ لِلْاَصْلِ فِي اِثْبَاتِ الْحَدِيْثِ بِحَيْثُ اِذَا اَثْبَتَ الْاَصْلُ الْحَدِيْثَ تَثْبُتُ رِوَايَةُ

الْفَرْعِ وَ كَذٰلِكَ يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ فَرْعاً عَلَيْهِ وَ تَبَعًا لَهُ فِي التَّحْقِيْقِ.

ترجمہ:- اگر کسی شاگرد نے استاذ سے حدیث روایت کی اور اس روایت کا انکار کرے تو اگر یہ یقینی طور پر ہے مثلاً یوں کہے مجھ پر جھوٹ ہے یا میں نے روایت نہیں کی یا اس کے مثل واقع ہو تو اس خبر کو رد کر دیا جائے گا ان دونوں میں سے کسی ایک کے جھوٹے ہونے کی وجہ سے نہ کہ متعین طور پر اور یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں جرح کا باعث نہ ہوگا تعارض کی وجہ یا اس نے انکار احتمالاً کیا ہو مثلاً اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ میں واقف نہیں ہوں تو اصح قول کی بنیاد پر یہ حدیث قبول کی جائے گی چونکہ احتمال ہے کہ شیخ بھول گیا ہو اور کہا گیا کہ نہیں قبول کیا جائے گا چونکہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے اثبات حدیث میں اس طرح کہ جب اصل کی حدیث ثابت ہوگی تو فرع کی روایت ثابت ہوگی پس مناسب یہ ہے کہ فرع بھی اسی طرح ہو اور تابع ہو تحقیق میں اُنکے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف راوی کی روایت کا شیخ جزماً یا احتمالاً انکار کرے تو کیا حکم ہے بیان کر رہے ہیں۔ اگر یقین و جزم کے ساتھ انکار کرتا ہے تو خبر مردود اور شیخ احتمال اور شبہ کے ساتھ رد کر رہا ہے تو خبر مقبول ہوگی۔

حل: جزماً۔ یقین کے ساتھ رد کر رہا ہو۔ حتمی طور پر انکار کر رہا ہو۔

نحو. مثلاً ليس من حديثي. ولا يكون ذلك. اس انکار کی وجہ سے شاگرد استاذ مجروح نہ ہوں گے۔

في الاصح۔ یہی جمہور کا مذہب ہے کہ احتمال کی بنیاد پر مردود نہ ہوگا۔ چونکہ مثبت جازم مقدم ہوتا ہے نافی متردد پر۔

و قيل۔ یعنی جب اصل شیخ ہی انکار کر رہا ہے تو شاگرد سے کیسے ثابت ہوگا۔ جب اصل سے نہیں تو فرع سے کیسے ہوگا۔ اس سے مراد بعض اصحاب احناف ہیں۔

وَ هٰذَا مُتَعَقَّبٌ بِاَنَّ عَدَالَةَ الْفَرْعِ يَقْتَضِيْ صِدْقَهُ وَ عَدَمُ عِلْمِ الْاَصْلِ لَايُنَافِيْهِ فَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ وَ اَمَّا قِيَاسُ ذٰلِكَ بِالشَّهَادَةِ فَفَاسِدٌ لِاَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْعِ لَا تُسْمَعُ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلٰى شَهَادَةِ الْاَصْلِ بِخِلَافِ الرِّوَايَةِ فَافْتَرَقَا وَفِيْهِ اَيْ وَ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ صَنَّفَ الدَّارُقُطْنِيُّ كِتَابَ مَنْ حَدَّثَ وَ نَسِيَ وَ فِيْهِ مَا يَدُلُّ

عَلٰى تَقْوِيَةِ الْمَذْهَبِ الصَّحِيْحِ لِكَوْنِ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ حَدَّثُوْا بِاَحَادِيْثَ فَلَمَّا عُرِضَتْ عَلَيْهِمْ لَمْ يَتَذَكَّرُوْهَا لٰكِنَّهُمْ لِاِعْتِمَادِهِمْ عَلَى الرُّوَاةِ عَنْهُمْ صَارُوْا يَرْوُوْنَهَا عَنِ الَّذِيْنَ رَوَوْهَا عَنْهُمْ عَنْ اَنْفُسِهِمْ كَحَدِيْثِ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا فِيْ قِصَّةِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِيْنِ قَالَ عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنِيْ بِهٖ رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ فَلَقِيْتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهٗ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَقُلْتُ اِنَّ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنِيْ عَنْكَ بِكَذَا فَكَانَ سُهَيْلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعَةُ عَنِّيْ اَنِّيْ حَدَّثْتُهٗ عَنْ اَبِيْ بِهٖ وَ نَظَائِرُهٗ كَثِيْرَةٌ.

ترجمہ:-اور یہ قابل اعتراض ہے کہ فرع کی عدالت اس کے صدق کو ثابت کرے اور اصل کے علم کا نہ ہونا یہ منافی نہیں ہے پس مثبت نافی پر مقدم ہوگا اور شہادت پر قیاس کرنا اس کا قیاس فاسد ہے۔اس لئے کہ فرع کی شہادت اصل کی شہادت کی قدرت کے ساتھ مسموع نہیں ہوتی۔ بخلاف روایت کے پس دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔اسی نوع پر دار قطنی نے "من حدث و نسی" کتاب لکھی ہے اور اس میں وہ بھی ہے جو مذہب صحیح کی تقویت پر دلالت کرتا ہے۔کہ ان میں سے بہت سے حضرات نے حدیث روایت کی پھر ان کے سامنے جب پیش کیا گیا تو ان کو یاد نہیں آیا لیکن اپنے رواۃ پر اعتماد کی وجہ سے وہ خود ان سے روایت کرنے لگے جنھوں نے ان سے روایت کیا جیسے سہیل بن صالح کی حدیث مرفوع جو عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ہے شاہد و یمین کے متعلق عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ سے ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے سہیل کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی عبدالعزیز نے کہا میں نے سہیل سے ملاقات کی اور میں نے اس حدیث کے بارے میں پوچھا اسے یاد نہیں آیا میں نے کہا ربیعہ نے آپ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی پس سہیل اسکے بعد کہتے تھے ربیعہ نے مجھ سے روایت کی اور میں نے اس سے یہ حدیث والد کے واسطے سے بیان کی اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔

تشریح:-عبارت مذکورہ میں مولف نے چند باتیں بیان کی ہیں۔(۱) ہذا متعقب سے ان پر رد کر رہے ہیں جو اصل سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے فرع کا انکار کر رہے ہیں۔اما قیاس سے اعتراض ہے کہ روایت کو شہادت پر قیاس کرنا مع الفاسد ہے۔کہ دونوں کے اصول

جداگانہ ہیں۔

اس کے بعد اس موضوع پر دار قطنی کے بعض اقتباسات کا ذکر ہے کہ اس میں حدیث روایت کرنے کے بعد بھولنے کا واقعہ ہے

حل: هذا متعقب۔ یہ باعث اعتراض ہے۔ اصل کی بنیاد پر فرع کا انکار درست نہیں چونکہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔

فالمثبت۔ بعضوں نے بیان کیا کہ اسکے بجائے یہ جملہ بہتر ہے۔ جزم تردد پر مقدم ہے۔

و اما قياس۔ یعنی روایت کو شہادت کا درجہ دے کر حکم جاری کرنا درست نہیں۔

لان۔ کہ اصل شہادت کی موجودگی میں فرع کی شہادت معتبر نہیں بخلاف روایت کے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد کی روایت معتبر ہے۔

فافترقا۔ یعنی شہادت اور روایت میں

فيه۔ دارقطنی کی تالیف کردہ کتاب من حدث ونسی میں۔ اسکے کچھ اقتباسات ذکر کیے ہیں۔

صاروايرو ونها۔ شاگرد کی یاددہانی پر استاذ روایت کرنے لگے۔

قصة الشاهد۔ یعنی قضی بیمین وشاہد والی حدیث جو شوافع کا مستدل ہے۔

فكان سهيل۔ ربیعہ کی یاددہانی پر سہیل اپنے والد سے بھولی روایت سمجھ کر روایت کرنے لگے۔

وَ اِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِی اِسْنَادٍ مِنَ الْاَسَانِيْدِ فِی صِيَغِ الْاَدَاءِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا اَوْ حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الصِّيَغِ اَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ الْقَوْلِيَّةِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا يَقُوْلُ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِی فُلَانٌ اِلٰی آخِرِهٖ وَالْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ دَخَلْنَا عَلٰی فُلَانٍ فَاَطْعَمَنَا تَمْرًا اِلٰی آخِرِهٖ اَوِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ مَعًا كَقَوْلِهٖ حَدَّثَنِی فُلَانٌ وَ هُوَ آخِذٌ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ آمَنْتُ بِالْقَدْرِ اِلٰی آخِرِهٖ فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ وَ هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْاِسْنَادِ وَ قَدْ يَقَعُ التَّسَلْسُلُ فِی مُعْظَمِ الْاِسْنَادِ كَحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلِ بِالْاَوَّلِيَّةِ فَاِنَّ السِّلْسِلَةَ تَنْتَهِیْ فِيْهِ اِلٰی سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ فَقَطْ وَ مَنْ رَوَاهُ مُسَلْسَلًا اِلٰی مُنْتَهَاهُ فَقَدْ وَهَمَ.

ترجمہ:- اور اگر رواۃ سندوں میں سے کسی سند میں صیغہ ادا کے اعتبار سے متفق ہو جائیں

جیسے۔سمعت فلانایاحدثنامیں یااس کے علاوہ میں جواداوغیرہ کے الفاظ ہیں خواہ حالات قولیہ میں ہو جیسے سمعت فلانایااشھد باللہ میں یالقد حدثنی فلان وغیرہ میں یاحالات فعلیہ میں جیسے فلاں پر داخل ہواتو کھجور کھلایا آخر تک (سند میں یہی ہو) یا قولیہ اور فعلیہ۔ جیسے فلاں نے حدیث بیان کی اور وہ داڑھی پکڑے ہوئے تھے اور کہا آمنت بالقدر آخر تک (یہی سلسلہ چلے) تو یہ حدیث مسلسل ہے۔اور یہ اسناد کے صفات میں سے ہے۔اور کبھی تسلسل اسناد کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے جیسے حدیث مسلسل بالاولیہ میں تو اس میں تسلسل سفیان ابن عیینہ تک چلتا ہے۔اور جس نے آخر تک مسلسل روایت کی اس کو وہم ہوا۔

تشریح:-اس مقام سے مولف حدیث مسلسل کی تشریح کر رہے ہیں جس میں سند کے تمام راوی ایک ہی قول یا فعل یا احوال کے ساتھ روایت کریں۔ جیسے روایت کرتے ہوئے تمام راوی مصافحہ کریں یا کندھے پر ہاتھ رکھ کر روایت کریں۔

حل: صیغ الاداء جیسے حدثنا اخبرنا وغیرہ۔

الحالات القولیة۔راوی کسی خاص قول کا اہتمام کرے اور ہر راوی اسے ادا کرے مثلاً حدیث میں انی احبك فقل فی د بر کل صلوٰةِ اللھم اعنی علی ذکر ك و شکرك وحسن عبادتك. پس ہر راوی احبك کہہ کر روایت کرتا ہے۔

فعلیة۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی وقت روایت اس فعل اور ادا کا اہتمام کرے جیسے اسودین والی حدیث روایت کے وقت ہر راوی کھجور اور پانی پینے کا فعل کرتا ہے۔

و قدیقع التسلسل۔کبھی یہ تسلسل پوری سند میں نہیں بلکہ کچھ میں ہوتا ہے۔

الاولیه۔عمر بن العاص کے واسطے سے یہ حدیث ہے۔الراحمون یرحمھم الرحمٰن

حدیث مسلسل کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً مسلسل بالمکان، مسلسل بالزمان، مسلسل بالصوفیا، مسلسل بالفقہاوغیرہ

وَصِيَغُ الْاَدَاءِ الْمُشَارُ اِلَيْهَا عَلٰى ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْاُوْلٰى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِى ثُمَّ اَخْبَرَنِى وَ قَرَاْتُ عَلَيْهِ وَ هِىَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَ اَنَا اَسْمَعُ وَ هِىَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ اَنْبَانِى وَ هِىَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِى وَ هِىَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِى اَىْ بِالْاِجَازَةِ وَ هِىَ السَّادِسَةُ ثُمَّ كَتَبَ اِلَىَّ اَىْ بِالْاِجَازَةِ وَ هِىَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ

نَحوِهَا مِنَ الصِّیَغِ الْمُتَحَمِّلَةِ لِلسَّمَاعِ وَالْإِجَازَةِ وَ لِعَدْمِ السَّمَاعِ اَیْضًا وَ هٰذَا مِثْلُ قَالَ وَذَکَرَ وَ رَوٰی فَاللَّفْظَانِ الْاَوَّلاَنِ مِنْ صِیَغِ الْاَدَاءِ وَهُمَا سَمِعْتُ وَ حَدَّثَنِی صَالِحَانِ لِمَنْ سَمِعَ وَحْدَهٗ مِنْ لَفْظِ الشَّیْخِ وَ تَخْصِیْصُ التَّحْدِیْثِ بِمَا سَمِعَ مِنْ لَفْظِ الشَّیْخِ هُوَ الشَّائِعُ بَیْنَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ اِصْطِلاَحًا وَلاَ فَرْقَ بَیْنَ التَّحْدِیْثِ وَالْإِخْبَارِ مِنْ حَیْثُ اللُّغَةِ.

ترجمہ :-اور روایت حدیث کے الفاظ جس کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے وہ آٹھ ہیں۔اول سمعت وحدثنی۔ پھر اخبرنی۔اور قرأت علیہ اور یہ دوسرا درجہ ہے پھر قری علیہ وانا اسمع یہ تیسرا درجہ ہے۔ پھر انبانی۔ یہ چوتھا ہے پھر ناولنی یہ پانچواں ہے۔ پھر شافہنی یعنی اجازت یہ چھٹا ہے پھر کتب الی یعنی اجازت یہ ساتواں ہے۔ پھر عن اور اسی کے مثل جو سماع کا احتمال رکھتے ہیں اور عدم سماع کا بھی۔اور یہ قال، ذکر، روی کی طرح ہے پس شروع کے دو لفظ جو صیغہ ادا سے ہیں وہ سمعت اور حدثنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ جو تنہا شیخ سے سنے اور تحدیث (حدثنا، حدثنی) اس کیلئے خاص ہے جو لفظاً شیخ سے سنا ہو۔اور یہی اصطلاح اہل حدیث کے درمیان رائج ہے۔اور تحدیث اور اخبار کے درمیان لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

تشریح :-اس مقام سے مولف حدیث کی روایت کے الفاظ اور صیغے کی تفصیل کر رہے ہیں مولف نے اسے آٹھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے کم بیان کیا ہے۔ مولف نے ہر ایک کی پھر مفصل بحث کی ہے۔جس سے واقف ہونا طالبین حدیث کے لئے ازحد ضروری ہے۔

حل: مثل قال و ذکر. خیال رہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ لی کے ساتھ نہ ہو اگر قال لی کہا تو حدثنی کے مثل ہوگا۔

تخصیص التحدیث. اس کا استعمال شیخ سے شیخ کی زبانی سننے پر ہوتا ہے۔ بخالف اخبرنی کے اور لغت کے اعتبار سے تحدیث اور اخبار میں کوئی فرق نہیں۔

وَ فِی اِدِّعَاءِ الْفَرْقِ بَیْنَهُمَا تَکَلُّفٌ شَدِیْدٌ لٰکِنْ لَمَّا تَقَرَّرَ فِی الْاِصْطِلاَحِ صَارَ ذٰلِکَ حَقِیْقَةً عُرْفِیَّةً فَقُدِّمَ عَلَی الْحَقِیْقَةِ اللُّغَوِیَّةِ مَعَ اَنَّ هٰذَا الْاِصْطِلاَحَ اِنَّمَا شَاعَ عِنْدَ الْمَشَارِقَةِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ وَ اَمَّا غَالِبُ الْمَغَارِبَةِ فَلَمْ یَسْتَعْمَلُوْا هٰذَا الْاِصْطِلاَحَ

بَلِ الْاِخْبَارُ وَالتَّحْدِيْثُ عِنْدَهُمْ بِمَعْنًى وَاحِدٍ فَاِنْ جَمَعَ الرَّاوِیْ اَتٰی بِصِيْغَةِ الْاُوْلٰی جَمْعاً كَاَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَوْ سَمِعْنَا فُلَانًا يَقُوْلُ فَهُوَ دَلِيْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ سَمِعَ مَعْ غَيْرِهٖ وَ قَدْ يَكُوْنُ النُّوْنُ لِلْعَظْمَةِ لٰكِنْ بِقِلَّةٍ۔

ترجمہ:- دونوں کے درمیان فرق کا دعوی کرنا تکلف شدید ہے۔ لیکن جب یہ بات اصطلاح سے ثابت ہو چکی ہے تو یہ حقیقت عرفی بن گئی جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اہل مشرق کی یہی اصطلاح شائع ہے کہ اور جو ان کے متبعین ہیں۔ اور جو اہل مغرب ہیں تو بیشتر وہ اس اصطلاح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اخبار اور تحدیث کا ان کے یہاں ایک ہی مفہوم ہے۔ پس اگر راوی پہلے صیغہ ادا کو جمع لائے یوں کہے حدثنا فلان یا سمعنا فلان تو یہ دلیل ہے کہ اس کے ساتھ سننے میں دوسرا بھی شریک ہے۔ اور کبھی نون (جمع کا صیغہ) عظمت کے لئے ہوتا ہے مگر کم ہوتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف لغۃً تحدیث اور اخبار کے درمیان قائلین پر رد کر رہے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ تکلف سے خالی نہیں۔ ہاں البتہ اصطلاحاً فرق ہے۔ اور یہ فرق ایک خاص جماعت کے نزدیک ہونے کی وجہ سے عرفیہ خاص میں داخل ہوگا جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتا ہے۔

حقیقت عرفیہ یا عرف خاص۔ جو مفہوم ایک جماعت کے نزدیک خاص ہو جائے۔ جیسے اسم۔ اور صلوٰۃ کا خاص مفہوم۔

انما شاع۔ یہ اصطلاحی فرق جو ذکر کیا گیا اہل مشرق کے نزدیک ہے۔ ورنہ اہل مغرب یکساں کے قائل ہیں۔

مشارقہ۔ اس سے مراد۔ اوزاعی، ابن جریج، امام شافعی، امام مسلم وغیرہ ہیں۔

مغاربہ۔ مراد اس سے زہری، مالک، ابن عیینہ، امام بخاری، علماء حجاز و کوفہ ہیں۔

فان جمع۔ جمع کی تعبیر کی صورت میں شرکت کا ثبوت ہوگا۔

للعظمۃ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ تعظیماً بولا جاتا ہے۔ جمعیت کے معنی ملحوظ نہیں ہوتے۔

وَ اَوَّلُهَا اَیْ صِيَغُ الْمَرَاتِبِ اَصْرَحُهَا اَیْ اَصْرَحُ صِيَغِ الْاَدَاءِ فِیْ سِمَاعِ قَائِلِهَا

لِاَنَّهَا لاَ یَحْتَمِلُ الْوَاسِطَةَ وَلِاَنَّ حَدَّثَنِیْ قَدْ یُطْلَقُ فِی الْاِجَازَةِ تَدْلِیْساً وَارْفَعُهَا مِقْدَاراً مَا یَقَعُ فِی الْاِمْلَاءِ لِمَا فِیْهِ مِنَ التَّثَبُّتِ وَالتَّحَفُّظِ وَالثَّالِثُ وَ هُوَ اَخْبَرَنِیْ کَالرَّابِعِ وَ هُوَ قَرَأْتُ عَلَیْهِ لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِهِ عَلَی الشَّیْخِ فَاِنْ جَمَعَ کَاَنْ یَقُوْلَ اَخْبَرَنَا وَقَرَأْنَا فَهُوَ کَالْخَامِسِ وَهُوَ قُرِئَ عَلَیْهِ وَ اَنَا اَسْمَعُ وَ عُرِفَ مِنْ هٰذَا اَنَّ التَّعْبِیْرَ بِقَرَأْتُ لِمَنْ قَرَأَ خَیْرٌ مِنَ التَّعْبِیْرِ بِالْاِخْبَارِ لِاَنَّهُ اَفْصَحُ بِصُوْرَةِ الْحَالِ.

ترجمہ:-اور پہلا (سمعت) صیغوں کے مراتب میں سب سے زیادہ صریح ہے یعنی قائل کے سماع کے بارے میں سب سے زیادہ صریح کہ واسطہ کا احتمال نہیں رکھتا۔ چونکہ حدثنی کا اطلاق اس اجازت پر بھی ہوتا ہے جس میں تدلیس ہوتی ہے۔ پھر تمام صیغہ اداء میں اس کا مرتبہ ارفع ہے جو املاء میں واقع ہوتا ہے۔ کہ اس میں تثبت و تحفظ ہے۔ اور تیسرا وہ اخبرنی ہے۔ وہ چوتھے کے مانند ہے جو قرأت علیہ ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جو خود شیخ پر پڑھے۔ پس اگر جمع کا صیغہ لائے اخبرنا کہے تو وہ پانچویں کی طرح ہے اور وہ قری علیہ وانا اسمع علیہ ہے۔ اور اسی سے معلوم ہوا کہ جو شیخ کے سامنے پڑھے اس کے لئے قرأت کی تعبیر الاخبار سے بہتر ہے چونکہ یہ حال کی صورت کے لئے زیادہ مصرح ہے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف صیغہ ادا میں "سمعت" کے اولیت اور بلندی مرتبہ کی وضاحت کر رہے ہیں پھر اسکے بعد اس کے متعلق امور کی تشریح کر رہے ہیں۔

اولہا۔ سمعت کے فائق ہونے کو بیان کر رہے ہیں کہ اس میں واسطہ کا احتمال نہیں رہتا اور یہ راوی کے سماع پر دلالت کرتا ہے بخلاف حدثنی کے۔ اور اس کے بعد کے الفاظ کے۔

تدلیسا۔ حدثنی مدلس بھی بولتا ہے۔ اس لئے حدثنی کا مرتبہ سمعت، سے کم ہوگا۔

ارفعہا۔ یعنی سمعت کا لفظ شیخ سے سماع اور املاء کو ظاہر کرتا ہے۔

عن قرأ۔ جو شیخ کے سامنے پڑھے۔

فان جمع۔ یعنی اخبرنا۔ قرأنا۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک نے پڑھا باقی نے سنا ایسے جیسے قری علیہ وانا اسمع۔

من ھذا۔ اگر راوی شیخ کے سامنے قرأت کرے تو اس کیلئے قرأت علیہ کی تعبیر اخبرنی سے بہتر ہے چونکہ اس سے قرأت کا مفہوم صراحۃ مستفاد ہوتا ہے۔ جو اخبرنی میں نہیں ہے۔

تَنْبِيهٌ. اَلْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ اَحَدُ وُجُوْهِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ اَبْعَدَ مَنْ اَبٰى ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَ قَدِ اشْتَدَّ اِنْكَارُ الْاِمَامِ مَالِكٍ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَدِيْنِيِّيْنَ عَلَيْهِمْ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى بَالَغَ بَعْضُهُمْ فَرَجَّحَهَا عَلَى السَّمَاعِ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَ ذَهَبَ جَمْعٌ جَمٌّ مِنْهُمُ الْبُخَارِيُّ وَ حَكَاهُ فِي اَوَائِلِ صَحِيْحِهٖ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ اِلٰى اَنَّ السَّمَاعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَالْقِرَاءَةَ عَلَيْهِ يَعْنِي فِي الصِّحَّةِ وَالْقُوَّةِ سَوَاءٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:- جمہور کے نزدیک تحمل روایت کی صورتوں میں سے ایک صورت قراۃ علی الشیخ ہے۔ اور اہل عراق کا قول مستبعد ہے کہ اس نے انکار کیا ہے۔ امام مالک اہل مدینہ نے اس پر سخت نکیر کی ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسے (قراءۃ علی الشیخ کو) ترجیح دی ہے سماع لفظ شیخ کے مقابلہ میں۔ اور ایک کثیر جماعت نے جس میں امام بخاری بھی ہیں اسی طرف گئی ہے۔ اور صحیح ابن حبان کے اوائل میں ائمہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ شیخ سے الفاظ کا سماع اور اس کے سامنے پڑھنا صحت اور قوت میں برابر ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس اختلاف اور تفصیل کو بیان کر رہے ہیں کہ سماع افضل ہے یا قراءۃ علی الشیخ ایک جماعت کے نزدیک قراءۃ افضل ہے۔ اسی کے قائل امام اعظم ہیں۔ یہی مسلک علماء خراسان و علماء مشرق کا ہے۔ امام بخاری حسن سفیان کے نزدیک قراءۃ علی الشیخ اور سماع دونوں برابر ہے۔ امام شافعی سماع کو افضل قرار دیتے ہیں۔

حل: وجوہ التحمل۔ اخذ روایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ۔

فرجحہا۔ یعنی قراۃ علی الشیخ۔ بالغ بعضہم۔ یعنی علماء مدینہ۔

جمٌ ای کثیرٌ۔ اوائلہ۔ کتاب العلم کے باب سادس میں ذکر کیا ہے۔

وَ الْاِنْبَاءُ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ وَ اِصْطِلَاحِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ بِمَعْنَى الْاِخْبَارِ اِلَّا فِي عُرْفِ الْمُتَاخِّرِيْنَ فَهُوَ لِلْاِجَازَةِ كَعَنْ لِاَنَّهَا فِي عُرْفِ الْمُتَاخِّرِيْنَ لِلْاِجَازَةِ وَ عَنْعَنَةُ الْمُعَاصِرِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى السَّمَاعِ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَاصِرِ فَاِنَّهَا تَكُوْنُ مُرْسَلَةً اَوْ مُنْقَطِعَةً فَشَرْطُ حَمْلِهَا عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوْتُ الْمُعَاصَرَةِ اِلَّا مِنَ الْمُدَلِّسِ فَاِنَّهَا لَيْسَتْ مَحْمُوْلَةً عَلَى السَّمَاعِ وَ قِيْلَ يُشْتَرَطُ فِي حَمْلِ عَنْعَنَةِ الْمُعَاصِرِ عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوْتُ لِقَائِهِمَا اَيِ الشَّيْخِ وَالرَّاوِي عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً لِيَحْصُلَ الْاَمْنُ

فِي بَاقِي الْعَنْعَنَةِ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ تبعًالِعَلِي بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْبُخَارِيْ وَ غَيْرِهِمَا مِنَ النُّقَّادِ.

ترجمہ:۔ انبا لغت اور اصطلاح متقدمین کے یہاں اخبر کے معنی میں ہے مگر متاخیرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ جیسے عن۔ کہ یہ متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ اور معاصر کا عنعنہ سماع پر محمول ہوتا ہے۔ بخلاف غیر معاصر کے۔ وہ مرسل یا منقطع کے حکم میں ہوتا ہے پس سماع پر محمول ہونے کیلئے معاصرت کا ثبوت شرط ہے۔ سوائے مدلس کے وہ سماع پر محمول نہیں اور یہ بھی قول ہے کہ معاصر کے عنعنہ کو سماع پر محمول کرنے کے لئے لقاء کا ثابت ہونا شرط ہے۔ یعنی شیخ اور اس کے روایت کرنے والے کا۔ خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ تاکہ باقی عنعنہ مرسل خفی ہونے سے محفوظ رہے۔ اور یہی مسلک مختار ہے علی بن مدینی اور امام بخاری وغیرہ نقاد کی اتباع کرتے ہوئے۔

تشریح:۔ اس عبارت مذکورہ سے مولف دو اہم امور کو ذکر کر رہے ہیں۔ (۱) انبا اور اخبار کا مفہوم متقدمین کے یہاں تو یکساں ہے مگر متاخرین کے یہاں انبا عن کی طرح ہے۔ جو اجازت کے لئے ہے۔

عنعنہ کی تفصیل۔ معاصر کا عنعنہ معتبر ہے خواہ لقاء ثابت ہو یا نہ ہو۔ اور امام بخاری کے نزدیک شرط لقاء کے ساتھ ہے۔ غیر معاصر کا عنعنہ مرسل ہوگا۔ لہٰذا عنعنہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوگا۔ (۱) معاصرت (۲) راوی کا مدلس نہ ہونا۔ مگر علی بن مدینی اور امام بخاری کے یہاں معاصرت کافی نہیں لقاء شرط ہے۔ گو ایک ہی مرتبہ ہو۔ مولف بھی اسی ہی مسلک کو مختار مانتے ہیں۔

حل: متقدمین۔ یعنی متقدمین محدثین۔ الاخبار۔ یعنی اخبرنی کے معنی میں۔

مرسلة یا منقطعة۔ مرسل اگر تابعی ہو منقطع اگر تابعی کے بعد کا ہو۔ مگر جمہور اسے متصل مانتے ہیں۔

لیست محمولة علی السماع۔ اتہام کی وجہ سے۔ ہاں مگر یہ کہ سماع کی تصریح کر دے۔

وَ اَطْلَقُوْ الْمُشَافَهَةَ فِي الْإِجَازَةِ الْمُتَلَفِّظِ بِهَا تَجُوْزُ وَ كَذَا الْمُكَاتَبَةُ

فِی الْإِجَازَةِ بِهَا وَ هُوَ مَوْجُوْدٌ فِی عِبَارَةٍ كَثِيْرَةٍ مِنَ الْمُتَاخِّرِيْنَ بِخِلَافِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ فَإِنَّهُمْ اِنَّمَا يُطْلِقُوْنَهَا فِيْمَا كَتَبَهُ الشَّيْخُ مِنَ الْحَدِيْثِ اِلَى الطَّالِبِ سَوَاءٌ اَذِنَ لَهُ فِی رِوَايَتِهٖ اَمْ لاَ لاَ فِيْمَا اِذَا كَتَبَ اِلَيْهِ بِالْاِجَازَةِ فَقَطْ وَاشْتَرَطُوْا فِی صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْمُنَاوَلَةِ اِقْتِرَانَهَا بِالْاِذْنِ بِالرِّوَايَةِ وَ هِیَ اِذَا حَصَلَ هٰذَا الشَّرْطُ اَرْفَعُ اَنْوَاعِ الْاِجَازَةِ لِمَا فِيْهَا مِنَ التَّعْيِيْنِ وَالتَّشْخِيْصِ.

ترجمہ:-اور مشافہہ کا اطلاق مکتوب کی زبانی اجازت پر مجازاً ہوتا ہے۔اسی طرح تحریری اجازت پر بھی ہوتا ہے۔اور یہ متاخرین کی بکثرت عبارت میں ہے۔ بخلاف متقدمین کے یہاں اس کا اطلاق وہ اس صورت میں کرتے ہیں جب کہ شیخ طالب کو روایت لکھ کر دے۔ خواہ اس کی اجازت دے یا نہ دے۔اس صورت میں نہیں کرتے جب کہ لکھ کر دے اور مناولہ میں روایت کے صحیح ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ اجازت کا اقتران روایت کے ساتھ ہو۔اور جب کہ یہ شرط حاصل ہو جائے تو یہ اجازت کی نوعوں میں سب سے بلند ہے۔چونکہ اس میں تعیین و تشخیص ہے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف قسم سادس المشافہہ کو بیان کر رہے ہیں۔

مشافہہ۔اس کے معنی منہ در منہ گفتگو کے ہیں۔اصطلاح میں شیخ زبان سے اجازت دے۔

مکاتبت۔ متاخرین کے یہاں۔ اپنی سند سے روایت کرنے کی تحریری اجازت دینا۔اور متقدمین کے یہاں حدیث شیخ لکھ کر شاگرد کو دے۔خواہ زبانی اجازت دے یا نہ دے۔

مناولہ۔اصل کتاب یا نقل شاگرد کو دے یا شیخ کی کتاب نقل کر کے اس کے سامنے کرے۔اور شیخ کہے کہ میں اپنی سند سے روایت کی اجازت دیتا ہوں۔اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ خاموش رہے۔

حل: المتلفظ۔ مثلاً اخبرت لک کہنا۔

تجوزاً۔ بمعنی مجاز۔ چونکہ اصل میں تو وضع تھا حاضر کی اجازت کے لئے غایت میں استعمال اذن کے علاقہ کی وجہ سے ہوا۔

کذا مشافہۃ کی طرح مکاتبۃ بھی ہے۔ مثلاً اخبرنا کتابۃً

و ھو۔ بمعنی المکاتبۃ۔ لہ یعنی الطالب۔

ام لا۔ یعنی اجازت اس کے ساتھ منضم ہویا نہیں۔اور انضمام کتابت کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے خط سے حدیث لکھے۔یا دوسرے کو حکم دے وہ اس کی اجازت سے لکھے۔پھر کہے اجزت لک ماکتبتُ۔

حصل ھذاالشرط۔یعنی اقتران۔فیھا۔یعنی مناولۃ۔میں اجازت اور تعیین کی وجہ سے یہ اجازت کے بلندوبالا مقام پر پہونچ جاتا ہے۔

وَ صُوْرَتُهَا اَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ اَصْلَهٗ اَوْ مَا قَامَ مَقَامَهٗ لِلطَّالِبِ اَوْ يُحْضِرَ الطَّالِبُ اَصْلَ الشَّيْخِ وَ يَقُوْلُ لَهٗ فِي الصُّوْرَتَيْنِ هٰذِهٖ رِوَايَتِي عَنْ فُلَانٍ فَارْوِهٖ عَنِّي وَ شَرْطُهٗ اَنْ يُمْكِنَهٗ اَيْضًا مِنْهُ اِمَّا بِالتَّمْلِيْكِ اَوْ بِالْعَارِيَةِ لِيَنْقُلَ مِنْهُ وَ يُقَابِلَ عَلَيْهِ وَ اِلاَّ اِنْ نَاوَلَهٗ وَ اسْتَرَدَّ فِي الْحَالِ فَلاَ يَتَبَيَّنُ اَرْفَعِيَّتُهٗ لٰكِنْ لَهَا زِيَادَةُ مَزِيَّةٍ عَلَى الْاِجَازَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَ هِيَ اَنْ يُجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَ يُعَيِّنَ لَهٗ كَيْفِيَّةَ رِوَايَةٍ لَهٗ وَ اِذَا خَلَتِ الْمُنَاوَلَةُ عَنِ الْاِذْنِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهِمَا عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ جَنَحَ مَنْ اِعْتَبَرَهَا اِلٰى اَنَّ مُنَاوَلَتَهٗ اِيَّاهُ يَقُوْمُ مَقَامَ اِرْسَالِهٖ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ بَلَدٍ اِلٰى بَلَدٍ۔

ترجمہ:۔اس کی صورت یہ ہے کہ استاذ اصل نسخہ یا اس کے جو قائم مقام ہو اسے شاگرد کو دے یا خود اصل شیخ کے پاس حاضر کردے۔دونوں صورتوں میں شیخ اس سے کہے یہ میری روایت ہے پس مجھ سے روایت کرو۔اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے نقل کرنا ممکن ہو خواہ مالک بنا کر یا عاریت کے ذریعہ اور اس سے مقابلہ بھی کرے۔ورنہ تو اگر دیا اور فوراً واپس لے لیا تو اس کی ارفعیت ظاہر نہ ہوگی مگر اجازت متعینہ پر اس کو فضیلت حاصل ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ کسی کتاب معین کی اجازت دے اور طریق روایت کی رہنمائی و اعانت فرمادے۔اور جب مناولہ اذن سے خالی ہو تو جمہور کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ (روایت درست نہیں) اور مائل ہوئے ہیں جنھوں نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ مناولہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف کتاب بھیجنے کے حکم میں ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف اولاً مناولہ کی صورت کو پھر اس کی شرطوں کو پھر بلا اجازت اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کو بیان کررہے ہیں۔

حل: اصلہ۔اصل کتاب کا نسخہ یا جو اس کے قائم مقام ہو۔

فاروه عنی۔ یعنی میری اجازت ہے اسے روایت کرو۔
و شرطه۔ مناولہ کی شرط کا ذکر ہے۔ شاگرد کا اصل یا نقل پر ملے گا یا عاریۃً قبضہ کرنا پھر اسے شیخ اجازت دے دے۔
ان یمکنه۔ اسے اختیار میں دیدینا۔
یقابله۔ تصحیح کے لئے مقابلہ کرنا۔ مرتبۃً۔ فضیلۃً
وهی ۔اجازت معینہ۔ کیفیت۔ روایت کا طریقہ۔
عن الاذن۔ کتاب دی مگر اجازت تالیف نہ دی۔
کتاب معین۔ کوئی مشہور تالیف۔
الجمهور۔ مراد اس سے فقہاء کرام، علماء اصول اور محدثین حضرات ہیں۔
و جنح۔ مائل ہونا۔ اعتبرها۔ یعنی مناولہ۔

وَ قَدْ ذَهَبَ اِلٰى صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْكِتَابَةِ الْمُجَرَّدَةِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَ لَوْ لَمْ يَقْتَرِنْ ذٰلِكَ بِالْاِذْنِ بِالرِّوَايَةِ كَاَنَّهُمْ اِكْتَفُوْا فِي ذٰلِكَ بِالْقَرِيْنَةِ وَ لَمْ يَظْهَرْ اِلَىَّ فَرْقٌ قَوِيٌّ بَيْنَ مُنَاوَلَةِ الشَّيْخِ الْكِتَابَ لِلطَّالِبِ وَ بَيْنَ اِرْسَالِهِ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰى آخَرَ اِذَا خَلاَ كُلٌّ مِنْهُمَا عَنِ الْاِذْنِ.

ترجمہ:- اور ایک جماعت ائمہ کی اس امر کی طرف گئی ہے کہ کتابت محض کی صورت میں روایت صحیح ہے اگرچہ اسکے ساتھ اجازت شامل نہ ہو۔ گویا کہ انھوں نے قرینہ کو کافی سمجھا۔ اور میرے نزدیک کوئی فرق ظاہر نہیں شیخ کے شاگرد کو کتاب دینے یا اس کی طرف ایک شہر سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے کے درمیان جب کہ دونوں اجازت سے خالی ہوں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مناولہ میں جب کہ اجازت شامل نہ ہو بعض لوگ کے نزدیک معتبر ہونا بیان کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ بغیر اذن کے بھی بعض لوگ مناولہ کو معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ قرینہ کو کافی سمجھتے ہیں چونکہ بلا اذن ارسال کتاب سے کیا فائدہ ہوگا۔ لہٰذا بہتر صورت خواہ کتاب دے یا دوسرے شہر میں بھیجے اذن کے مفہوم میں شامل ہونے کی وجہ سے روایت درست ہو جائے گی۔ یہ حافظ کی رائے ہے۔

حل: جماعة من الائمة۔ بیشتر متقدمین و متاخرین علما مثلاً ایوب سختیانی۔ لیث۔

منصور۔ وغیرہ۔

بالقرینہ۔ وہ یہ ہے کہ ارسال کتاب سے کیا فائدہ ہوگا جب تک اجازت نہ ہو۔

لم یظھر لی۔ مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک ایک صورت میں روایت کو صحیح اور دوسری صورت میں غیر صحیح قرار دینے کی دلیل واضح نہیں ہوئی۔ لہٰذا دونوں صحت روایت میں برابر ہے۔

وَ كَذَا اشْتَرَطُوْا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ وَ هِيَ اَنْ يَجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهُ فَيَقُوْلُ وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ وَ لاَ يَسُوْغُ فِيْهِ اِطْلَاقُ اَخْبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ اِلاَّ اَنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ اِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَ اَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلَطُوْا وَ كَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَ هِيَ اَنْ يُوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ سَفَرِهٖ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِاَصْلِهٖ اَوْ بِاُصُوْلِهٖ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يَّرْوِيَ تِلْكَ الْاُصُوْلَ عَنْهُ بِمُجَرَّدِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ وَاَبٰى ذٰلِكَ الْجُمْهُوْرُ اِلاَّ اَنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ اِجَازَةٌ۔

ترجمہ:۔ اسی طرح سے انھوں نے وجادہ میں اجازت کی شرط لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کا خط جس کو وہ پہچانتا ہو کہ اس کا کاتب یہ ہے کہے کہ میں نے فلاں کا خط پایا ہے۔ اس کے لئے محض اس کے پانے سے اخبرنی کا اطلاق درست نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ روایت کی اجازت ہو اور ایک قوم نے مطلق رکھا سو اس نے غلط کیا۔ اسی طرح وصیۃ بالکتاب ہے۔ وہ یہ ہے کہ موت یا سفر کے وقت کسی متعین شخص کو ایک کی یا چند کتاب کی وصیت کرے۔ تو متقدمین کی ایک جماعت نے کہا جائز ہے کہ وہ ان کتابوں سے روایت کرے۔ محض وصیت کی وجہ سے۔ اور جمہور نے انکار کیا ہے مگر یہ کہ اس کو اجازت ہو۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف وجادہ کی تعریف کر رہے ہیں اور اسکی تفصیل کے بعد وصیۃ بالکتاب بیان کر رہے ہیں۔ الوجادہ۔ کسی شخص کا کسی محدث کی تحریر کردہ کسی روایت یا کتاب کا پانا جسکے خط کو وہ پہچانتا ہو۔ اس کا حکم منقطع ہے۔ اور ایسی روایت اجازت سے معتبر ہے۔

وصیۃ۔ کوئی محدث اپنی موت یا سفر کے موقع پر اپنی جمع کردہ کسی کتاب کے حق میں کسی کے لئے وصیت کر جائے۔ جمہور کے نزدیک اجازت ہو تو درست ہے۔

حل: الوجادہ۔ پانا، وجد یجد سے ہے۔

یعرف کاتبہ۔ خواہ ظن غالب یا بینہ سے۔

اطلق۔ ایک قوم نے بلا اجازت جائز قرار دیا ہے۔

غلط۔ باب تفعیل سے ارباب حدیث نے اسے غلط قرار دیا۔

کذا۔ جس طرح وجادہ میں اجازت شرط ہے اسی طرح وصیت بالکتاب میں۔

ائمة المتقدمین۔ متقدمین نے جائز قرار دیا ہے خطیب نے اس پر رد کیا ہے۔

وَ كَذَا اشْتَرَطُوْا الْإِذْنَ بِالرِّوَايَةِ فِي الْإِعْلَامِ وَ هُوَ اَنْ يُعْلِمَ الشَّيْخُ اَحَدَ الطَّلَبَةِ بِاَنَّنِي اَرْوِيْ الْكِتَابَ الْفُلَانِيَّ عَنْ فُلَانٍ فَاِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ اِجَازَةٌ اُعْتُبِرَ وَ اِلاَّ فَلاَ عِبْرَةَ بِذٰلِكَ كَالْاِجَازَةِ الْعَامَّةِ فِي الْمُجَازِلَهُ لَا فِي الْمُجَازِبِهِ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ لِمَنْ اَدْرَكَ حَيٰوتِيْ اَوْ لِاَهْلِ الْاِقْلِيْمِ الْفُلَانِي اَوْ لِاَهْلِ الْبَلْدَةِ الْفُلَانِيَّةِ وَ هُوَ اَقْرَبُ اِلَى الصِّحَّةِ لِقُرْبِ الْاِنْحِصَارِ وَ كَذَا الْاِجَازَةُ لِلْمَجْهُوْلِ كَاَنْ يَقُوْلَ مُبْهَمًا اَوْ مُهْمَلاً وَ كَذَا الْاِجَازَةُ لِلْمَعْدُوْمِ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لِمَنْ سَيُوْلَدُ لِفُلَانٍ وَ قَدْ قِيْلَ اِنْ عَطَفَهُ عَلٰى مَوْجُوْدٍ صَحَّ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ لِمَنْ سَيُوْلَدُ لَكَ وَالْاَقْرَبُ عَدْمُ الصِّحَّةِ اَيْضًا وَ كَذٰلِكَ الْاِجَازَةُ لِمَوْجُوْدٍ اَوْ لِمَعْدُوْمٍ عُلِّقَتْ بِمَشِيَّةِ الْغَيْرِ كَاَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ اِنْ شَاءَ فُلَانٌ اَوْاَجَزْتُ لِمَنْ شَاءَ فُلَانٌ لاَ اَنْ يَقُوْلَ اَجَزْتُ لَكَ اِنْ شِئْتَ وَ هٰذَا عَلَى الْاَصَحِّ فِي جَمِيْعِ ذٰلِكَ.

ترجمہ:- اسی طرح اعلام میں روایت کے لئے اجازت شرط ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ کسی شاگرد کو بتادے کہ فلاں کتاب فلاں سے روایت کرتا ہوں اگر اجازت ہے تو معتبر ورنہ نہیں۔ جیسے اجازت عامہ شاگرد کیلئے نہ کہ حدیث کیلئے۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے اجازت دی تمام مسلمین کیلئے یا جو میری زندگی میں موجود ہو۔ یا فلاں ملک والوں کے لئے یا فلاں شہر والے کے لئے اور یہ آخر والا قرب انحصار کی وجہ سے صحت کے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح اجازت **مجہول کا حکم** ہے۔ مثلاً مبہم یا مہمل کہے اسی طرح معدوم کی اجازت مثلاً یوں **کہے جو فلاں کو پیدا ہو گا اس کو اجازت دی** اور یہ کہا گیا کہ **اگر عطف موجود پر ہے تو صحیح مثلاً یوں کہے تم کو اجازت دی اس کے لئے جو پیدا ہو اور اقرب عدم صحت ہے۔ اسی لئے**

اجازت موجود یا معدوم کے لئے ہو جب کہ اس کو مشیت پر معلق کر دیا گیا ہو۔ مثلاً یوں کہے میں نے اجازت دی اگر فلاں چاہے، یا اجازت دی اسے جو چاہے اس طرح نہ کہے میں نے تم کو اجازت دی اگر تم چاہو۔ اور یہ تمام شکلوں میں صحیح ترین صورت ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف اعلام، اجازت عامہ، اجازت مجہولہ، اجازت معدوم، اجازت بتعلیق المشیۃ کو بیان کر رہے ہیں۔ اعلام۔ شیخ کا یہ ظاہر کرنا کہ میں فلاں کتاب یا فلاں حدیث کو فلاں سے روایت کرتا ہوں۔ اجازت عامہ۔ شیخ عام اجازت ظاہر کرے۔ خواہ ملکی اعتبار سے۔ خواہ اپنی زندگی کے اعتبار سے۔ اجازت مجہول۔ مطلق یا نہ معلوم کو اجازت دے۔ اجازت معدوم۔ غیر موجود جس کے آئندہ پیدا ہونے کا امکان ہو اسے اجازت دے۔ ان تمام شکل مذکورہ میں اعلام کے بارے میں تو اجازت سے روایت جائز ہے۔ باقی اخیر کی کوئی شکل جائز نہیں۔

حل: اعلام۔ افعال کا مصدر۔ اعلان کرنا ظاہر کرنا۔

لہ۔ منہ۔ لہ یعنی شاگر کو منہ یعنی شیخ سے۔

فلا عبرۃ۔ اگر اجازت نہ ہو تو کوئی اعتبار نہیں۔ ابن جریج، ابن صباغ بغیر اجازت کے جائز کہتے ہیں۔

کالاجازۃ العامۃ۔ جس طرح اجازت عامہ غیر معتبر ہے اسی طرح یہ۔

المجازلہ۔ مراد شاگرد۔ المجازبہ۔ حدیث و روایت۔

و ھو۔ مراد کسی شہر والے کی اجازت۔ مثلاً باشندہ بصرہ کو اجازت دے کہ انحصار کی وجہ سے جہالت نہیں۔

مبہماً۔ مثلاً نام نہ لیا۔ مہملاً۔ نام تو لیا مگر امتیاز نہ ہو سکا۔ مثلاً عبداللہ۔

و قدقیل۔ اس کے قائل ابوبکر سختیانی ہیں۔ ان کے نزدیک اتصال کے ساتھ جائز ہے۔

الاقرب۔ حافظ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے۔

علقت۔ غیر کی مشیت پر معلق کیا۔ ہاں اگر مخاطب کی مشیت پر معلق کیا تو درست ہے مثلاً تم چاہو تو تم کو اجازت دیدوں۔

ھذا علی الاصح۔ یعنی مذکورہ کے اعتبار کا نہ ہونا یہ اصح قول کی بنیاد پر ہے۔

وَ قَدْ جَوَّزَ الرِّوَايَةَ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ سِوَى الْمَجْهُوْلِ مَا لَمْ يَتَبَيَّنِ الْمُرَادُ مِنْهُ الْخَطِيْبُ وَ حَكَاهُ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ مَشَائِخِهٖ وَ اسْتَعْمَلَ الْإِجَازَةَ لِلْمَعْدُوْمِ مِنَ الْقُدَمَاءِ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي دَاوٗدَ وَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ مَنْدَةَ وَ اسْتَعْمَلَ الْمُعَلَّقَةَ مِنْهُمْ اَيْضًا اَبُوْبَكْرِ ابْنُ اَبِي خَيْثَمَةَ وَ رَوَى بِالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ جَمْعٌ كَثِيْرٌ جَمَعَهُمْ بَعْضُ الْحُفَّاظِ فِي كِتَابٍ وَ رَتَّبَهُمْ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ لِكَثْرَتِهِمْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ تَوَسُّعٌ غَيْرُ مَرْضِيٍّ لِاَنَّ الْإِجَازَةَ الْخَاصَّةَ الْمُعَيَّنَةَ مُخْتَلَفٌ فِي صِحَّتِهَا اِخْتِلَافًا قَوِيًّا عِنْدَ الْقُدَمَاءِ وَ اِنْ كَانَ الْعَمَلُ اِسْتَقَرَّ عَلٰى اِعْتِبَارِهَا عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ فَهِيَ دُوْنَ السَّمَاعِ بِالْاِتِّفَاقِ فَكَيْفَ اِذَا حَصَلَ فِيْهَا الْاِسْتِرْسَالُ الْمَذْكُوْرُ فَاِنَّهَا تَزْدَادُ ضُعْفًا لٰكِنَّهَا فِي الْجُمْلَةِ خَيْرٌ مِنْ اِيْرَادِ الْحَدِيْثِ مُعْضَلاً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ اِلٰى هُنَا اِنْتَهَى الْكَلَامُ فِي اَقْسَامِ صِيَغِ الْاَدَاءِ.

ترجمہ:۔خطیب نے تحقیق مجہول کے علاوہ صورتوں میں روایت کو جائز قرار دیا ہے تاوقتیکہ مراد واضح نہ ہو۔ مشائخ کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے۔معدوم کی اجازت کو قدما میں ابو بکر بن داؤد۔ ابو عبداللہ بن مندہ نے استعمال کیا ہے۔اور معلق کو قدماء میں ابو بکر بن خیثمہ نے استعمال کیا ہے۔(یعنی جو غیر پر معلق ہو)اور اجازت عامہ سے روایت کوایک جم غفیر نے جائز قرار دیا ہے۔جس کو بعض حفاظ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہےاوران کے کثیر ہونے کی وجہ سے حروف معجم پر مرتب کیا ہے۔ابن صلاح کے مطابق یہ تمام توسیعات پسندیدہ نہیں ہیں۔اس لئے اجازت خاصہ معینہ کے صحیح ہونے کے سلسلے میں قدماء کے نزدیک شدید اختلاف ہے۔اگرچہ عمل متاخرین کے نزدیک اس اعتبار سے جاری ہے۔پس یہ بالاتفاق سماع سے کم مرتبہ کا ہے۔پس کس طرح جب توسع مذکور(وصیت وجادۃ، اعلام اجازت عامہ) میں اجازت حاصل ہو جائے گی تو ضعف ہی کی زیادتی ہو گی۔ لیکن یہ (اجازت) بہتر ہے حدیث کو معضل لانے سے۔خدائے پاک ہی بہتر جانتا ہے۔
یہاں صیغہ ادا کی قسموں کا بیان ختم ہو گیا۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف مجہول کے علاوہ جو وصیت وجادہ اجازت عامہ وغیرہ ہیں اسکے متعلق بعض لوگوں کے قول جواز کو بیان کر کے اپنی رائے پیش کر رہے ہیں۔

خطیب نے اور مشائخ کی ایک جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ جن میں ابو بکر اور ابن مندہ بھی ہے۔ ابو بکر بن خثیمہ نے غیر کی مشیت پر معلق والی صورت بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے اس جواز کو پسند نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ اجازت خاصہ ہی میں جب اختلاف ہے تو اس میں بدرجہ اولی نہ ہونا چاہئے۔ مقدمہ ابن صلاح میں اس پر نہایت تفصیل سے بحث ہے۔

حل: جوز۔ اسکا فاعل خطیب ہے۔ قاضی عیاض نے بھی مشائخ کا قول اجازت کا ذکر کیا ہے۔

حروف المعجم۔ یعنی حروف تہجی کے اعتبار سے۔

المعلقه۔ یعنی جو غیر کی مشیت پر معلق ہو۔

کل ذلک۔ یہ مبتدا ہے۔ اس کی خبر غیر مرضی ہے۔ کل ذلک سے مراد تمام جائز قرار دادہ امور۔

استقر علی اعتبارها۔ انھوں نے تحقیق روایت کی ترغیب کیلئے ایسی سہولت اختیار کی۔

حصل فیها۔ یعنی اجازت۔

الاسترسال المذکور۔ یعنی توسعات مذکورہ وصیت وجادہ اعلام وغیرہ۔

لکنها۔ یعنی اجازت خاصہ۔ معضل۔ جس میں راوی مسلسل حذف ہو۔

ثُمَّ الرُّوَاةُ اِتَّفَقَتْ اَسْمَاؤُهُمْ وَ اَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَ اخْتَلَفَتْ اَشْخَاصُهُمْ سَوَاءٌ اِتَّفَقَ فِي ذٰلِكَ اِثْنَانِ مِنْهُمْ اَمْ اَكْثَرُ وَ كَذٰلِكَ اِذَا اتَّفَقَ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ وَ فَائِدَتُهٗ مَعْرِفَةُ خَشْيَةَ اَنْ يُظَنَّ الشَّخْصَانِ شَخْصًا وَاحِدًا وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابًا حَافِلاً وَ قَدْ لَخَّصْتُهٗ وَ زِدْتُّ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيْرًا وَ هٰذَا عَكْسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوْعِ الْمُسَمّٰى بِالْمُهْمَلِ لِاَنَّهٗ يُخْشٰى مِنْهُ اَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اِثْنَيْنِ وَ هٰذَا يُخْشٰى اَنْ يُظَنَّ الْاِثْنَانِ وَاحِدًا۔

ترجمہ: - پھر راوی متعدد ایسے ہوں کہ ان کے یا ان کے آباء واجداد یا اور اس سے آگے کا نسب یکساں ہو۔ اور شخصیتیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ برابر ہے خواہ یہ اتفاق دو میں پیش آئے یا زائد میں اسی طرح دو یا دو سے زاید کنیت میں پیش آئے یا نسبت میں۔ تو اس قسم کو متفق و

مفترق کہا جاتا ہے۔ اس کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک شخص سمجھنے کے گمان سے محفوظ رہنا ہے۔ اس پر خطیب نے ایک وسیع کتاب لکھی ہے میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور بہت سے امور کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ ما قبل کی اس نوع جس کا نام مہمل تھا اس کا عکس ہے چونکہ وہاں خوف تھا کہ ایک کو دو نہ سمجھ لیا جائے اور یہاں یہ خوف ہے کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف رواۃ میں ہم نامی کی وجہ سے جو اشتباہ اور خطا کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے رواہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) متفق مفترق۔ (۲) موتلف مختلف۔ (۳) اشتباہ۔ متفق مفترق، وہ راوی ہیں جس کے نام مع ولدیت بولنے اور لکھنے میں یکساں ہوں۔ اور ان کی شخصیت علیحدہ علیحدہ ہو۔ نام یکساں ہونے کی وجہ سے متفق اور ذات علیحدہ ہونے کی وجہ سے مفترق کہا جاتا ہے۔ موتلف و مختلف۔ وہ رواۃ جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔ جیسے عَقیل اور عُقیل۔ متشابہہ۔ وہ ہم نام راوی جن کی ولدیت تلفظ مختلف اور کتابت میں متفق ہو۔ جیسے محمد بن عَقیل اور محمد بن عُقیل۔ یا اس کا برعکس ہو۔ تلفظ میں مختلف اور ولدیت یکساں ہو جیسے شریح بن النعمان اور سریج بن النعمان۔

حل: اثنان او اکثر۔ ہم نام دو ہوں یا اس سے زاید خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں۔

النسبة۔ نسبت میں ہو جیسے محمد بن عبد اللہ الانصاری، اس نام و نسبت کے دو ہیں۔

فائدة۔ اس مقام سے اسکی معرفت کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

کتاباً۔ خطیب کی اس کتاب کا نام الموضح الاوہام الجمع والتفریق ہے۔

حافلاً۔ یعنی جامعاً۔ ھذا۔ یعنی یہ مہمل کی ضد اور عکس ہے۔

وَ اِنِ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطًّا وَ اخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجَعُ الْاِخْتِلَافِ النُّقَطُ اَوِ الشَّكْلُ فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ وَ مَعْرِفَتُهُ مِنْ مُهِمَّاتِ هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ اَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقَعُ فِي الْاَسْمَاءِ وَ وَجَّهَهُ بَعْضُهُمْ بِاَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ وَ لَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ لَا بَعْدَهُ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ اَبُوْ اَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ لٰكِنَّهُ اَضَافَهُ اِلٰى كِتَابِ التَّصْحِيْفِ لَهُ ثُمَّ اَفْرَدَهُ بِالتَّاْلِيْفِ عَبْدُالْغَنِيِّ

ابْنُ سَعِيْدٍ فَجَمَعَ فِيْهِ كِتَابَيْنِ كِتَابًا فِي مُشْتَبَهِ الْاَسْمَاءِ وَ كِتَابًا فِي مُشْتَبَهِ النِّسْبَةِ وَ جَمَعَ شَيْخُهُ الدَّارُ قُطْنِي فِي ذٰلِكَ كِتَابًا حَافِلاً ثُمَّ جَمَعَ الْخَطِيْبُ ذَيْلاً ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيْعَ اَبُوْ نَصْرِ بْنُ مَاكُوْلاَ فِي كِتَابِهِ الْاِكْمَالِ.

ترجمہ:- پھر اگر نام کتاب میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ اور گویائی میں علیحدہ ہو۔ خواہ یہ اختلاف نقطوں میں ہو یا شکلوں میں تو وہ موتلف و مختلف ہے۔ اس سے واقفیت اس فن کے اہم امور میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ابن مدینی نے کہا کہ سب سے زیادہ غلطی نام میں ہے۔ اس کی توجیہہ میں بعضوں نے کہا کہ اس میں چونکہ قیاس کو دخل نہیں۔ نہ اس کے آگے پیچھے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو (اس کی صحت پر) دلالت کرے۔ ابو احمد عسکری نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی اور اسے اپنی کتاب التصحیف میں شامل کر لیا۔ پھر عبد الغنی بن سعید نے مستقل اس پر کتاب لکھی اس میں دو کتابوں کو جمع کیا۔ ایک کتاب مشتبہ الاسماء ایک مشتبہ النسبۃ۔ انکے استاذ دار قطنی نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی پھر خطیب نے اس کا ذیل لکھا۔ پھر سب کو جمع کر دیا ابو نصر ماکولا نے اپنی کتاب اکمال میں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف موتلف مختلف کی تعریف اس کی اہمیت اور اس فن پر لکھی جانے والی کتابوں کو ذکر کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے اس پر کتنی توجہ کی ہے۔ اس کی تعریف اور مثال گذر چکی ہے۔ جیسے عَقیل اور عُقیل۔

حل: خطاً۔ یعنی کتابت کے اعتبار سے۔

موتلف۔ یعنی لکھنے کے اعتبار سے یکساں اور بولنے کے اعتبار سے مختلف ہونیکی وجہ سے۔

بانہ۔ التصحیف۔ ولا قبلہ۔ یعنی سیاق و سباق کی وجہ سے

فیہ۔ یعنی اس موتلف اور مختلف کے موضوع پر۔

ذیلاً۔ یعنی اضافہ اور حاشیہ کے طور پر وہ باتیں لکھیں جو رہ گئی تھیں۔

وَ اسْتَدْرَكَ عَلَيْهِمْ فِي كِتَابٍ آخَرَ فَجَمَعَ فِيْهِ اَوْهَامَهُمْ وَ بَيَّنَهَا وَ كِتَابُهُ مِنْ اَجْمَعِ فِي ذٰلِكَ وَ هُوَ عُمْدَةُ كُلِّ مُحَدِّثٍ بَعْدَهُ وَ قَدِ اسْتَدْرَكَ عَلَيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نُقْطَةَ مَا فَاتَهُ اَوْ تَجَدَّدَ بَعْدَهُ فِي مُجَلَّدٍ ضَخْمٍ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلِيْمٍ بِفَتْحِ السِّيْنِ فِي مُجَلَّدٍ لَطِيْفٍ وَ كَذٰلِكَ اَبُوْ حَامِدِ بْنُ الصَّابُوْنِي وَجَمَعَ الذَّهَبِيُّ فِي ذٰلِكَ مُخْتَصَرًا جِدًّا

اِعْتَمَدَ فِيْهِ عَلَى الضَّبْطِ بِالْقَلَمِ فَكَثُرَ فِيْهِ الْغَلَطُ وَالتَّصْحِيْفُ الْمُبَائِنُ لِمَوْضُوْعِ الْكِتَابِ وَ قَدْ يَسَّرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِتَوْضِيْحِهٖ فِىْ كِتَابٍ سَمَّيْتُهٗ بِتَبْصِيْرِ الْمُنْتَبِهِ بِتَحْرِيْرِ الْمُشْتَبِهِ وَ هُوَ مُجَلَّدٌ وَاحِدٌ فَضَبَطْتُهٗ بِالْحُرُوْفِ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ وَ زِدْتُّ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيْرًا مِمَّا اَهْمَلَهٗ اَوْ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ:- اور اس پر استدراک کیا ہے دوسری کتاب میں اس میں اوہام کو بیان کیا ہے اور جمع کیا ہے۔ اور جمع کردہ کتابوں میں سے ان کی کتاب سب سے عمدہ ہے۔ ہر محدث کے لئے عمدہ ہے جو اس کے بعد آئے۔ اور جو چھوٹ گیا تھا اس پر ابو بکر بن نقطہ نے استدراک کیا۔ یا جو نئے مسائل اس کے بعد آئے۔ ایک ضخیم جلد میں۔ پھر اس پر منصور بن سلیم بفتح السین نے ایک لطیف جلد میں ذیل لکھا۔ اسی طرح ابو حامد بن الصابونی نے اور ذہبی نے ان سب کو ایک مختصر میں جمع کر دیا۔ مگر اس میں ضبط پر قلم سے اعتماد کیا (یعنی تحریراً) پر کثرت سے اس میں غلطیاں واقع ہو گئیں۔ جو موضوع کتاب کے خلاف ہوئی۔ خدا تعالی ہم پر آسان کرے۔ اس کی توضیح میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام تبصير المنتبه تحرير المشتبه ہے۔ وہ ایک جلد میں ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح حروف کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ اور اس پر بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے چھوڑ دیا یا جن سے لوگ واقف نہ ہوئے۔ اس پر خدا ہی کی تعریف ہے۔

تشریح:- اس فن پر جو استدراکات ہوئے اور اس فن پر جو اہم قابل ذکر تالیفات محدثین کے قلم سے وجود میں آئیں مولف اس کا تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ماکولا نے اکمال کے علاوہ ایک کتاب استدراکاً لکھا۔ یعنی ماقبل کے چھوٹے مسائل کو جمع کر دیا۔ ابو بکر بن نقطہ نے ابن ماکولا پر مستدرک لکھا۔ منصور بن سلیم نے اس پر ذیل لکھا۔ اسی طرح ابو حامد صابونی نے بھی ذیل لکھا۔ ان سب کو ذہبی نے مختصر کر کے ایک مختصر کی ترتیب دی۔ ذہبی نے ان ناموں کو کتابۃً تو لکھا مگر تحریر یعنی حروف میں ضبط نہیں کیا جس سے مقصد فوت ہو گیا اور غلطیاں زاید ہو گئیں۔ پھر خود حافظ نے ذہبی کی کتاب پر توضیح کی جس کا نام تبصرۃ المنتبہ رکھا۔ اس میں ناموں کو حروف سے ضبط کیا۔ اور اس میں بہت سی مافات امور کا اضافہ کیا۔ اس طرح سب سے جامع کتاب

حافظ کی ہوگئی۔

وَ اِنِ اتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خطًّا وَ نُطْقًا وَ اخْتَلَفَتِ الْآبَاءُ نُطْقًا مَعَ اِئْتِلَافِهَا خَطًّا كَمُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَ مُحَمَّدِ ابْنِ عُقَيْلٍ بِضَمِّهَا فَالْاَوَّلُ نِيْسَابُوْرِيٌّ وَالثَّانِيْ فِرْيَابِيٌّ وَ هُمَا مَشْهُوْرَانِ وَطَبقَتُهُمَا مُتَقَارِبَةٌ اَوْ بِالْعَكْسِ كَاَنْ يَخْتَلِفَ الْاَسْمَاءُ نُطْقًا وَ يَأتَلِفُ خَطًّا وَ يَتَّفِقُ الْآبَاءُ خَطًّا وَ نُطْقًا كَشُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَ سُرَيْجِ بْنِ النُّعْمَانِ اَلْاَوَّلُ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَ هُوَ تَابِعِيٌّ يَرْوِيْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَالثَّانِيْ بِالسِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالْجِيْمِ وَ هُوَ مِنْ شُيُوْخِ الْبُخَارِيْ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الْمُتَشَابِهُ وَ كَذَا اِنْ وَقَعَ ذٰلِكَ الْاِتِّفَاقُ فِي الْاِسْمِ وَ اِسْمِ الْاَبِ وَ الْاِخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابًا جَلِيْلاً سَمَّاهُ تَلْخِيْصُ الْمُتَشَابِهِ ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ اَيْضًا بِمَا فَاتَهُ اَوَّلاً وَ هُوَ كَثِيْرُ الْفَائِدَةِ.

ترجمہ:۔اگر نام تحریر اور تلفظ میں تو یکساں ہوں اور آباء میں تلفظاً فرق ہو۔اور خط میں یکساں ہوں۔ جیسے محمد بن عَقیل عین کے فتحہ کے ساتھ اور محمد بن عُقیل عین کے ضمہ کے ساتھ اول نیشاپوری ہیں دوم فریابی ہیں دونوں مشہور ہیں۔دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے۔یا یہ کہ اس کا عکس ہو۔نام تو تلفظ کے اعتبار سے مختلف ہو۔اور تحریراً یکساں ہو۔اور والد کا نام تحریر اور تلفظ میں دونوں یکساں ہوں۔ جیسے شریح بن النعمان اور سریج بن النعمان اول منقوط شین کے ساتھ اور حاء غیر منقوط کے ساتھ، یہ تابعی ہیں جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں دوسرا سین غیر منقوط اور جیم کے ساتھ ہے۔جو بخاری کے اساتذہ میں ہیں۔یہ وہ قسم ہے جس کا نام متشابہ رکھا جاتا ہے۔اسی طرح اگر راوی اور راوی کے والد کے نام میں اتفاق ہو اور نسبت میں فرق ہو تو اس پر خطیب نے ایک کتاب لکھی ہے۔جس کا نام تلخیص المتشابہ ہے۔پھر جو چھوٹ گیا تھا اس کا ذیل لکھا۔جو بہت مفید ہے۔

تشریح:۔ تیسری قسم متشابہ کی یہاں سے تفصیل کر رہے ہیں۔یہ وہ ہم نام راوی جس کی ولدیت کتاب میں یکساں اور تلفظ میں مختلف ہو۔ جیسے محمد بن عَقیل عین کے فتحہ کے ساتھ اور محمد بن عُقیل عین کے ضمہ کے ساتھ۔یا اس کا عکس ولدیت میں یکساں ہو اور راوی میں خطاً تو یکسانیت ہو اور تلفظاً فرق ہو۔ جیسے شریح بن النعمان بڑی شین کے ساتھ

اور حاء کے ساتھ اور سریج بن النعمان سین اور جیم کے ساتھ۔ یا نام اور ولدیت تو یکساں ہو مگر نسبت میں فرق ہو جیسے محمد بن عبداللہ مخرمی تشدید یا کے ساتھ اور محمد بن عبداللہ مخرمی بلا تشدید یا کے اول مخرمی نسبت ہے مقام مخرم کی طرف جو بغداد کے علاقے میں ہے۔ اور ثانی مخرمہ بن نوفل کی جانب منسوب ہے۔ فریابی منسوب ہے ترک کے علاقے کے ایک شہر فریاب کی طرف۔

وَ يَتَرَكَّبُ مِنْهُ وَ مِمَّا قَبْلَهُ أَنْوَاعٌ مِنْهَا اَنْ يَحْصُلَ الْاِتِّفَاقُ اَوِ الْاِشْتِبَاهُ فِي الْاِسْمِ وَ اِسْمِ الْاَبِ مَثَلاً اِلاَّ فِي حَرْفٍ اَوْ حَرْفَيْنِ فَاَكْثَرَ مِنْ اَحَدِهِمَا اَوْ مِنْهُمَا وَ هُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِمَّا بِاَنْ يَكُوْنَ الْاِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيْرِ مَعَ اَنَّ عَدَدَ الْحُرُوْفِ ثَابِتَةٌ فِي الْجِهَتَيْنِ اَوْ يَكُوْنُ الْاِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيْرِ مَعَ نُقْصَانِ بَعْضِ الْاَسْمَاءِ عَنْ بَعْضٍ فَمِنْ اَمْثِلَةِ الْاَوَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَ نُوْنَيْنِ بَيْنَهُمَا اَلِفٌ وَ هُمْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْعَوَقِيُّ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَاوِ ثُمَّ الْقَافِ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَيَّارٍ بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَ تَشْدِيْدِ الْيَاءِ التَّحْتَانِيَةِ وَ بَعْدَ الْاَلِفِ رَاءٌ وَ هُمْ اَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ الْيَمَامِيُّ شَيْخُ عُمَرَ بْنِ يُوْنُسَ وَ مِنْهَا مُحَمَّدُ بْنُ حُنَيْنٍ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَ نُوْنَيْنِ الْاُوْلٰى مَفْتُوْحَةٌ بَيْنَهُمَا يَاءٌ تَحْتَانِيَةٌ تَابِعِيٌّ يَرْوِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهٖ وَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِالْجِيْمِ بَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَ آخِرُهٗ رَاءٌ وَ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ تَابِعِيٌّ مَشْهُوْرٌ اَيْضًا وَ مِنْ ذٰلِكَ مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ كُوْفِيٌّ مَشْهُوْرٌ وَ مُطَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ بِالطَّاءِ بَدَلَ الْعَيْنِ شَيْخٌ آخَرُ يَرْوِيْ عَنْهُ اَبُوْ حُذَيْفَةَ النَّهْدِيُّ وَ مِنْهُ اَيْضًا اَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ صَاحِبُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ وَ آخَرُوْنَ وَاُحَيْدُ بْنُ الْحُسَيْنِ مِثْلُهٗ لٰكِنْ بَدَلَ الْمِيْمِ يَاءٌ تَحْتَانِيَةٌ وَ هُوَ شَيْخُ بُخَارِيٍّ يَرْوِيْ عَنْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبِيْكَنْدِيُّ۔

ترجمہ:- اس سے اور ماقبل سے مل کر چند قسمیں حاصل ہوں گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ راوی یا اسکے والد کے نام میں یکسانیت اور اشتباہ واقع ہو مگر ایک یا دو حرف میں نہیں۔ اس سے زیادہ میں ہو۔ دونا موں میں سے ایک میں۔ یا دونوں میں تو اس کی دو قسم ہے۔ یا تو اختلاف تغیر کی وجہ سے ہو۔ اور حروف کی تعداد دونوں صورتوں میں باقی ہو۔ یا

یہ کہ اختلاف تو تغیر کی وجہ سے ہو بعض ناموں میں کمی کے ساتھ۔ اول کی مثال۔ محمد بن سنان سین مہملہ کے کسرہ کے ساتھ اور دو نون اور اس کے درمیان الف ہے اور اس نام سے ایک جماعت ہے انھیں میں عوفی بھی ہیں جو عین اور واو کے فتحہ پھر قاف کے ساتھ ہے۔ یہ بخاری کے شیخ ہیں اور محمد بن سیار سین مہملہ کے فتحہ کے ساتھ اور یا تحتانیہ کی تشدید کے ساتھ اور الف کے بعد راء ہے۔ اور اس نام کی بھی ایک جماعت ہے۔ انہیں یمامی بھی ہیں جو عمر بن یونس کے شیخ ہیں اور انہیں میں محمد بن حنین بھی ہیں جو حاء مہملہ کے ضمہ کے ساتھ اور دو نون کے ساتھ جس کے درمیان الف ہے۔ یہ ایک تابعی ہیں جو ابن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن جُبیر۔ جیم اور اس کے بعد با کے ساتھ اور اسکے آخر میں راء ہے۔ اور یہ محمد بن جبیر بن مطعم ایک مشہور تابعی ہیں۔ اور اسی میں معرف بن واصل کوفی ہیں جو مشہور ہیں۔ اور مطرف بن واصل بھی ہیں جو عین کے بدلے طاء کے ساتھ ہے۔ یہ دوسرے شیخ ہیں اس سے ابو حذیفہ مدنی روایت کرتے ہیں اور اسی میں نیز احمد بن حسین صاحب ابراہیم بن سعدون ہیں اور دوسرے احید بن الحسین اسی کے مثل ہے۔ لیکن میم کے بجائے یا تحتانیہ ہے، یہ بخاری کے شیخ ہیں اسے عبد اللہ بن محمد بیکندی روایت کرتے ہیں۔

تشریح: ۔ ماقبل کے اقسام مذکورہ موتلف مفترق ومتشابہ سے جو اقسام حاصل ہوتے ہیں اس کی مولف تفصیل بیان کررہے ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اتفاق واشتباہ نام میں تو ہو مگر ایک دو حروف میں نہ ہو۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ تعداد میں تو یکساں ہو مگر ایک دو حروف بدلے ہوں جیسے محمد بن سنان، محمد بن سیار۔ کہ نون اور یاء کا فرق ہے۔ اسی طرح معرف بن واصل اور مطرف بن واصل ایک عین کے ساتھ ایک طاء کے ساتھ۔ اسی طرح احمد بن حسین اور احید بن حسین۔ ایک میم کے ساتھ ایک یاء کے ساتھ ہے۔

حل: یتر کب منه۔ یعنی متشابہ۔ مما قبله۔ یعنی موتلف اور مختلف۔

انواع۔ یعنی مختلف قسمیں۔ مهما ای من جملة الانواع

الاتفاق۔ یعنی خط اور نطق میں۔ فی الاسم یعنی راوی کے نام میں

فاکثر۔ ای من حرفین۔ من احدهما۔ ای احد الاسمین من رسم الراوی۔

و اسم الاب۔ یعنی راوی یا راوی کے والد کے نام میں سے ایک میں۔

جہتین۔ یعنی دو راوی کے اعتبار سے۔ عوقی۔ عوقہ جو بطن عبد القیس سے ہے۔

یمامی۔ یمامہ کی جانب منسوب ہے۔ منہا۔ مراد اس سے امثلۃ الاول ہے۔

وَ مِنْ ذٰلِكَ اَيْضًا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخُ بُخَارِىْ مَشْهُوْرٌ مِنْ طَبَقَةِ مَالِكٍ وَ جَعْفَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخٌ مَشْهُوْرٌ شَيْخٌ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى الْكُوْفِى اَلْاَوَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ بَعْدَهَا صَادٌ مُهْمَلَةٌ وَالثَّانِى بِالْجِيْمِ وَالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ بَعْدَهَا فَاءٌ ثُمَّ رَاءٌ وَ مِنْ اَمْثِلَةِ الثَّانِى عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِى الصَّحَابَةِ صَاحِبُ الْاَذَانِ وَ اِسْمُ جَدِّهٖ عَبْدُ رَبِّهٖ وَ رَاوِىْ حَدِيْثِ الْوُضُوْءِ وَ اِسْمُ جَدِّهٖ عَاصِمٌ وَ هُمَا اَنْصَارِيَّانِ وَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ بِزِيَادَةِ يَاءٍ فِى اَوَّلِ اِسْمِ الْاَبِ وَالزَّاىِ الْمَكْسُوْرَةِ وَ هُمْ اَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِى الصَّحَابَةِ اَلْخَطْمِىُّ يُكْنٰى اَبَا مُوْسٰى وَ حَدِيْثُهٗ فِى الصَّحِيْحَيْنِ وَالْقَارِىُّ لَهٗ ذِكْرٌ فِى حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَ قَدْ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ الْخَطْمِىُّ وَ فِيْهِ نَظْرٌ وَمِنْهَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى وَ هُمْ جَمَاعَةٌ وَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُجَىٍّ بِضَمِّ النُّوْنِ وَ فَتْحِ الْجِيْمِ وَ تَشْدِيْدِ الْيَاءِ تَابِعِىٌّ مَعْرُوْفٌ يَرْوِىْ عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ترجمہ:- اور اسی میں حفص بن میسر امام بخاری کے مشہور شیخ ہیں۔ اور جعفر بن میسرہ عبداللہ بن موسیٰ کے مشہور شیخ ہیں۔ پہلا حاء مہملہ کے ساتھ اور اس کے بعد صاد مہملہ ہے۔ دوسرا جیم اور عین مہملہ اس کے فا پھر راء ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ اور قسم ثانی کی مثال عبداللہ بن زید اس نام کی ایک جماعت ہے۔ انہیں میں اذان کی روایت کرنے والے صحابی ہیں۔ ان کے دادا کا نام عبد ربہ ہے۔ اور حدیث وضو کے بھی راوی ہیں ان کے دادا کا نام عاصم ہے۔ دونوں انصاری ہیں اور عبداللہ بن یزید باپ کے نام کے شروع میں یا کی زیادتی کے اور زاء مکسورہ کے ساتھ اس نام کی بھی ایک جماعت ہے اس میں خطمی صحابی بھی ہیں جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ ان کی حدیث صحیحین میں ہے۔ اور قاریؔ بھی ہے۔ جس کا ذکر حدیث عائشہ میں ہے اور بعضوں نے اسے خطمی سمجھا ہے۔ اور اس میں اشکال ہے۔ اور اسی میں عبداللہ بن نجی ہے اور اس نام کی

ایک جماعت ہے۔ اور عبداللہ بن نجی نون کے ضمہ اور جیم کے فتحہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح:۔ ماقبل ہی کے مقصد سے اس عبارت مذکورہ کا تعلق ہے۔ اور اسی قسم اول کے اقسام کی تفصیل چل رہی ہے۔ اس کے بعد قسم ثانی کی مثال بیان کیا قسم ثانی سے مراد۔ کہ اختلاف بعض اسماء میں بعض حروف کی کمی یا زیادتی سے متعلق ہو۔ جیسے عبداللہ بن زید اور عبداللہ بن یزید۔ اسی نام کے ایک صحابی خطمی بھی ہیں۔ جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ دوسرے ایک اور ہے جو قاری یا کی تشدید کے ساتھ ہے قبیلہ قارّہ کی جانب ہے۔ بعضوں نے قاری اور خطمی کو ایک سمجھ لیا ہے سو یہ قابل تحقیق ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن یحیٰ اور عبداللہ بن نجیّ ہے۔ کہ صرف جیم اور یا کا فرق ہے۔

حل: و من ذلک۔ یعنی قسم اول۔

من امثلة الثانی۔ مراد جس میں تعبیر بعض اسماء میں حروف کی کمی و بیشی کے ساتھ متعلق ہو۔ صاحب الاذان۔ چونکہ ان سے اذان کی حدیث صحاح میں منقول ہے۔

عاصم۔ بعض روایت میں عاصم کے بجائے ثعلبہ ہے ملا علی قاری نے شرح میں اسی کو ذکر کیا ہے۔ خطمی۔ خطمہ جو بطن اوس سے ہے اس کی طرف منسوب ہے۔

القاریؒ۔ قارہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔

فیه نظر۔ اس نظر کی وجہ یہ ہے کہ یہ قاری بہت چھوٹے تھے یعنی آپ کے زمانہ میں۔

اَوْ يَحْصُلُ الْاِتِّفَاقُ فِى الْخَطِّ وَالنُّطْقِ لٰكِنْ يَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ اَوِ الْاِشْتِبَاهُ بِالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ اِمَّا فِى الْاِسْمَيْنِ جُمْلَةً وَ نَحْوُ ذٰلِكَ كَاَنْ يَقَعَ التَّقْدِيْمُ وَالتَّاخِيْرُ فِى الْاِسْمِ الْوَاحِدِ فِى بَعْضِ حُرُوْفِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَشْتَبِهُ بِهٖ مِثَالُ الْاَوَّلِ الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ وَ يَزِيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ مِنْهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ وَ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ مِثَالُ الثَّانِى اَيُّوْبُ بْنُ سَيَّارٍ وَ اَيُّوْبُ بْنُ يَسَارٍ اَلْاَوَّلُ مَدَنِىٌّ مَشْهُوْرٌ لَيْسَ بِالْقَوِىِّ وَالْاٰخَرُ مَجْهُوْلٌ۔

ترجمہ:۔ یا تحریر اور تلفظ میں تو یکسانیت ہو لیکن اختلاف اور اشتباہ تقدیم و تاخیر میں ہو یا یہ دو اسموں میں ساتھ ہو۔ یا اس کے مثل ہو کہ تقدیم و تاخیر ایک نام میں بعض حروف

کے اندر دوسرے مشابہ کے اعتبار سے ہو۔ اول کی مثال اسود بن یزید اور یزید بن الاسود ہے۔ اور یہ ظاہر ہے اسی طرح عبداللہ بن یزید۔ اور یزید بن عبداللہ ہے۔ اور ثانی کی مثال ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار ہے۔ اور مشہور ہے جو مدنی ہیں یہ قوی نہیں ہیں۔ اور دوسرے مجہول ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس قسم کو بیان کررہے ہیں کہ رواۃ کے نام لکھنے اور بولنے میں تو یکساں ہو مگر تقدیم و تاخیر کی وجہ سے اختلاف یا اشتباہ پیدا ہو گیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ دونوں ناموں میں ایک ساتھ تقدیم و تاخیر ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود۔ یا ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے متشابہ نام کے اعتبار سے ہو جیسے ایوب بن سیار۔ اور ایوب بن یسار۔

حل: فی الاسمین جملۃ۔ یعنی ایک ساتھ۔ اس کا نام مشتبہ القلوب رکھا گیا ہے۔
الاسود بن یزید۔ یہ تابعی ہیں۔ اور یزید بن الاسود نام کے دو صحابی ہیں ایک خزاعی دوسرا الجرشی۔ الثانی۔ مراد تقدیم و تاخیر ایک نام میں ہو۔
لیس بالقوی۔ ایوب بن یسار کی روایت ضعیف ہے۔
المجهول۔ ایوب بن یسار۔ یہ مجہول راوی ہیں ان کی حدیث غیر مقبول ہے۔

"خاتمـــــة"

وَ مِنَ الْمُهِمِّ فِي ذٰلِكَ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ وَ فَائِدَتُهُ اَلْاَ مْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْمُشْتَبِهِيْنَ وَ اِمْكَانُ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى تَبْيِيْنِ التَّدْلِيْسِ وَ الْوُقُوْفُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ وَالطَّبَقَةُ فِي اِصْطِلَاحِهِمْ عِبَارَةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ اِشْتَرَكُوْا فِي السِّنِّ وَ لِقَاءِ الْمَشَائِخِ وَ قَدْ يَكُوْنُ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ مِنْ طَبَقَتَيْنِ بِاِعْتِبَارَيْنِ كَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنَّهُ مِنْ حَيْثُ ثُبُوْتِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يُعَدُّ فِي طَبَقَةِ الْعَشَرَةِ مَثَلاً وَ مِنْ حَيْثُ صِغَرِ السِّنِّ يُعَدُّ فِي طَبَقَةِ مَنْ بَعْدَهُمْ فَمَنْ نَظَرَ اِلَى الصَّحَابَةِ بِاِعْتِبَارِ الصُّحْبَةِ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ اِبْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهٗ وَ مَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاِعْتِبَارِ قَدْرٍ زَائِدٍ كَالسَّبْقِ اِلَى

الْإِسْلَامِ اَوْ شُهُوْدِ الْمُشَاهَدِ الْفَاضِلَةِ وَالْهِجْرَةِ جَعَلَهُمْ طَبَقَاتٍ وَ اِلٰى ذٰلِكَ جَنَحَ صَاحِبُ الطَّبَقَاتِ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدِ الْبَغْدَادِيُّ وَ كِتَابُهُ اَجْمَعُ مَا جُمِعَ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْكُتُبِ وَ كَذٰلِكَ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِؓ وَ هُمُ التَّابِعُوْنَ مَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاِعْتِبَارِ الْاَخْذِ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فَقَطْ جَعَلَ الْجَمِيْعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ اِبْنُ حِبَّانَ اَيْضًا وَ مَنْ نَظَرَ اِلَيْهِمْ بِاِعْتِبَارِ اللِّقَاءِ قَسَّمَهُمْ كَمَا فَعَلَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا وَجْهٌ.

ترجمہ:- ارباب حدیث کے نزدیک فن کے اہم امور میں سے راویوں کے طبقہ کا جاننا ہے۔ اوراس کا فائدہ مشتبہین کے تداخل سے محفوظ رہنااور تدلیس کی حقیقت پر مطلع ہونا اور عنعنہ کے حقیقی مراد سے واقف ہونا ہے۔ طبقہ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسی جماعت جو عمراور شیوخ کی ملاقات میں شریک ہو۔ کبھی ایک ہی شخص دو مختلف اعتبار سے دو طبقہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک اس حیثیت سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحبت حاصل ہے۔ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اوراس اعتبار سے کہ صغیر السن تھے بعد کے طبقہ میں شمار ہے۔ پس جنھوں نے صحابہ میں شرف صحبت کا اعتبار کیا سب کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے ابن حبان وغیرہ نے۔ اور جنھوں نے قدر زاید (فضیلت وغیرہ) کا مثلاً سبقت اسلام یا باعث فضیلت معرکہ جہادیا ہجرت تو انھوں نے صحابہ کو چند طبقوں میں شمار کیا ہے۔ اسی کی طرف صاحب طبقات ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد بغدادی مائل ہوئے ہیں اور ان کی کتاب جمع کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ جامع ہے۔ اسی طرح صحابہ کے بعد جو تابعین آئے ہیں (انکا بھی ذکر ہے) اور جنھوں نے حضرات صحابہ سے محض استفادہ کا اعتبار کیا ہے۔ تو انھوں نے سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے کہ ابن حبان نے۔ اور جنھوں نے محض لقاء کا اعتبار کیا تو انھوں نے ان کو تقسیم کردیا۔ جیسا کہ ابن سعد اور ہر ایک کو اس کی گنجائش ہے۔

تشریح:- خاتمہ میں چند فن کے اہم امور کا ذکر ہے۔ جن کا جاننا طالبین کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں اہم امور میں طبقات رواۃ بھی ہے۔ طبقہ اصطلاح میں وہ افراد عمر اور لقاء شیوخ میں باہم شریک ہوں۔ عموماً اس کے تین فوائد جلیلہ ہیں۔ (۱) مشتبہ

رواہ کے خلط سے حفاظت ہوتی ہے۔(۲) عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں علم ہو جاتا ہے۔ (۳) تدلیس کا پتہ چلتا ہے۔ طبقات رواۃ میں اولاً صحابہ کا طبقہ ہے۔ طبقات کی تقسیم کی بنیاد میں چونکہ لوگ مختلف ہیں اس لئے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہوا ہے۔ کسی نے مطلق شرف صحبت کو معیار بنایا ہے جیسے ابن حبان کسی نے فضیلت کے امور کو معیار بنایا ہے۔ مثلاً غزوات کی شرکت۔ یا ہجرت وغیرہ جیسا کہ ابن سعد وغیرہ۔ کسی نے استفادہ کو معیار بنایا ہے اور پھر طبقات منقسم کئے ہیں جیسے ابن حبان نے۔ حاکم نے ۱۲ر ۲ر ابن سعد نے ۵ر طبقے قائم کئے ہیں۔(۱)

(۱) ان طبقات کی تفصیل عاجز کے رسالہ ارشاد اصول حدیث میں تفصیل سے درج ہیں۔

حل: المتشبہن۔ تثنیہ وجمع دونوں ہو سکتا ہے۔

الوقوف۔ مجرور ہے عطف ہے اطلاع پر۔

من العنعنہ ۔کہ متصل ہے یا نہیں معلوم ہو جائے گا۔

باعتبارین۔ دو مختلف اعتبار سے۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہونے کی وجہ سے اکابر صحابہ کی جماعت مثلاً حضرت ابن مسعود کی جماعت میں اور صغر سن ہونے کی وجہ سے کہ آپ کی خدمت میں دس سال کی عمر میں آئے تھے۔ ابن عباس اور ابن عمر کی جماعت میں ہونگے۔

قدر زائد۔ یعنی باعث فضیلت امور۔

المشاہد الفاضلۃ۔ فضیلت کے مواقع مثلاً بدر، اُحد، بیعۃ الرضوان۔

کتابہ۔ ابن سعد کی اس کتاب کا نام طبقات ابن سعد ہے۔

اعتبار الاخذ۔ یعنی استفادہ کے اعتبار سے۔ چنانچہ ابن حبان نے استفادہ کے اعتبار سے ایک طبقہ مانا ہے۔

اعتبار اللقاء۔ جنھوں نے لقاء کی کثرت وقلت کا اعتبار کیا ہے۔ انھوں نے تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ جیسے ابن سعد نے۔ اس اعتبار سے حاکم نے ۱۵ر طبقے شمار کئے ہیں۔

ولکل منہما۔ ہر ایک محقق کو اپنے اعتبار سے مختلف طبقوں کے ذکر کرنے کا اختیار ہے یعنی اپنے اپنے اصول وطریق ومعیار کے اعتبار سے طبقوں کے بیان میں اختلاف کرسکتا ہے۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيضاً مَعْرِفَةُ مَوَالِيْدِهِمْ وَ وَفَيَاتِهِمْ لِاَنَّ بِمَعْرِفَتِهِمَا يَحْصُلُ الْاَمْنُ مِنْ دَعْوَىٰ الْمُدَّعِي لِلِقَاءِ بَعْضِهِمْ وَ هُوَ فِي نَفْسِ الْاَمْرِلَيْسَ كَذٰلِكَ. وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيضاً مَعْرِفَةُ بُلْدَانِهِمْ وَ اَوْطَانِهِمْ وَ فَائِدَتُهُ الْاَ مْنُ مِنْ تَدَاخُلِ الْاِسْمَيْنِ اِذَا تُّفِقَا لٰكِنْ افْتَرَقَا بِالنَّسَبِ.

ترجمہ:- نیز اہم ترین امور میں سے انکی پیدائش اور وفات کی معرفت ہے۔ چونکہ اس کی معرفت سے بعض کا بعض سے (جھوٹی) ملاقات کا دعوی محفوظ ہو جائے گا۔ جب کہ واقعہ میں ایسا نہ ہو (ملاقات نہ ہو) اس اہم امور میں سے شہروں اور وطنوں کی پہچاننا ہے۔ اور اس کا فائدہ دونا موں کے باہم تشابہ کے اندیشہ سے جب کہ وہ یکساں ہوں، محفوظ رہنا ہے۔ لیکن وہ (التباس) نسب سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف رواہ کے ولادت اور وفات اور انکے جائے پیدائش یا سکونت کے علاقے کی معرفت کی اہمیت کو ذکر کر رہے ہیں۔ ولادت اور وفات کا جاننا اس وجہ سے ضروری ہے تاکہ لقاء کے سلسلے میں صحیح جھوٹ کا پتہ چل جائے۔ اور وطن و سکونت کے شہروں کی معرفت اس وجہ سے کہ جو رواۃ اہم نام ہیں ان میں اس نسبت سے فرق کیا جا سکے کہ یہ بغدادی ہیں اور یہ رازی یا حرانی ہیں وغیرہ۔

حل لغات: موالید۔ میلاد کی جمع۔ نفس الامر۔ حقیقت واقعہ۔

افترقا فی النسب۔ یعنی شہر اور وطن کی معرفت سے ناموں کا التباس و اشتباہ جاتا رہیگا۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ اَيضاً مَعْرِفَةُ اَحْوَالِهِمْ تَعْدِيْلاً وَ تَجْرِيْحاً وَ جَهَالَةً لِاَنَّ الرَّاوِيَ اِمَّا اَنْ يُعْرَفَ عَدَالَتُهُ اَوْ يُعْرَفَ فِسْقُهُ اَوْلاَ يُعْرَفَ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ ذَالِكَ. وَ مِنْ اَهَمِّ ذٰلِكَ بَعْدَ الْاِطِّلاَعِ مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاَنَّهُمْ قَدْ يَجْرَحُوْنَ الشَّخْصَ بِمَا لاَ يَسْتَلْزِمُ رَدَّ حَدِيْثِهِ كُلِّهِ وَ قَدْ بَيَّنَّا اَسْبَابَ ذٰلِكَ فِيْمَا مَضٰى وَ حَصَرْنَا هَا فِي عَشَرَةٍ وَ قَدْ تَقَدَّمَ شَرْحُهَا مُفَصَّلاً وَ الْغَرَضُ هُنَا ذِكْرُ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ فِي اِصْطِلاَحِهِمْ عَلٰى تِلْكَ الْمَرَاتِبِ.

ترجمہ:- اور انہیں اہم امور میں عدل و جرح و جہالت کے اعتبار سے ان کے احوال کی معرفت ہے۔ چونکہ راوی، راوی کی عدالت یا فسق معلوم ہوگا یا بالکل کچھ نہ معلوم ہوگا۔

اور اس کی واقفیت کے بعد جرح و تعدیل کی معرفت بھی اہم ترین امور میں سے ہے۔ چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں جس کے سبب سے کل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ میں نے اس (رد کے) اسباب کو گذشتہ اوراق میں بیان کیا ہے۔ اور ہم نے اسے دس میں منحصر کیا ہے۔ اور اس کی شرح مفصل گذر چکی ہے۔ یہاں مقصد ان الفاظ کا ذکر کرنا ہے جو ان کی اصطلاح کے اعتبار سے مراتب پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف عدالت و جرح کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد جرح و تعدیل کے مراتب کو بیان کرر ہے ہیں۔ چونکہ کوئی راوی عادل ثقہ، معروف و مجہول ہے۔ اور عدل و جرح کے کس مرتبہ پر اس کا جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ احادیث کے درجات راویوں کے احوال پر موقوف ہوتے ہیں۔

حل: تعدیل۔ کسی کی عدالت سے بحث کرنا۔ تجریح۔ کسی کی جرح سے بحث کرنا۔۔

جہالت۔ غیر معروف الحال اشخاص کی معرفت۔

لان الراوی۔ راوی کے احوال انہیں احوال ثلاثہ میں دائر رہتے ہیں۔ چونکہ اس کے مراتب مختلف ہیں اس لئے مراتب کی واقفیت ضروری ہے۔

قد یجرحون۔ باب تفعیل سے جرح کی نسبت کرنا۔

لا یستلزم۔ ناواقفیت اصول کی وجہ سے جرح کی بنیاد پر کبھی حدیث مسترد کر دیا حالانکہ ایسا نہیں۔

وَ لِلْجَرْحِ مَرَاتِبُ اَسْوَأُهَا اَلْوَصْفُ بِمَا دَلَّ عَلٰى الْمُبَالَغَةِ فِيْهِ وَ اَصْرَحُ ذٰلِكَ اَلتَّعْبِيْرُ بِمَا فَعَلَ كَاَكْذَبِ النَّاسِ وَ كَذَا قَوْلُهُمْ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِى الْوَضْعِ اَوْ هُوَ رُكْنُ الْكِذْبِ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ دَجَّالٌ وَ وَضَّاعٌ وَ كَذَّابٌ لِاَنَّهَا وَ اِنْ كَانَ نَوْعُ مُبَالَغَةٍ لٰكِنَّهَا دُوْنَ الَّتِىْ قَبْلَهَا. وَ اَسْهَلُهَا اَىِ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ عَلٰى الْجَرْحِ قَوْلُهُمْ فُلَانٌ لَيِّنٌ اَوْ سَيِّئُ الْحِفْظِ اَوْ فِيْهِ اَدْنٰى مَقَالٍ وَ بَيْنَ اَسْوَاِ الْجَرْحِ وَ اَسْهَلِهِ مَرَاتِبُ لَا يَخْفٰى فَقَوْلُهُمْ مَتْرُوْكٌ اَوْسَاقِطٌ اَوْ فَاحِشُ الْغَلَطِ اَوْ مُنْكَرُالْحَدِيْثِ اَشَدُّ مِنْ قَوْلِهِمْ ضَعِيْفٌ اَوْ لَيْسَ بِالْقَوِىِّ اَوْ فِيْهِ مَقَالٌ

ترجمہ:۔ جرح کے چند مراتب ہیں۔ ان میں سب سے بدتر وہ صفت ہے جو مبالغہ پر

دلالت کرے۔ اور اس سے زیادہ صراحت اسم تفضیل کے صیغے میں ہے۔ جیسے اکذب الناس۔ یا اسی طرح یہ قول۔ الیہ المنتہی فی الوضع۔ وضع کا سلسلہ اسی پر جاکر ختم ہے۔ یا رکن کذب ہے۔ یا اسی کے مانند۔ پھر دجال۔ وضاع، کذاب۔ اس میں گو ایک قسم کا مبالغہ ہے مگر ماقبل سے کم ہے۔ اور ان میں نرم الفاظ جو جرح پر دلالت کرنے والے ہیں ان کا قول۔ فلان لین یا "سی الحفظ" یا فیہ ادنی مقال ہے۔ اسوا اور اسہل کے درمیان مختلف مراتب ہیں جو ظاہر ہیں۔ پس ان کے یہ الفاظ متروک، ساقط، فاحش الغلط، منکر الحدیث زیادہ سخت ہیں بمقابلہ ان کے ان الفاظ کے ضعیف، یا لیس بالقوی۔ یا فیہ مقالٌ۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے جرح کے اصول مراتب یا اجمالی اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔ اصولاً ان کے تین مراتب ہیں۔ (۱) بدترین جرح۔ جیسے اکذب الناس۔ (۲) متوسط۔ دجال وضاع۔ (۳) ادنی۔ سی الحفظ وغیرہ۔ مزید اس کے بعض اقسام اور بیان کئے گئے ہیں۔ فلان فیہ مقالٌ یا فلان ضعیف۔ اور لا تحتج بہ۔ خیال رہے کہ جن راویوں کے بارے میں یہ جرح کے الفاظ مذکورہ کہے گئے ہوں ان کی روایت سے نہ استشہاد ہوگا نہ ان کی حدیث ذکر کی جائے گی نہ لکھی اور روایت کی جائے گی۔ ہاں مگر ذکر کر کے تاکہ معلوم ہو جائے۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيضاً مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ التَّعْدِيْلِ وَ اَرْفَعُهَا الْوَصْفُ اَيضاً بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْمُبَالَغَةُ فِيْهِ وَ اَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيْرُ بِاَفْعَلَ كَاَوْثَقَ النَّاسِ اَوْاَثْبَتَ النَّاسِ وَاِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي التَّثَبُّتِ ثُمَّ مَا تَاَكَّدَ بِصِفَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ الدَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيْلِ اَوْ صِفَتَيْنِ كَثِقَةٍ ثِقَةٍ اَوْ ثَبَتٍ ثَبَتٍ اَوْ ثِقَةٍ حَافِظٍ اَوْ عَدْلٍ ضَابِطٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ اَدْنَاهَا مَا اَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ كَشَيْخٍ وَ يُرْوٰى حَدِيْثُهٗ وَ يُعْتَبَرُ بِهٖ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ مَرَاتِبُ لاَ يَخْفٰى.

ترجمہ:۔ انہیں اہم امور میں تعدیل کے مراتب کو بھی جاننا ہے۔ اور ان میں سب سے عمدہ وہ صفت ہے جو مبالغہ پر دلالت کرے۔ اور اس میں سب سے زیادہ واضح تعبیر افضل اسم تفضیل کے ذریعہ ہے۔ جیسے اوثق الناس اثبت الناس یا الیہ المنتہی فی التثبت ہے۔ پھر وہ صیغہ صفت میں سے کوئی صفت ہے جو تعدیل پر دلالت کرنے والا ہو یا مکرر صفت ہو۔ جیسے ثقہ ثقہ، ثبت ثبت یا ثقہ حافظ۔ یا عدل ضابط یا اسی کے مثل۔ اور ان میں سب سے

کمتر مرتبہ وہ ہے جو جرح کے ادنی مراتب کے قریب ہو۔ مثلاً شیخ، یا یروی حدیثہ و یعتبر بہ یا اسی کے مثل اور اس کے مابین بہت سے مراتب ہیں جو مخفی نہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مراتب تعدیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ جرح کی طرح تعدیل کے بھی تین اصول ہیں۔ (۱) راوی کے حق میں انتہائی مبالغہ ہو۔ یا اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق۔ یہ اعلی ہے۔ (۲) اوسط۔ مکرر صفات ہو جیسے ثقۃ ثقہ۔ (۳) ادنی جرح کے ادنی مراتب سے قریب ہو۔ جیسے یروی حدیثہ۔ کہ اس کے نیچے اگر آئے گا جرح ادنی میں شامل ہو جائے گا۔ اور اعلی ادنیٰ کے درمیان مراتب ہیں مثلاً یکتب حدیثہ۔ مامون۔ خیال رہے کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں تعدیل کے ۶/ مراتب اور صیغے اور جرح کے ۶/ مراتب اور صیغے بیان کئے ہیں انہیں مراتب جرح تعدیل سے موسوم کیا گیا ہے۔ اب یہی اصطلاح رائج اور جاری و مشہور ہے۔ اولاً تعدیل کے پھر جرح کے یہ ہیں:
(۱) صحابی ہونا۔ (۲) اوثق۔ (۳) ثقہ۔ (۴) صدوق لا باس (۵) صدوق لہ اوہام (۶) لین الحدیث۔ (۷) مستور یا مجہول۔ (۸) ضعیف۔ (۹) مجہول۔ (۱۰) متروک۔ (۱۱) متہم بالکذب۔ (۱۲) کذاب وضاع۔

وَهٰذِهٖ اَحْكَامٌ يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ وَ ذَكَرْتُهَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَاَقُوْلُ تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهَا لاَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ. لِئَلاَّ يُزَكِّيْ بِمُجَرَّدِ مَا يَظْهَرُ لَهٗ اِبْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَ اِخْتِبَارٍ. وَلَوْ كَانَتِ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً مِنْ مُزَكٍّ وَاحِدٍ عَلَى الْاَصَحِّ خِلاَفًا لِمَنْ شَرَطَ اَنَّهَا لاَ تُقْبَلُ اِلاَّ مِنِ اثْنَيْنِ اِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْاَصَحِّ اَيْضاً وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ التَّزْكِيَةَ تَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الْحُكْمِ فَلاَ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ:- اور یہ احکام اسی جرح و تعدیل سے متعلق ہیں۔ میں نے یہاں تکمیل فائدہ کے لئے ذکر کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ اسباب تزکیہ کے عارفین ہی سے قبول کیا جائے گا۔ غیر عارف سے نہیں۔ تاکہ محض ظاہر کے اعتبار سے ابتداءً تزکیہ نہ کر دی جائے بلا تجربہ اور آزمائش کے۔ خواہ تزکیہ اصح قول کی بنیاد پر ایک ہی ذکی سے صادر ہو۔ بخلاف ان حضرات کے جنھوں نے شرط لگائی ہے کہ تزکیہ دو سے قبول کیا جائے گا اصح قول پر یہاں

کے ساتھ شامل کرتے ہوئے۔ اور فرق دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تزکیہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ پس اس میں عدد شرط نہیں۔ اور شہادت شاہد سے حاکم کے پاس واقع ہوتی ہے پس دونوں کے درمیان فرق ہے۔

تشریح: -اس مقام سے مولف یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جرح کس کی معتبر ہوگی اور کس کی نہیں۔ اور یہ کہ جرح کے لئے نصاب شہادت شرط نہیں جیسا کہ بعضوں کو گمان ہوا ہے۔ چونکہ یہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ اس میں عدد شہادت شرط نہیں۔

حل: ھذہ۔ جرح تعدیل کے متعلق جو آئندہ احکامات ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی تزکیہ عارف سے قبول کرنا۔

بذلک۔ یعنی جرح و تعدیل۔ عارف۔ جو تزکیہ کے اصول و قواعد سے واقف اور ماہر ہو و لو۔ وصیلہ ہے۔ الاصح۔ ایک قول میں یہ بھی ہے کہ شہادت مزکی واحد سے بھی ہو جاتی ہے۔ الحاقا لہا۔ روایت یا تزکیہ۔ فی الاصح۔ یعنی شہادت میں اصل یہ ہے کہ دو سے ہو۔ گو ایک سے بھی ہونے کا قول ہے۔ بینہما۔ مزکی روایت اور مزکی شہادت۔

وَ لَوْ قِيْلَ يُفَصَّلُ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّاوِيْ مُسْتَنِدَةً مِنَ الْمُزَكِّيْ اِلٰى اِجْتِهَادِهٖ اَوْ اِلَى النَّقْلِ عَنْ غَيْرِهٖ لَكَانَ مُتَّجِهاً لِاَنَّهٗ اِنْ كَانَ الْاَوَّلُ فَلاَ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ اَصْلاً لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَ اِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَيَجْرِيْ الْخِلاَفُ وَ يَتَبَيَّنُ اَنَّهٗ اَيْضاً لاَ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ لِاَنَّ اَصْلَ النَّقْلِ لاَ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا يَتَفَرَّعُ عَنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: -پس اگر کہا جائے کہ فرق اس طرح کیا گیا ہے کہ راوی کے تزکیہ کا مدار مزکی کی طرف سے اجتہاد کے یا نقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی توجیہہ کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ اول (اجتہاد) کے اعتبار سے تو اس میں عدد بالکل شرط نہیں چونکہ اس وقت یہ بمنزلہ حاکم کے ہے۔ اگر ثانی (نقل کے) اعتبار سے ہے تو اس میں اختلاف ہے اور اس میں بھی واضح یہی ہے کہ عدد شرط نہیں ہے چونکہ اصل نقل میں عدد شرط نہیں ہے۔ پس اسی طرح اس سے متفرع ہونے والے میں بھی۔ واللہ اعلم۔

تشریح: -مولف اس مقام سے قیل کے ذریعہ ایک شبہ دور کر رہے ہیں کہ اگر مزکی کا

تزکیہ اپنی اجتہاد سے یا نقل سے ہو تو اس میں تو فرق ہونا چاہئے۔ تو اس کا جواب دے رہے ہیں بہر صورت عدد کا اعتبار نہ ہوگا۔ پس قبول خبر میں جب عدد شرط نہیں ہے تو راوی کی تعدیل و جرح میں بھی دو کی شرط نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ اجتہاد اور نقل میں جب ایک کافی ہے تو یہاں جو اسی پر متفرع ہے بدرجہ اولیٰ کافی ہوگا۔

حل: یفصل۔ مجرد اور تفعیل دونوں سے ہو سکتا ہے۔

متجـها۔ متوجہ ہوتے ہوتے توجیہ کرتے ہوئے۔ **القسم الاول** یعنی اجتہاد **فیه** ۔یعنی مزکی میں۔ **یتفرع** ۔جو اس پر متفرع ہو یعنی تزکیہ اور نقل سے۔

وَ يَنْبَغِي اَنْ لاَّ يُقْبَلَ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ اِلَّا مِنْ عَدْلٍ مُتَيَقِّظٍ فَلاَ يُقْبَلُ جَرْحُ مَنْ اَفْرَطَ فِيْهِ فَجَرَحَ بِمَا لاَ يَقْتَضِيْ رَدَّ الْحَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ كَمَا لاَ يُقْبَلُ تَزْكِيَةُ مَنْ اَخَذَ بِمُجَرَّدِ الظَّاهِرِ فَاَطْلَقَ التَّزْكِيَةَ. وَ قَالَ الذَّهَبِيْ وَ هُوَ مِنْ اَصْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِي نَقْدِ الرِّجَالِ لَمْ يَجْتَمِعْ اِثْنَانِ مِنْ عُلَمَاءِ هٰذَا الشَّانِ قَطُّ عَلٰى تَوْثِيْقِ ضَعِيْفٍ وَ لاَ عَلٰى تَضْعِيْفِ ثِقَةٍ وَ لِهٰذَا كَانَ مَذْهَبُ النَّسَائِي اَنْ لاَ يُتْرَكَ حَدِيْثُ الرَّجُلِ حَتّٰى يَجْتَمِعَ الْجَمِيْعُ عَلٰى تَرْكِهٖ.

ترجمہ:۔اور یہ ضروری ہے کہ جرح و تعدیل نہ قبول کیا جائے مگر ایسے شخص کا جو عادل بیدار ہو اس کی جرح معتبر نہیں جو جرح میں افراط کرے۔ کہ وہ جرح کردے اس سے جو کسی محدث کی حدیث کے رد کا تقاضہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ اس کا تزکیہ نہیں قبول کیا جاتا جو محض ظاہر کا اعتبار کرے اور تزکیہ کرنے لگے۔ اور علامہ ذہبی نے کہا جو نقد رجال کے سلسلے میں استقراء تام رکھتے ہیں کہ دو عالم کسی ضعیف کی توثیق پر اور کسی ثقہ کی تضعیف پر جمع نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے امام نسائی کا مسلک تھا کہ کسی کی حدیث اس وقت تک ترک نہ کی جائے تاوقتیکہ اس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو جائے۔

تشریح:۔ مولف کا مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر کسی کی جرح معتبر نہیں۔ متشدد اور متساہل کا جرح معتبر نہیں۔ نیز یہ کہ کسی ایک کی جرح پر حدیث ترک نہ کردی جائے تاوقتیکہ اس کے ترک پر اہل فن کا اتفاق نہ ہو جائے۔

حل: ینبغی۔ معنی میں یلزم اور یجب کے ہے۔ متیقظ۔ یقظ سے ہے۔ بمعنی بیدار۔

من افرط۔ جو حد سے زیادہ گذر جائے۔ تشدد اختیار کرے۔ جیسے ابن جوزی وغیرہ۔
ردا۔ مفعول ہے لا یقتضی کا۔ ضعیف مراد اس سے جس کا ضعف مشہور ہو۔
تضعیف ثقه۔ ذہبی نے جو بیان کیا ہے اس سے اکثر یہ مراد ہے۔ ورنہ تو اس کے خلاف بھی ہوا۔ جو اہل فن پر مخفی نہیں۔

وَ لْيُحَذَّرِ الْمُتَكَلِّمُ فِي هٰذَا الْفَنِّ مِنَ التَّسَاهُلِ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فَإِنَّهُ اِنْ عَدَّلَ بِغَيْرِ تَثَبُّتٍ كَانَ كَالْمُثْبِتِ حُكْمًا لَيْسَ بِثَابِتٍ فَيُخْشٰى عَلَيْهِ اَنْ يَدْخُلَ فِي زُمْرَةِ مَنْ رَوٰى حَدِيْثًا وَ هُوَ يَظُنُّ اَنَّهُ كَذِبٌ وَ اِنْ جَرَحَ بِغَيْرِ تَحَرُّزٍ اَقْدَمَ عَلَى الطَّعْنِ فِي مُسْلِمٍ بَرِيءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَ وَسَمَهُ بِمِيْسَمِ سُوْءٍ يَبْقٰى عَلَيْهِ عَارُهُ اَبَدًا وَ الْآفَةُ تَدْخُلُ فِي هٰذَا تَارَةً مِنَ الْهَوٰى وَالْغَرَضِ الْفَاسِدِ وَ كَلَامُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ سَالِمٌ مِنْ هٰذَا غَالِبًا وَ تَارَةً مِنَ الْمُخَالَفَةِ فِي الْعَقَائِدِ وَ هُوَ مَوْجُوْدٌ كَثِيْراً قَدِيْمًا وَ حَدِيْثًا وَ لَا يَنْبَغِي اِطْلَاقُ الْجَرْحِ بِذٰلِكَ فَقَدْ قَدَّمْنَا تَحْقِيْقَ الْحَالِ فِي الْعَمَلِ بِرِوَايَةِ الْمُبْتَدِعَةِ.

ترجمہ:۔ اس فن میں گفتگو کرنے والے کو بہت احتیاط چاہئے۔ کہ وہ جرح و تعدیل میں تساہل برتے۔ چونکہ اگر اس نے خلاف واقعہ تعدیل کر دی تو گویا غیر ثابت کو ثابت کرنے والا ہوا۔ خدشہ ہے کہ وہ اس زمرہ میں داخل نہ ہو جائے جس نے حدیث روایت کی اور وہ سمجھ رہا ہے کہ جھوٹ ہے۔ اگر بغیر احتیاط کے جرح کر دیا تو گویا اس نے اقدام کیا ایک مسلمان پر طعن کا جو اس سے بری تھا۔ اور اس نے بری علامت سے داغ دار کیا جس کا عار ہمیشہ لاحق رہا۔ اور یہ آفت (خلاف واقعہ جرح) کبھی داخل ہو جاتی ہے ہوائے نفس کی وجہ سے بھی اور غرض فاسد کی وجہ سے بھی۔ البتہ اسلاف کا کلام ایسی باتوں سے محفوظ ہے۔ اور کبھی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسا بہت ہوا ہے۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ اس کی وجہ سے جرح درست نہیں (محض خلاف عقیدہ کی بنیاد پر) میں نے اس امر کی تحقیق مبتدعہ کی روایت میں پہلے ہی کر دی ہے۔

تشریح:۔ مولف کا مقصد یہ ہے کہ جرح و تعدیل میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔ ذرا تساہل اور بے احتیاطی سے غیر عادل کو عادل بنا دیا جا سکتا ہے۔ کبھی جرح خلاف واقعہ نفسانیت کی بنیاد پر۔ کبھی مخالفت عقیدہ و مسلک کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس

کے باعث کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے جو ایک ماہر کا کام ہے۔

حل: المتکلم۔ جرح و تعدیل پر کلام کرنے والا۔

عدّل۔ تعدیل عادل ہونے کی نسبت کرنا۔

تثبت۔ دلیل و برہان۔ اقدم ۔ اقدام کرنا

وسمه۔ داغ لگانا علامت لگانا۔ المخالفة في العقائد۔ جیسے رافضیوں کی سنی راویوں پر۔

المبتدعه۔ جہاں پر بدعت اور اہل بدعت پر بحث کی گئی ہے۔

وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ وَ اَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَ لٰكِنْ مَحَلُّهُ اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهٖ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ غَيْرَ مُفَسَّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِي مَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ وَ اِنْ صَدَرَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ بِالْاَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهٖ اَيْضًا فَاِنْ خَلاَ الْمَجْرُوْحُ عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ الْجَرْحِ فِيْهِ مُجْمَلاً غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ اِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِي حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَ اِعْمَالُ قَوْلِ الْمَجَارِحِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالِهٖ وَ مَالَ اِبْنُ الصَّلاَحِ فِي مِثْلِ هٰذَا اِلَى التَّوَقُّفِ.

ترجمہ:۔ اور جرح مقدم ہے تعدیل پر۔ ایک جماعت نے اسے مطلق رکھا۔ لیکن اس کا محل یہ ہے کہ اگر جرح کسی اسباب جرح کے عارف سے مفسر ثابت ہو تو (ٹھیک) اگر جرح غیر مفسر اس پر ہے جس کی عدالت ثابت ہے تو کوئی نقصان نہیں۔ اسی طرح اسباب جرح سے ناواقف کی جانب سے ہے تب بھی جرح معتبر نہیں اگر جرح تعدیل سے خالی ہو (یعنی اس کی کسی نے تعدیل نہ کی ہو) تو جرح مبہم بھی معتبر ہے۔ جس کے سبب کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ جب کہ وہ کسی عارف سے مختار قول پر ثابت ہو۔ چونکہ اس کی تعدیل نہیں ہے تو وہ مجہول کے زمرہ میں ہے اور صاحب جرح کا قول اولی ہوگا اس کے ترک سے۔ اور ابن صلاح اس مقام پر توقف کے قائل ہوئے ہیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف جرح مبہم جرح مفسر اور تعدیل مبہم و تعدیل مفسر کی وضاحت اور موثر ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جرح مبین تعدیل سے مقدم ہے جب کہ اس کی تعدیل نہ کی ہو اور واقف فن سے ہو۔ اسی طرح اس کے حق میں جرح غیر مبین مجمل و مبہم کبھی مقدم ہوگی یہی مختار ہے۔ چونکہ یہ مجہول ہے۔ اور ابن

صلاح نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

حل: الجرح۔ بمعنی تجریح ہے۔ مقدم۔ یہ اس وقت ہے جب کہ تعارض ہو۔
لحلہ۔ بمعنی تقدیم جرح کا تعدیل پر۔ مبینا بمعنی مفسر۔ جس کے سبب وجہ کو ذکر کیا گیا ہو۔
لم یعتبر۔ غیر عارف سے بالا جماع معتبر نہیں ہے۔ مجملاً۔ جس میں سبب بیان نہ کیا گیا ہو
اعمال قول الجارح۔ یعنی جارح کی بات کا اعتبار کرنا۔ ابن صلاح۔ ان کا توقف مولف کے نزدیک غیر مختار ہے۔

فَصْلٌ : وَ مِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِاسْمِهٖ وَ لَهٗ كُنْيَةٌ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يَاتِيَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مَكْنِيًّا لِئَلَّا يُظَنَّ اِنَّهٗ آخَرُ وَ مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ الْمُكَنَّيْنَ وَ هُوَ عَكْسُ الَّذِيْ قَبْلَهٗ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ اِسْمُهٗ كُنْيَتُهٗ وَ هُمْ قَلِيْلٌ وَ مَعْرِفَةُ مِنَ اخْتَلَفَ فِي كُنْيَتِهٖ وَ هُوَ كَثِيْرٌ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهٗ كُنْيَتَانِ اَبُو الْوَلِيْدِ وَ اَبُوْ خَالِدٍ اَوْ كَثُرَتْ نُعُوْتُهٗ وَ اَلْقَابُهٗ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهٗ اِسْمَ اَبِيْهِ كَاَبِي اِسْحٰقَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اِسْحٰقَ الْمَدَنِيُّ اَحَدُ اَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ وَ فَائِدَةُ مَعْرِفَتِهٖ نَفْيُ الْغَلَطِ عَمَّنْ نَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ فَقَالَ ثَنَا ابْنُ اِسْحٰقَ فَنَسَبَ اِلَى التَّصْحِيْفِ وَ اِنَّ الصَّوَابَ ثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ اَوْ بِالْعَكْسِ كَاِسْحَاقَ بْنِ اَبِي اِسْحٰقَ السَّبِيْعِي اَوْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهٗ كُنْيَةَ زَوْجَتِهٖ كَاَبِي اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ وَ اُمِّ اَيُّوْبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُوْرَانِ.

ترجمہ:- اور اس فن کے اہم امور میں سے ناموں کی کنیت سے واقف ہونا ہے جو مشہور نام سے ہیں اور ان کی کنیت بھی ہے۔ تو نہیں محفوظ رہتا کہ بعض روایتوں میں کنیت کے ساتھ آجائے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ دوسرا شخص ہے۔ اور کنیت والوں کے ناموں کی معرفت بھی اور یہ ماقبل کا عکس۔ اور اس کی بھی معرفت جس کا نام ہی کنیت ہے۔ اور اس کی معرفت جس کی کنیت میں اختلاف ہے اور یہ بہت ہے اور اسکی معرفت جسکی کنیت بکثرت ہو۔ جیسے ابن جریج کہ اسکی دو کنیت ہے۔ ابو الولید اور ابو خالد یا یہ کہ اس کی صفت اور القاب زاید ہو۔ اور اسکی معرفت جن کے والد کا نام اس کی کنیت ہو۔ جیسے ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق المدنی۔ اتباع تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کی معرفت کا فائدہ اب کی طرف منسوب میں غلطی کا نہ ہونا ہے۔ بس کہا حدثنا ابن اسحٰق پس منسوب کر دیا تصحیف کی طرف حالانکہ حدثنا ابو اسحٰق کہنا

چاہئے۔یا اسکا عکس جیسے اسحٰق بن ابی اسحٰق السبیعی کبھی اسکی کنیت اور بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابوایوب اور ام ایوب دونوں مشہور صحابی ہیں۔

تشریح:-اس مقام سے مولف۔ جرح و تعدیل کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد کنیت کی بحث کرر ہے ہیں بسا اوقات راوی کے نام کے ساتھ کنیت بھی ہوتی ہے۔اگر طالب کنیت نہ جانتا ہوگا تو التباس ہو جائے گا۔دوسرا راوی سمجھ لے گا۔ مثلاً حضرت ابن عمر کی کنیت ابو عبدالرحمٰن بھی ہے۔ سند میں جن کی کنیت ہوتی ہے ان کے نام کا بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کبھی راوی کی کنیت وہی ہوتی ہے جو راوی کے والد کا نام ہوتا ہے۔ مثلاً ابواسحٰق بن ابراہیم ان کے والد کا نام اسحٰق ہے۔ کبھی نام اور والد کی کنیت میں موافقت ہو جاتی ہے مثلاً اسحٰق بن ابی اسحٰق۔ کبھی شوہر بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابو ایوب ام ایوب۔

حل: كنى المسلمين۔ناموں کی کنیت سے واقف ہونا۔

لئلا يظن انه آخر۔چنانچہ حاکم کی ایک روایت میں ہے عن عبداللہ بن شداد عن ابی الولید۔یہاں عبداللہ بن شداد ہی کی کنیت ابوالولید ہے۔بظاہر یہ الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔

المكنين۔کنیت والے جو کنیت سے مشہور ہیں۔کنیت جس کی ابتداء اب یا ام سے ہو۔

من اسمه كنيته۔نام کس کی کنیت ہو۔جیسے ابو حصین۔ایسا کم ہوتا ہے۔

اختلف كنيته۔ کئی کنیت ہو۔جیسے اسامہ کسی نے ابو زید کسی نے ابو محمد کسی نے ابو خارجہ ذکر کیا ہے۔

كثرت نعوته القابه۔لغت یا وہ القاب وہ جو کسی رفعت اور شان پر دلالت کرے جیسے صدیق، عتیق، حضرت ابوبکر کیلئے۔ حضرت علی کے لئے ابوتراب، ابوالحسن ابوالحسین۔

التصحيف۔یہ تحریف کے معنی میں ہے۔

السبيعي۔یمن کے ایک قبیلہ کی جانب منسوب ہے۔

اَوْ وَافَقَ اِسْمُ شَيْخِهٖ اِسْمَ اَبِيْهِ كَالرَّبِيْعِ ابْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ هٰكَذَا يَاتِيْ فِي الرِّوَايَاتِ فَيُظَنُّ اَنَّهٗ يَرْوِيْ عَنْ اَبِيْهِ كَمَا وَقَعَ فِي الصَّحِيْحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ وَ هُوَ اَبُوْهُ وَلَيْسَ اَنَسٌ شَيْخُ الرَّبِيْعِ وَالِدَهٗ بَلْ اَبُوْهُ بَكْرِيٌّ وَ شَيْخُهٗ اَنْصَارِيٌّ وَ هُوَ اَنَسُ

بْنُ مَالِكٍ اَلصَّحَابِيُّ الْمَشْهُوْرُ وَ لَيْسَ الرَّبِيْعُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَوْلَادِهٖ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ كَالْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ نُسِبَ اِلَى الْاَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ لِاَنَّهٗ تَبَنَّاهُ وَ اِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو اَوْ نُسِبَ اِلٰى اُمِّهٖ كَابْنِ عُلَيَّةَ وَ هُوَ اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مِقْسَمٍ اَحَدُ الثِّقَاتِ وَ عُلَيَّةُ اِسْمُ اُمِّهٖ اُشْتُهِرَ بِهَا وَ كَانَ لَا يُحِبُّ اَنْ يُقَالَ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَ لِهٰذَا كَانَ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ اَنَا اِسْمٰعِيْلُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ اَوْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ اِلَى الْفَهْمِ كَالْحَذَّاءِ ظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ مَنْسُوْبٌ اِلٰى صِنَاعَتِهَا اَوْ بَيْعِهَا وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ وَ اِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُهُمْ فَنُسِبَ اِلَيْهِمْ وَ كَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَنِي التَّيْمِ وَ لٰكِنْ نَزَلَ فِيْهِمْ وَ كَذَا مَنْ نُسِبَ اِلٰى جَدِّهٖ فَلَا يُؤْمَنُ اِلْتِبَاسُهٗ بِمَنْ وَافَقَ اِسْمُهٗ اِسْمَهٗ وَ اِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ الْجَدِّ الْمَذْكُوْرِ.

ترجمہ:- اگر شیخ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہو۔ جیسے ربیع بن انس عن انس۔ اسی طرح روایتوں میں آتا ہے پس گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کررہا ہے، جیسا کہ صحیح میں عامر بن سعد عن سعد کی روایت میں کہ وہ اس کے والد ہیں۔ اور ربیع کے شیخ ان کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے والد بکری ہیں اور اسکے شیخ انصاری ہیں اور یہ انس بن مالک مشہور صحابی ہیں۔ اور ربیع مذکور اس کی اولاد نہیں۔

اور اس بات کی معرفت بھی ہے کہ کون اپنے غیر باپ کی طرف منسوب ہے۔ جیسے مقداد بن الاسود یہ منسوب ہے اسود زہری کی جانب جو اس کے متبنّٰی ہیں۔ اصل میں یہ ابن عمر ہیں۔ یا اپنی ماں کی جانب منسوب ہو جیسے ابن علیہ۔ کہ اس کا نسب اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم جو ثقہ میں سے ہیں۔ عُلیہ ان کی والدہ کا نام ہے اور ابن علیہ کہنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت امام شافعی فرماتے تھے اخبرنا اسمٰعیل یقال لہ بن علیہ۔ یا ان کی طرف منسوب ہو جس کی طرف ذہن سبقت نہ کرتا ہو۔ جیسے حذاء ظاہر ہے کہ اس کی نسبت اس صفت (جوتا بنانے) کی طرف ہونی چاہئے۔ یا اس کے فروخت کی طرف حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان میں اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اسی لئے اس کی طرف منسوب ہوگئے۔ اسی طرح سلیمان التیمی کہ یہ قبیلہ تیم سے نہیں تھے۔ لیکن اس میں بود و باش تھا۔ اسی طرح جو منسوب ہیں اپنے دادا کی طرف۔ تاکہ التباس سے مامون رہا جاسکے کہ جس کا

نام باپ دادا کے ہمنام ہے۔

تشریح:۔اس مقام سے مولف۔راوی میں ناموں کے ہم نام ہونے کی وجہ سے جو التباس پیدا ہو جاتا ہے اس سلسلے کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں تاکہ طالبین حدیث اس میں کوتاہی نہ کرے۔یہ اشتباہ متعدد اعتبار سے ہوتا ہے۔ مثلاً (۱)استاذ اور والد کے نام میں توافق۔جیسے ربیع بن انس عن انس۔والد بکری ہیں استاذ صحابی مشہور ہیں۔(۲) غیر باپ کی طرف نسبت۔جیسے مقداد بن اسود۔یہ والد نہیں ہیں بلکہ ان کے متبنّٰی ہیں۔(۳) غیر متبادر نسبت۔جیسے خالد حذاء خود یہ موچی نہیں تھے بلکہ موچی کے پاس بیٹھتے تھے۔

وَ مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُهٗ وَ اِسْمُ اَبِيْهِ وَجَدِّهٖ كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَ قَدْ يَقَعُ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ هُوَ مِنْ فُرُوْعِ الْمُسَلْسَلِ وَ قَدْ يَتَّفِقُ الْاِسْمُ وَ اِسْمُ الْاَبِ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ وَ اِسْمِ اَبِيْهِ فَصَاعِداً كَاَبِي الْيُمْنِ الْكِنْدِيْ هُوَ زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ اَوِ اتَّفَقَ اِسْمُ الرَّاوِيْ وَ اِسْمُ شَيْخِهٖ وَ شَيْخِ شَيْخِهٖ فَصَاعِداً كَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ اَلْاَوَّلُ يُعْرَفُ بِالْقَصِيْرِ وَالثَّانِيْ اَبُوْ رَجَاءِ الْعُطَارِدِيْ وَالثَّالِثُ بِابْنِ حُصَيْنِ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ كَسُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ اَلْاَوَّلُ اِبْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَيُّوْبَ الطَّبْرَانِيُّ وَالثَّانِيْ اِبْنُ اَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ وَالثَّالِثُ اِبْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ بِنْتِ شُرَحْبِيْلَ وَ قَدْ يَقَعُ ذٰلِكَ لِلرَّاوِيْ وَ شَيْخِهٖ مَعاً كَاَبِي الْعَلَاءِ الْهَمَدَانِي الْعَطَّارِ مَشْهُوْرٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْ اَبِيْ عَلِيِّ الْاَصْبَهَانِيِّ الْحَدَّادِ وَ كُلٌّ مِنْهُمَا اِسْمُهُ الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِيْ ذٰلِكَ وَ افْتَرَقَا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ اِلَى الْبَلَدِ وَ الصِّنَاعَةِ وَ صَنَّفَ فِيْهِ اَبُوْ مُوْسَى الْمَدِيْنِيُّ جُزْءً حَافِلاً.

ترجمہ:۔اور اہم امور کی واقفیت میں سے یہ بھی ہے کہ راوی۔اس کے باپ اور دادا کا نام موافق ہوتا ہے۔جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔اور کبھی اس سے زاید بھی ہوتا ہے اور یہ مسلسل کے فروع میں سے ہے۔اور کبھی راوی کا نام۔اور باپ کا نام جد کے نام اور اس کے والد کے موافق ہوتا ہے۔یا اس سے بھی زاید تک میں جیسے ابوالیمن

کندی کانام وہ یہ ہے زید بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن۔ اور کبھی راوی کا نام اس کے شیخ اور اس کے شیخ کا نام یا اس سے بھی آگے کا نام ہمنام ہوتا ہے۔ جیسے عمران بن عمران بن عمران اول قصیر سے ہیں مشہور اور ثانی ابو رجاء عطاروی سے اور تیسرا ابن حصین سے جو صحابی ہیں۔ اسی طرح سلیمان عن سلیمان عن سلیمان اول ابن احمد بن ایوب طبرانی ہیں۔ دوسرے ابن احمد الواسطی ہیں۔ تیسرے ابن عبدالرحمٰن الواسطی ہیں۔ جو ابن بنت شرحبیل سے منسوب ہیں۔ اور کبھی یہ موافقت راوی اور اس کے شیخ میں معاً ہوتا ہے جیسے ابو العلا ہمدانی جو ابو علی الاصبہانی سے روایت میں مشہور ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا نام الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد ہے۔ پس اس میں تو متفق ہیں اور کنیت۔ نسبت شہر اور صفت میں مختلف ہیں۔ اور اس موضوع پر ابو موسیٰ مدینی نے ایک وسیع رسالہ لکھا ہے۔

تشریح: -اس مقام سے اس کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں کہ کبھی راوی کے نام کی پشت تک ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا پہچاننا ضروری ہوتا ہے۔ امام غزالی کا نام بھی ۳ پشت تک ایک ہی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ ۱۴ر پشتوں تک سب کا نام محمد ذکر کیا ہے۔ اس مقدار سے زاید کا علم نہ ہو سکا۔ (۲) کبھی راوی اور اسکے شیخ کا نام اور اس کے شیخ کے شیخ کا نام یا اس سے آگے یکساں ہو۔ (۳) کبھی راوی اور شیخ کے ہم نام سلسلہ چلتا ہے جیسے حسن بن احمد۔ حسن بن احمد۔ الخ۔ ایسے موقع پر ناموں کا التباس کنیت یا القاب یا نسبت سکونت سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ابو موسیٰ نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے جو مثالوں پر شامل ہے۔

وَ مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُ شَيْخِهٖ وَالرَّاوِىْ عَنْهُ وَ هُوَ نَوْعٌ لَطِيْفٌ لَمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ اِبْنُ الصَّلَاحِ وَ فَائِدَتُهٗ رَفْعُ اللَّبْسِ عَنْ مَّنْ يَّظُنُّ اَنَّ فِيْهِ تَكْرَاراً اَوْ اِنْقِلَابًا فَمِنْ اَمْثِلَتِهٖ اَلْبُخَارِىْ رَوٰى عَنْ مُسْلِمٍ وَ رَوٰى عَنْهُ مُسْلِمٌ فَشَيْخُهٗ مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْفَرَاهِيْدِىُّ الْبَصْرِىُّ وَالرَّاوِىْ عَنْهُ مُسْلِمُ ابْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِىُّ صَاحِبُ الصَّحِيْحِ وَ كَذَا وَقَعَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ اَيْضاً رَوٰى عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَ رَوٰى عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فِىْ صَحِيْحِهٖ حَدِيْثًا بِهٰذِهِ التَّرْجَمَةِ بِعَيْنِهَا وَ مِنْهَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ رَوٰى عَنْ هِشَامٍ وَ رَوٰى عَنْهُ هِشَامٌ فَشَيْخُهٗ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَ

هُوَ مِنْ اَقْرَانِهٖ وَالرَّاوِیْ عَنْهُ هِشَامُ بْنُ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الدَّسْتَوَائِیُّ وَ مِنْهَا اِبْنُ جُرَیْجٍ رَوٰی عَنْ هِشَامٍ وَ رَوٰی عَنْهُ هِشَامٌ فَالْاَعْلٰی اِبْنُ عُرْوَةَ وَ الْاَدْنٰی اِبْنُ یُوْسُفَ الصَّنْعَانِیُّ وَ مِنْهَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَیْبَةَ رَوٰی عَنْ اِبْنِ اَبِیْ لَیْلٰی وَرَوٰی عَنْهُ اِبْنُ اَبِیْ لَیْلٰی فَالْاَعْلٰی عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَالْاَدْنٰی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَذْكُوْرُ وَ اَمْثِلَتُهٗ كَثِیْرَةٌ.

ترجمہ:- اور اس کی معرفت بھی ہو کہ راوی کے شیخ کا نام اس سے روایت کرنے والے کے ہم نام ہو۔ اور یہ ایک لطیف قسم ہے ابن صلاح نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا فائدہ التباس کو دور کرنا ہے۔ اس سے جس کو گمان ہو جاتا ہے کہ تکرار ہو گیا ہے الٹ گیا ہے۔ اس کی مثال بخاری ہے کہ انھوں نے روایت کی مسلم سے۔ اور مسلم نے روایت کی ان سے۔ تو ان کے (بخاری کے) شیخ۔ مسلم بن ابراہیم فرادیسی ہیں۔ اور ان سے (بخاری سے) روایت کرنے والے مسلم بن الحجاج القشیری ہیں جو صاحب صحیح ہیں۔ اسی طرح عبد بن حمید کی بھی روایت ہے کہ انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے اور ان سے روایت کی مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح میں ایک حدیث بعینہ اسی ترجمہ سے۔ اسی طرح یحییٰ بن کثیر کی روایت کہ انھوں نے ہشام سے روایت کی اور ان سے ہشام نے روایت کی۔ پس ان کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں۔ وہ ان کے ہم عصر ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی ہیں۔ اسی طرح ابن جریج یہ ہشام سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ہشام روایت کرتے ہیں پس اول (جو شیخ ہیں) وہ ابن عروہ ہیں۔ اور (شاگرد) ادنی وہ ابن یوسف صنعانی ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتبہ ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ تو استاذ وہ عبدالرحمٰن ہیں اور شاگرد محمد بن عبدالرحمٰن ہیں۔ اور اسکی مثالیں بہت ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس کی بھی واقفیت کو اہم قرار دے رہے ہیں کہ کبھی راوی اور اس کے استاذ اور اس کے استاذ سے روایت کرنے والوں کے نام میں موافقت ہو جاتی ہے۔ یعنی استاذ اور اس کے روایت کرنے والوں کے نام یکساں نظر آتے ہیں حالانکہ وہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثلاً امام مسلم نے راویت کی بخاری سے۔ اور پھر بخاری سے مسلم نام کے ایک راوی نے روایت کی۔ تو سمجھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ استاذ نے پھر

شاگرد سے روایت کی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ (تو یا ایسا بھی ہوتا ہے مثلاً ترمذی اور بخاری کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہے) بخاری کے استاذ مسلم یہ فرادیسی بصری ہیں اور شاگرد مسلم صاحب صحیح مسلم ہیں۔ اسی طرح ابن ہشام سے ابن جریج نے روایت کیا ہشام پھر انہیں سے ہشام نے روایت کیا۔ دیکھئے یہاں شیخ بھی ہشام اور اس سے روایت کرنے والے بھی ہشام مگر دونوں میں فرق ہے۔ اول ابن عروہ، ثانی ابن یوسف صنعانی ہیں۔ لہٰذا اگر طالب ناموں کے مصداق کو نہ جانے گا تو اسے شیخ و شاگرد کا التباس ہو جائے گا۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ وَ قَدْ جَمَعَهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَهَا بِغَيْرِ قَيْدٍ كَابْنِ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ وَ ابْنِ اَبِي خَيْثَمَةَ وَالْبُخَارِيِّ فِي تَارِيْخِهِمَا وَ ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ فِي الْجَرْحِ وَ التَّعْدِيْلِ وَ مِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الثِّقَاتَ كَالْعَجَلِيِّ وَ ابْنُ حِبَّانَ وَ ابْنُ شَاهِيْنٍ وَ مِنْهُمْ مَنْ اَفْرَدَ الْمَجْرُوْحِيْنَ كَابْنِ عَدِيٍّ وَ ابْنِ حِبَّانَ اَيْضًا وَ مِنْهُمْ مَنْ تَقَيَّدَ بِكِتَابٍ مَخْصُوْصٍ كَرِجَالِ الْبُخَارِيِّ لِاَبِي نَصْرِ الْكَلَابَاذِيِّ وَ رِجَالِ مُسْلِمٍ لِاَبِي بَكْرِ بْنِ مَنْجُوْيَةَ وَ رِجَالِهِمَا مَعًا لِاَبِي الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ وَ رِجَالِ اَبِي دَاوٗدَ لِاَبِي عَلِيِّ الْجُبَائِيِّ وَ كَذَا رِجَالُ التِّرْمِذِيِّ وَ رِجَالُ النَّسَائِي لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمَغَارِبَةِ وَ رِجَالُ السِّتَّةِ الصَّحِيْحَيْنِ وَ اَبِي دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِي وَ ابْنِ مَاجَةَ لِعَبْدِالْغَنِي الْمُقَدَّسِي فِي كِتَابِ الْكَمَالِ ثُمَّ هَذَّبَهُ الْمُزِّيِّ فِي تَهْذِيْبِ الْكَمَالِ وَ قَدْ لَخَّصْتُهُ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً وَ سَمَّيْتُهُ تَهْذِيْبَ التَّهْذِيْبِ وَ جَاءَ مَعَ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَةِ قَدْرَ ثُلُثِ الْاَصْلِ.

ترجمہ:- اور اس فن کے اہم ترین امور میں سے اسماء مجرّدہ کی معرفت بھی ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کو جمع کیا ہے۔ پس بعضوں نے ان کو بلا کسی قید کے جمع کیا ہے۔ جیسے ابن سعد نے طبقات میں۔ ابن ابی خثیمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے جرح و تعدیل میں۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف ثقات کو جمع کیا ہے۔ جیسے ابن عجلی۔ ابن حبان اور ابن شاہین نے۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ابن عدی اور ابن حبان نے۔ اور بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کو صرف رجال

بخاری پر مرتب کیا ہے۔ جیسے ابو نصر کلاباذی اور مسلم کے رجال پر جیسے ابو بکر بن منجویہ اور دونوں کے رجال کو اکٹھے جمع کیا ہے جیسے ابو الفضل بن طاہر نے اور ابو داؤد کے رجال کو ابو علی الجیانی نے اور اسی طرح ترمذی۔ اور نسائی کے رجال کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے اور کتب ستہ کے رجال صحیحین، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے رجال پر عبد الغنی مقدسی نے کتاب الکمال میں۔ پھر مزّی نے اسے تہذیب الکمال میں مہذب کیا۔ میں نے اس کی تلخیص کی اور بہت سی اشیاء کا اضافہ کیا ہے۔ جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا ہے۔ اور وہ زائد پر مشتمل مضامین اصل کے تہائی کے برابر ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف۔ اس فن کے اہم امور میں محض راویوں کے نام کی واقفیت اور معرفت بھی ہے اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اور اس فن پر جوائمہ رجال نے کتابیں لکھی ہیں ان کا ذکر کر رہے ہیں۔

اسماء مجردہ پر تالیفات کی مختلف نوعیت ہے۔ بعضوں نے بلا کسی قید کے جمع کیا۔ جیسے ابن سعد وغیرہ۔ بعضوں نے صرف ثقہ راوی کو جمع کیا جیسے ابن عجلی وغیرہ۔ بعضوں نے ضعف کو جیسے ابن عدی وغیرہ۔ بعضوں نے کسی ایک کتاب کے رواۃ کو جمع کیا۔ بعضوں نے صحیح ستہ کے رواہ کو جمع کیا جیسے عبد الغنی نے اور مزّی نے۔ حافظ نے اسکا مع اضافہ تلخیص وخلاصہ کیا جو تہذیب التہذیب کے نام سے ہے اور بڑی مفید ہے۔

حل: اسماء مجردہ۔ محض نام۔ کنیت اور القاب سے خالی۔ بغیر قید۔ یعنی ہر ایک قسم کے راوی خواہ ضعیف یا قوی ہوں

من المغاربة۔ مراد دورقی۔ الکمال۔ نام اس کا الاکمال فی اسماء الرجال۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ الْاَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهَا الْحَافِظُ اَبُوْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ هٰرُوْنَ الْبَرْدِيْجِي فَذَكَرَ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً تَعَقَّبُوْا عَلَيْهِ بَعْضَهَا وَ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ صُغْدِى بْنُ سِنَانٍ اَحَدُ الضُّعَفَاءِ وَ هُوَ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَ قَدْ تُبْدَلُ سِيْنًا مُهْمَلَةً وَ سُكُوْنُ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ بَعْدَهَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ ثُمَّ يَاءٌ كَيَاءِ النَّسَبِ وَ هُوَ اِسْمُ عَلَمٍ بِلَفْظِ النَّسَبِ وَ لَيْسَ هُوَ فَرْدًا فَفِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ لِاِبْنِ اَبِي حَاتِمٍ صُغْدِىُّ الْكُوْفِيُّ وَ ثَقَّهُ اِبْنُ مَعِيْنٍ وَ فَرَّقَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الَّذِىْ قَبْلَهُ فَضَعَّفَهُ وَ فِي

تَارِيْخِ الْعُقَيْلِيِّ صُغْدِيُّ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ يَرْوِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدِيْثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ اِنْتَهٰى وَ اَظُنُّهٗ هُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَ اَمَّا كَوْنُ الْعُقَيْلِيِّ ذِكْرُهٗ فِي الضُّعَفَاءِ فَاِنَّمَا هُوَ لِلْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرَهٗ عَنْهُ وَ لَيْسَتْ الْآفَةُ مِنْهُ بَلْ هِيَ مِنَ الرَّاوِيْ عَنْهُ عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:- اوراہم امور میں اسماء مفردہ بھی ہے۔اس موضوع پر حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی نے لکھا ہے۔اوراس میں بہت سی چیزوں کو ذکر کیا ہے۔اور بعضوں پر تعقب بھی کیا ہے اوراسی میں اس کا قول صغدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو ضعفا میں سے ہیں۔وہ صاد مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔کبھی سین مہملہ سے بدل دیتے ہیں۔اس کے بعد غین معجمہ کا سکون پھر دال مہملہ پھر یاہے نسبتی یا کی طرح۔یہ اسم علم ہے لفظ نسب کے ساتھ۔وہ فرد نہیں ہے۔ابن ابی حاتم کی جرح وتعدیل میں ہے کہ صغدی کوفی کی ابن معین نے توثیق کی ہے۔اوراس صغدی اوراس کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔(یعنی ابن ابی حاتم نے)اور عقیلی کی تاریخ میں ہے کہ صغدی بن عبداللہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔انتہی۔میں گمان کرتا ہوں کہ صغدی وہی ہیں جن کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔بہر حال عقیلی کا ضعفا میں ذکر کرنا۔اس حدیث کی وجہ سے جو انھوں نے ذکر کیا ہے۔اور یہ آفت (ضعف)ان کی جانب سے نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے عنبسہ بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ہے۔واللہ اعلم۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اسماء مفردہ کی تشریح کررہے ہیں۔اور علامہ بردیجی کی کتاب کا جو تعقب کیا ہے۔اس کا ذکر کررہے ہیں۔کہ انھوں نے صغدی کو اسماء مفردہ اور ضعفاء میں شمار کیا ہے۔جب کہ ابن ابی حاتم نے انکو ثقہ قرار دیا ہے۔حافظ نے کہا کہ صغدی میں ضعف اس کے راوی عتبہ کی وجہ سے ہے۔

حل: مفردہ۔ وہ راوی جو اپنے نام میں تنہا ہو۔اوران کا کوئی ہمنام نہ ہو۔

تعقبوا۔ علامہ بردیجی جو اسماء مفردہ پر کتاب لکھی اس پر بعضوں نے کچھ نقد کیا ہے کہ صغدی اسماء مفردہ میں نہیں ہے۔گوان کو سمجھ لیا گیا۔صغدی۔اصل صغدوی ہے۔

لیس ہو فرد۔اس نام کے اور بھی راوی ہیں۔

اظنہ۔ ضمیر مفعول صغدی بن عبداللہ کی طرف۔ من الراوی عنہ۔ راوی عنبسہ کی وجہ سے ضعف ہوا۔

وَ مِنْ ذٰلِكَ سَنْدَرٌ بِالْمُهْمَلَةِ وَالنُّوْنِ بِوَزْنِ جَعْفَرٍ وَ هُوَ مَوْلٰى زِنْبَاعِ الْجُذَامِيُّ لَهٗ صُحْبَةٌ وَ رِوَايَةٌ وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ يُكْنٰى بِعَبْدِ اللّٰهِ وَ هُوَ اِسْمُ فَرْدٍ لَمْ يُتَسَمَّ بِهٖ غَيْرُهٗ فِيْمَا نَعْلَمُ لٰكِنْ ذَكَرَ اَبُوْ مُوْسٰى فِى الذَّيْلِ عَلٰى مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ لِاِبْنِ مَنْدَةَ سَنْدَرٌ اَبُو الْاَسْوَدِ وَ رَوٰى لَهٗ حَدِيْثًا وَ تُعُقِّبَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ هُوَ الَّذِىْ ذَكَرَهُ ابْنُ مَنْدَةَ وَ قَدْ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ الْمَذْكُوْرَ مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْجِيْزِىُّ فِى تَارِيْخِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا مِصْرَ فِى تَرْجَمَةِ سَنْدَرٍ مَوْلٰى زِنْبَاعٍ وَ قَدْ حَرَّرْتُ ذٰلِكَ فِى كِتَابِىْ فِى الصَّحَابَةِ.

ترجمہ:- اور اسی میں سندر ہے۔ سین مہملہ اور نون کے ساتھ جعفر کے وزن پر جو زنباع کے مولی ہیں قبیلہ جذامہ سے جو صحابی ہیں اور ان سے روایت بھی ہے۔ اور وہ ابو عبداللہ کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ اسماء مفردہ میں ہیں۔ جہاں تک مرے علم میں ان کے علاوہ کسی دوسرے کا نام نہیں ہے۔ لیکن ابو موسیٰ نے ابن مندہ کے معرفت صحابہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ کہ سندر ابوالاسود ان سے ابو موسیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور اس کا تعقب کرتے ہوئے کہا کہ وہی سندر ہے جسے ابن مندہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کی حدیث مذکور کو محمد بن ربیع الجیزی نے تاریخ صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ جو مصر میں مقیم ہوگئے تھے۔ سندر کے تذکرہ میں جو زنباع کے مولی ہیں۔ میں نے ان کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے۔ جس میں صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اسماء مفردہ کی بحث میں سندر کا ذکر کر رہے ہیں۔ بعضوں نے سندر نام کا دو شخص کہا ہے۔ سو اس پر تعقب کیا گیا ہے۔ دو سمجھنا غلط ہے۔ یہ زنباع کے مولی ہیں اور یہ مصر میں فروکش ہوگئے تھے۔ سندر ایسے صحابی ہیں جن سے روایت بھی ہے اور مصر میں بس گئے تھے۔

وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْكُنٰى الْمُجَرَّدَةِ وَ الْمُفْرَدَةِ وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْاَلْقَابِ وَ هِىَ تَارَةً يَكُوْنُ بِلَفْظِ الْاِسْمِ وَ تَارَةً بِلَفْظِ الْكُنْيَةِ وَ تَقَعُ بِسَبَبِ عَاهَةٍ كَالْاَعْمَشِ اَوْ حِرْفَةٍ وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْاَنْسَابِ وَ هِىَ تَارَةً تَقَعُ اِلَى الْقَبَائِلِ وَ هُوَ فِى الْمُتَقَدِّمِيْنَ

اَکْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَ تَارَةً اِلَى الْاَوْطَانِ وَ هٰذَا فِي الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالنِّسْبَةُ اِلَى الْوَطَنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ بِلَادًا اَوْ ضِيَاعًا اَوْ سِكَكًا اَوْ مُجَاوَرَةً وَ تَقَعُ اِلَى الصَّنَائِعِ كَالْخَيَّاطِ وَالْحِرَفِ كَالْبَزَّازِ وَ يَقَعُ فِيْهَا الْاِتِّفَاقُ وَالْاِشْتِبَاهُ كَالْاَسْمَاءِ وَ قَدْ تَقَعُ الْاَنْسَابُ اَلْقَابًا كَخَالِدِ بْنِ مُخَلَّدٍ اَلْقَطْوَانِيُّ كَانَ كُوْفِيًّا وَ يُلَقَّبُ بِالْقَطْوَانِيِّ وَ كَانَ يَغْضَبُ مِنْهَا.

ترجمہ:-اسی طرح کنیت مجردہ اور مفردہ کی معرفت۔ اسی طرح القاب کی معرفت کبھی یہ نام سے ہوتا ہے کبھی یہ کنیت سے۔ اور مرض کے سبب سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اعمش یا حرفت سے ہو۔ اسی طرح نسبوں کا پہچاننا بھی اور کبھی نسبت قبیلہ کی طرف ہوتی ہے۔ اور متاخرین کے مقابلہ میں متقدمین زاید ہے۔ اور کبھی وطن کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اور یہ متاخرین میں زاید ہے بمقابلہ متقدمین کے۔ وطن کی نسبت عام ہے خواہ شہر یا دیہات یا محلہ ہو یا پڑوس کی وجہ سے نسبت ہو۔ اور یہ کبھی صنعت کی جانب بھی منسوب ہوتا ہے۔ جیسے خیاط اور حرفت کی طرف جیسے بزاز۔ کبھی اس میں موافقت اور اشتباہ بھی واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اسماء میں کبھی نسبت لقب ہو جاتی ہے۔ جیسے خالد بن مخلد القطوانی کوفی تھے۔ ان کا لقب قطوان تھا اور اس سے یہ ناراض ہوتے تھے۔

تشریح:-اس مقام سے مولف کنیت مجردہ۔ مفردہ اور القاب کے سلسلے میں کچھ مفید اور اہم امور بیان کر رہے ہیں کہ القاب تو وہ ہے جو مسمّٰی کی رفعت اور مرتبہ کو ظاہر کرے۔ یہ کبھی نام۔ کبھی کنیت۔ کبھی کسی مرض وغیرہ پر بھی اطلاق کر لیا جاتا ہے۔ اور نسبت میں کبھی قبیلہ کبھی وطن کبھی پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ماقبل کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

حل: الکنی المجردۃ۔ محض کنیت ہو لقب و نام نہیں۔ کنیت مفردہ وہ کنیت جو صرف اسی کی وہ دوسرے کی نہ ہو۔

القاب۔ جو وصف خوبی پر دلالت کرے۔

یلفظ الاسم۔ جیسے سفینہ مولی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلفظ الکنیۃ۔ جیسے ابو تراب۔ عاہۃ۔ مرض۔ جیسے الاعرج۔ لنگڑا۔ اعمش۔ چوندھا۔

فی المقدمین اکثر۔ چونکہ وہ انساب کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ مجاورۃ۔ پڑوس ہونے کی وجہ سے۔

الاتفاق والاشتباہ۔ جیسے بزّار اور بزّاز۔ ایک را اور دوسرے میں زا منقوط۔ اسی طرح حمّال۔ جمّال۔ القاب۔ لقب ہو جائے۔ جیسے قطوانی سے مشہور ہو گئے گو کوفی تھے۔ قطوانی یا تو صفت ہے۔ یعنی آہستہ چلنے والا۔ یا کسی علاقے کی طرف نسبت ہے۔ خالد کو یہ نسبت پسند نہ تھی۔ اسی لئے غصہ ہوتے تھے۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ اَسْبَابِ ذٰلِكَ اَیِ الْاَلْقَابِ وَالنِّسَبِ الَّتِیْ بَاطِنُهَا عَلٰی خِلَافِ ظَاهِرِهَا وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْمَوَالِی مِنَ الْاَعْلٰی وَالْاَسْفَلِ بِالرِّقِّ اَوْ بِالْحِلْفِ اَوْ بِالْاِسْلَامِ لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْمَوْلٰی وَلَا يُعْرَفُ تَمْيِيْزُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالتَّنْصِيْصِ عَلَيْهِ وَ مَعْرِفَةُ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْقُدَمَاءُ كَعَلِیِّ بْنِ الْمَدِيْنِیِّ وَ مِنَ الْمُهِمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ آدَابِ الشَّيْخِ وَ الطَّالِبِ وَ يَشْتَرِكَانِ فِی تَصْحِيْحِ النِّيَّةِ وَالتَّطْهِيْرِ عَنْ اَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَ تَحْسِيْنِ الْخُلْقِ وَ يَنْفَرِدُ الشَّيْخُ بِاَنْ يُسْمِعَ اِذَا احْتِيْجَ اِلَيْهِ وَ اَنْ لَا يُحَدِّثَ بِبَلَدٍ فِيْهِ مَنْ هُوَ اَوْلٰی مِنْهُ بَلْ يُرْشِدُ اِلَيْهِ وَ لَا يَتْرُكُ اِسْمَاعَ اَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ وَ اَنْ يَتَطَهَّرَ وَ يَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَ لَا يُحَدِّثُ قَائِمًا وَ لَا عَجِلًا وَ لَا فِی الطَّرِيْقِ اِلَّا اِنْ يَضْطَرَّ اِلٰی ذٰلِكَ وَ اَنْ يُمْسِكَ عَنِ التَّحْدِيْثِ اِذَا خَشِیَ التَّغَيُّرَ اَوِ النِّسْيَانَ لِمَرَضٍ اَوْ هَرَمٍ وَ اِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْاِمْلَاءِ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ مُسْتَمْلٍ يَقِظٍ وَ يَتَفَرَّدُ الطَّالِبُ بِاَنْ يُوَقِّرَ الشَّيْخَ وَ لَا يُضْجِرَهٗ وَ يُرْشِدَ غَيْرَهٗ لِمَا سَمِعَهٗ وَ لَا يَدَعَ الْاِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ اَوْ تَكَبُّرٍ وَ يَكْتُبَ مَا سَمِعَهٗ تَامًّا وَ يَعْتَنِیَ بِالتَّقْيِيْدِ وَالضَّبْطِ وَ يُذَاكِرَ بِمَحْفُوْظِهٖ لِيَرْسُخَ فِیْ ذِهْنِهٖ۔

ترجمہ:- اور نیز اہم امور میں اس کے اسباب یعنی القاب اور ان کی وہ نسبتیں جو ظاہر کے خلاف ہوں۔ اسی طرح مولی اعلی کی اور مولی اسفل کی معرفت خواہ غلامی کے اعتبار سے ہو یا حلیف کے اعتبار سے ہو یا اسلام کے اعتبار سے چونکہ ان سب پر مولی کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی تمیز نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ صراحۃً اس کا علم نہ ہو۔ اور بھائی بہنوں کا جاننا بھی ہے۔ متقدمین نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ جیسے علی بن مدینی اور اہم امور میں سے شیخ و

شاگرد کی معرفت بھی ہے۔ دونوں اس امر میں مشترک ہیں کہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں۔ اور دنیاوی اغراض سے اپنے آپ کو پاک رکھیں۔ اور اپنے اخلاق پاک رکھیں اور شیخ کے آداب خاص کر یہ ہے کہ اس وقت روایت کرے جب ضرورت ہو۔ اور اس علاقے میں روایت بیان نہ کرے جہاں اس سے بڑا کوئی ہو۔ بلکہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ اور کسی نیت فاسد کی وجہ سے حدیث کی روایت کو نہ چھوڑے۔ اور یہ کہ صاف پاک رہے۔ وقار سے بیٹھے۔ کھڑے ہو کر روایت نہ کرے۔ نہ جلدی کرے۔ نہ راستے میں روایت کرے۔ ہاں مگر یہ کہ شدید ضرورت پڑ جائے۔ اور یہ کہ روایت حدیث سے رک جائے۔ جب کہ اختلاط، یا بھول جانے کا خدشہ ہو۔ مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے۔ اور جب املا کی مجلس اختیار کرے، تو ایسے املا کرنے والے کو اختیار کرے جو بیدار مغز ہو۔

اور شاگرد کے یہ خاص آداب ہیں کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے۔ اسے دق نہ کرے۔ اس سے سننے کے بعد اسکے علاوہ (کسی ساتھی) سے رہنمائی حاصل کرے۔ حیا اور کبر کی وجہ سے اس سے استفادہ نہ ترک کرے اور جو سن لے۔ اسے پورا پورا لکھ لے۔ اور اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور جو یاد ہو جائے اس کا مذاکرہ کرتا رہے۔ تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔

تشریح: - اس عبارت مذکورہ سے مولف چند اہم امور کی واقفیت کی اہمیت اور نشاندہی کر رہے ہیں۔

(۱) القاب اور نسبت جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مثلاً محمد بن سنان عوقی عوقہ میں نازل ہونے کی وجہ سے۔ ابو مسعود عقبہ بدری۔ انکو بدر میں شرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مقام بدر میں سکونت کی وجہ سے۔

(۲) مولی کا استعمال۔ غلام اور آقا کے معنی میں آتا ہے۔ کبھی حلیف یا ان کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے بھی مولی کہا جاتا ہے ان کا جاننا بھی اہم ہے۔ جیسے حسن بن عیسیٰ کو ابن مبارک کے ہاتھ پر اسلام لانے کیوجہ سے مولی ابن مبارک کہا جاتا ہے۔

(۳) بھائی اور بہنوں کا بھی جاننا ضروری ہے جیسے مثلاً عبد اللہ۔ عتبہ دونوں ابن مسعود کے اولاد ہیں۔

(۴) اس کے بعد مولف نے آداب الشیخ والتلامیذ بیان کیا ہے جو فن کے اہم ترین امور

میں ہے۔
شیخ کے چند اہم آداب یہ ذکر کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ علوم نبوی کے وارث ہیں حامل انوار الٰہی اور نبوت ہیں:

(۱) تصحیح نیت: خالص خدا کی رضا کے واسطے ہونا۔ (۲) دنیاوی اغراض، حب جاہ و مال، نمود و شہرت سے پاک ہونا۔ (۳) عمدہ اخلاق سے مزین ہونا۔ (۴) ہر وقت حدثنا کا دروازہ نہ کھولنا بلکہ جب کوئی طلب کرے۔ (۵) اپنے سے بڑے کی موجودگی میں اسی سے فیض اٹھانا۔ (۶) کسی دنیاوی غرض نہ حاصل ہونے سے ترک کر دینا مثلاً عزت و مال نہ حاصل ہونے کی وجہ سے روایت نہ کرنا۔ (۷) نظافت اختیار کرنا۔ (۸) وقار سے بیٹھنا۔ (۹) کھڑے ہو کر روایت نہ کرنا۔ (۱۰) جلدی نہ کرنا۔ (۱۱) راستہ میں بیان نہ کرنا ہاں مگر ضرورت سے (۱۲) حافظہ کمزور اور نسیان واقع ہو جایا کرے تو ترک روایت کرنا۔ (۱۳) مجلس املا میں املا کسی بیدار مغز سے املا کرانا۔

اور طالبین حدیث کے یہ آداب ہیں: (۱) شیخ کی تعظیم کرنا۔ (۲) ان کو ملال نہ پہنچانا۔ (۳) سنی ہوئی روایت کو دوسرے سے ملانا۔ (۴) کبر اور شرم سے استفادہ ترک نہ کرنا۔ (۵) نقطوں اور اعراب کے ساتھ لکھنا۔ (۶) مذاکرہ کرتے رہنا تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اس فن پر محدثین نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

حل: یشترکان. استاذ شاگرد دونوں کے آداب۔ ینفرد ۔ تنہا شیخ کے آداب
ان یسمع. افعال سے سنانا روایت کرنا۔ اولی علم میں۔ یا علو سند میں یا کثرت روایت میں
یتطہر. وضو، غسل، مسواک عطر وغیرہ کا استعمال۔
التغیر اختلاط یا کمی بیشی ہو جانا۔ ہرم. شدت، بڑھاپا، کبر سنی۔
مستمل. شیخ کی حدیث مجلس میں بلند آواز سے دوسرے تک آواز پہونچانے والا۔
تام۔ مکمل بالاستیعاب۔ یذاکر. تکرار اور اعادہ کرتے رہنا۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ سِنِّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ وَ الْاَصَحُّ اِعْتِبَارُ سِنِّ التَّحَمُّلِ بِالتَّمْيِيْزِ هٰذَا فِي السَّمَاعِ وَ قَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمُحَدِّثِيْنَ بِاِحْضَارِهِمُ الْاَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيْثِ وَ يَكْتُبُوْنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ حَضَرُوْا وَ لَا بُدَّ لَهُمْ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْ اِجَازَةِ الْمُسْمِعِ وَ الْاَصَحُّ

فِي سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهٖ اَنْ يَتَاَهَّلَ لِذٰلِكَ وَ يَصِحُّ تَحَمُّلُ الْكَافِرِ اَيْضًا اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ وَ كَذَا الْفَاسِقُ مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى اِذَا اَدَّاهُ بَعْدَ تَوْبَتِهٖ وَ ثُبُوْتِ عَدَالَتِهٖ وَ اَمَّا الْاَدَاءُ فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّهٗ لَا اِخْتِصَاصَ لَهٗ بِزَمَنٍ مُعَيَّنٍ بَلْ يُقَيَّدُ بِالْاِحْتِيَاجِ وَالتَّاَهُّلِ لِذٰلِكَ وَ هُوَ مُخْتَلِفٌ بِاِخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَ قَالَ ابْنُ خَلَّادٍ اِذَا بَلَغَ الْخَمْسِيْنَ وَ لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَ تعقب بِمَنْ حَدَّثَ قَبْلَهَا كَمَا لِكٍ.

ترجمہ:-اور اہم امور میں اداء تحمل حدیث کی عمر کا جاننا بھی ضروری ہے۔اصح یہ ہے کہ سن تحمل میں تمیز کا اعتبار ہے۔یہ تو سماع کے سلسلے میں ہے۔محدثین کی یہ عادت جاری ہے کہ وہ مجالس حدیث میں بچوں کو حاضر ہونے کو کہتے ہیں اور وہ ان کو تحریر بھی دیتے ہیں کہ وہ حاضر درس ہوئے ہیں۔اور ان امور میں سننے والوں کو اجازت ضروری ہے۔اور سن طلب کے سلسلے میں اصح یہ ہے کہ وہ خود اس کا لائق ہو جائے۔اور کافر بھی تحمل حدیث کے لائق ہے۔جب کہ وہ اسلام کے بعد ادا کرے۔اور فاسق تو بدرجہ اولی ہوگا۔جب کہ وہ توبہ اور عدالت کے ثابت ہونے کے بعد روایت کرے۔اور بہر حال اداء حدیث کے متعلق (کس عمر میں روایت کریگا) تو پہلے بیان ہو چکا ہے۔اسکے لئے کسی خاص زمانہ کی قید نہیں بلکہ ضرورت، لیاقت، اہلیت شرط ہے۔اور لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ابن خلاد نے کہا جب پچاس کی عمر ہو جائے۔اور چالیس سال کی عمر پر انکار نہ کیا جائے۔اور ان لوگوں نے تعقب کیا ہے جنھوں نے اس عمر سے قبل حدیث روایت کی۔

تشریح:-اس مقام سے مولف اداء و تحمل حدیث یعنی حدیث پاک کے حاصل اور روایت کی عمر کو بیان کر رہے ہیں قول محقق یہ ہے کہ جب سن تمیز اور معرفت کو پہونچ جائے۔حاصل کر سکتا ہے۔بعضوں نے تو پانچ سال بھی کہہ دیا ہے۔

روایت حدیث کے سلسلے میں بھی اصل یہ ہے کہ جب صلاحیت اور اہلیت ہو جائے۔بعضوں نے عمر کی قید کو ملحوظ رکھا ہے جیسے اہل شام نے ۳۰، اہل کوفہ نے ۲۰، اہل بصرہ نے دس سال کو بہتر مانا ہے۔ابن خلاد نے چالیس عمر کہا ہے۔اسی طرح حالت کفر وفسق میں سن کر اسلام کے بعد اور توبہ محقق کے بعد روایت کی جا سکتی ہے۔چنانچہ جبیر بن مطعم نے حالت کفر میں سن کر اسلام لانے کے بعد روایت کی۔

حل: سن تحمل ۔طلب حدیث اور اخذ سماع کی عمر۔
عادة المحدثین۔ چھوٹے بچوں کو بھی مجلس حدیث میں آنے دیتے تھے تاکہ ان کی عادت ہو اور شرکت حدیث سے مستفیض ہوں اور صغر سے ہی نور علم سے متعلق ہوں۔
یکتبون۔ تحریر نامہ۔
باختلاف الاشخاص۔ یعنی حفظ ذہانت اور شوق و میلان کے اعتبار سے۔
کمالک۔ امام مالک نے اس کے برخلاف کم عمری میں روایت شروع کردی تھی۔ اسلئے انھوں نے اس قول پر رد کیا ہے جو صغر سنی میں منع کرتے ہیں۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ صِفَةِ الضَّبْطِ فِي الْكِتَابِ وَ صِفَةِ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ وَ هُوَ اَنْ يَّكْتُبَهُ مُبَيَّنًا مُفَسَّرًا فَيُشْكِلُ الْمُشْكِلَ مِنْهُ وَ يَنْقُطُهُ وَ يَكْتُبُ السَّاقِطَ فِي الْحَاشِيَةِ الْيُمْنٰى مَادَامَ فِي السَّطْرِ بَقِيَّةٌ وَالأَفَفِي الْيُسْرٰى وَ صِفَةُ عَرْضِهِ وَ هُوَ مُقَابَلَتُهُ مَعَ الشَّيْخِ الْمُسْمِعِ اَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيْرِهِ اَوْ مَعَ نَفْسِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا وَصِفَةُ سِمَاعِهِ بِاَنْ لاَ يَتَشَاغَلَ بِمَا يُخِلُّ بِهِ مِنْ نَسْخٍ اَوْ حَدِيْثٍ اَوْ نُعَاسٍ وَ صِفَةُ اِسْمَاعِهِ كَذٰلِكَ وَ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ مِنْ اَصْلِهِ الَّذِيْ سَمِعَ فِيْهِ اَوْ مِنْ فَرْعٍ قُوْبِلَ عَلٰى اَصْلِهِ فَاِنْ تَعَذَّرَ فَلْيُجْبِرْهُ بِالْاِجَازَةِ لَمَّا خَالَفَ اِنْ خَالَفَ وَ صِفَةُ الرِّحْلَةِ فِيْهِ حَيْثُ يَبْتَدِئُ بِحَدِيْثِ اَهْلِ بَلَدِهِ فَيَسْتَوْعِبُهُ ثُمَّ يَرْحَلُ فَيُحَصِّلُ فِي الرِّحْلَةِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ وَ يَكُوْنُ اِعْتِنَاؤُهُ بِتَكْثِيْرِ الْمَسْمُوْعِ اَكْثَرَ مِنْ اِعْتِنَائِهِ بِتَكْثِيْرِ الشُّيُوْخِ.

ترجمہ:- اور اہم ترین امور میں کتاب و تحریر کے طریقے کی معرفت ہے۔ حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ واضح صاف صاف الگ الگ لکھے۔ مشکل کلموں کے اعراب کو ظاہر کرے۔ نقطہ لگائے۔ اور جو چھوٹ جائے تو اس کے دائیں کنارے (حاشیہ) میں لکھے جب تک سطر باقی ہو۔ ورنہ تو بائیں حاشیہ میں لکھے (یہ قدیم طریقہ تھا) اور اس کے پیش یعنی مقابلہ (ملانے) کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شیخ جس سے سنا ہو اس سے کرے یا اس کے علاوہ ثقہ سے کرے۔ یا خود آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کرے۔ اور انہیں اہم امور میں سماع کے طریقہ کا جاننا بھی ہے۔ کہ ایسی چیزوں میں مشغول ہو کر نہ سنے کہ اس میں خلل پیدا کرے۔ چاہے لکھنا ہو یا بات کرنا ہو یا نیند اونگھ ہو۔ اور سنانے اور روایت کی بھی یہی شرط

ہے کہ وہ اس اصل سے روایت کرے جس میں اس نے سنا ہو (یعنی نقل کردہ سے) یا اس کے فرع سے جس کا اصل سے مقابلہ کیا جاچکا ہو۔ اگر (اصل یا فرع جس کا مقابلہ کیا جاچکا ہو) ایسا نہ ہو سکے متعذر ہو جائے تو وہ اپنے شیخ سے اس کمی کی اجازت لے کر تلافی کرے۔ جب کہ وہ شیخ کی مرویات کے خلاف ہو۔ مثلاً اس کے بیان کردہ لفظ کے علاوہ سے لکھا ہو۔ اور طلب حدیث کی سفر کے متعلق یہ ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے محدث سے حدیث روایت حاصل کرے۔ اور اس سے مکمل حاصل کرلے تو پھر ان (احادیث) کے لئے کرے جو ان کے پاس نہیں حاصل ہو سکے تھے۔ مشائخ کی کثرت کے مقابلہ میں اس کی توجہ مسموعات (روایتوں) کی کثرت کی طرف ہو۔

تشریح: -اس مقام سے مولف اولاً حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ صاف واضح، خوشخط، اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور کچھ چھوٹ جائے تو دائیں پھر بائیں حاشیہ میں لکھے۔ پھر اس کا مقابلہ کرے تاکہ غلطی واضح ہو جائے۔ خیال رہے کہ اس عہد میں چونکہ طباعت کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی ہاتھ ہی سے یہ عظیم ذخیرے لکھے جاتے تھے اس لئے ان امور کا لحاظ کرنا ضروری تھا۔ اب بھی تحریر کی یہی اہم امور ہیں۔ اس زمانہ میں حاشیہ دونوں جانب رائج تھا۔ اب پہلے صفحہ میں بائیں جانب اور دوسرے صفحہ میں دائیں جانب رائج ہے چونکہ سل جاتے ہیں علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے۔ مولف نے علمی سفر کے آداب کا بھی ذکر کیا ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے اہل علم سے رجوع کرے۔ پھر ان سے فارغ ہونے کے بعد سفر کا رخ اختیار کرے۔ نیز یہ کہ شیوخ کی کثرت کے مقابلہ میں روایتوں کی کثرت پر دھیان دے۔

حل: مبیناً مفسراً۔ صاف صاف خوشخط لکھے کہ اس کے خلاف لکھنے سے اپنا لکھا بھی کبھی نہیں سمجھ میں آتا ہے۔

یشکل۔ اعراب وغیرہ لگانا۔ مستحب یہ ہے کہ اعراب اور نقطوں کے ساتھ لکھے تاکہ بعد میں اشتباہ نہ ہو۔

الساقط۔ بھول سے جو رہ جائے۔ حاشیہ الیمنی۔ دائیں جانب۔ اب حاشیہ لکھنے کا طریقہ وہ ہے جو تشریح میں ذکر کیا گیا۔ عرضہ۔ لکھے ہوئے کا ملانا مقابلہ کرنا۔

لا يشاغل۔ سماع حدیث کے وقت دھیان لگائے رہے۔ بات کرنے وغیرہ میں نہ رہے کہ ذہن سے ذہول ہو جائے۔

اسماع۔ روایت کرنے کی بھی شرطیں ہیں۔ فرع۔ اصل کی نقل۔ جو ملائی ہوئی ہو۔ لیجبرہ۔ شیخ سے کمی بیشی کی تلافی کرے۔ اور فرق ہو جائے تو اسکی اجازت سے پھر لکھے۔ اول خالف کا فاعل شیخ ثانی کا طالب ہے۔

رحلة۔ طلب حدیث کیلئے وطن سے باہر نکلنا۔ یہ اسلاف کی عادت وسنت رہی ہے۔

اکثر من اعتنائه۔ حافظ نے مسموع کی کثرت کو افضل بتلایا ہے ورنہ تو اسلاف ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کیلئے متعدد مشائخ کے پاس جاتے تھے جیسے امام بخاری طحاوی وغیرہ۔

وَ صِفَةُ تَصْنِيْفِهِ وَ ذٰلِكَ اِمَّا عَلَى الْمَسَانِيْدِ بِاَنْ يَّجْمَعَ مُسْنَدَ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلٰى حِدَةٍ فَاِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلٰى سَوَابِقِهِمْ وَ اِنْ شَاءَ رَتَّبَهُ عَلٰى حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ وَ هُوَ اَسْهَلُ تَنَاوُلاً اَوْ تَصْنِيْفُهُ عَلَى الْاَبْوَابِ الْفِقْهِيَّةِ اَوْ غَيْرِهَا بِاَنْ يَّجْمَعَ فِي كُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِيْهِ مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى حُكْمِهِ اِثْبَاتًا اَوْ نَفْيًا وَ الْاَوْلٰى اَنْ يَقْتَصِرَ عَلٰى مَا صَحَّ اَوْ حَسُنَ فَاِنْ جَمَعَ الْجَمِيْعَ فَلْيُبَيِّنْ عِلَّةَ الضَّعِيْفِ اَوْ تَصْنِيْفُهُ عَلَى الْعِلَلِ فَيَذْكُرُ الْمَتْنَ وَ طُرُقَهُ وَ بَيَانَ اِخْتِلَافِ نَقَلَتِهِ وَ الْاَحْسَنُ اَنْ يُّرَتِّبَهَا عَلَى الْاَبْوَابِ لِيَسْهُلَ تَنَاوُلُهَا اَوْ يَجْمَعُهُ عَلَى الْاَطْرَافِ فَيَذْكُرُ طَرَفَ الْحَدِيْثِ الدَّالَّ عَلٰى بَقِيَّتِهِ وَ يَجْمَعُ اَسَانِيْدَهُ اِمَّا مُسْتَوْعِبًا اَوْ مُتَقَيِّدًا بِكُتُبٍ مَخْصُوْصَةٍ۔

ترجمہ:- تالیف احادیث کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو مسانید کی شکل پر مرتب کرے۔ بایں طور کہ ہر صحابی کی حدیث کو الگ الگ لکھے۔ چاہے تو فضیلت کی ترتیب سے لکھے۔ چاہے تو حرف ہجائیہ کی ترتیب سے لکھے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا سہل ہے۔ یا فقہی ابواب وغیرہ پر تصنیف کرے۔ بایں طور کہ ہر باب کی وہ حدیث جمع کرے جو اس کے بارے میں وارد ہو وہ نفیاً یا اثباتاً دلالت کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ صحیح یا حسن پر اکتفا کرے۔ اور اگر ہر طرح کی حدیث بیان کرے تو اس کی علت ضعف کو بیان کردے۔ یا علل پر تصنیف کرے کہ متن کو ذکر کرے۔ پھر اس کے طرق کو بیان کرے۔ پھر اس کے ناقلین کے اختلاف کو بیان کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ابواب پر ترتیب دے۔ تاکہ استفادہ آسان ہو۔ اس کے اطراف کو

جمع کرے۔ پھر حدیث کے اطراف کو بیان کرے جو بقیہ پر دلالت کرے۔ پھر اس کی تمام سندیں جمع کردی جائیں یا تمام کی استیعاب کے ساتھ یا خاص کتابوں کی قید کے ساتھ اس کو بیان کردیا جائے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف احادیث کے انواع واقسام تصانیف کو بیان کررہے ہیں۔ کتب حدیث کی تالیف وترتیب کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ تقریباً ۳۰ طرق وکیفیت تصانیف جسے عاجز نے رسالہ ارشاد اصول حدیث میں بیان کیا ہے۔ یہاں حافظ نے چند شکلیں ذکر کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب مسند۔ مشائخ یا صحابہ کی ترتیب سے ہو۔ خواہ اسکی ترتیب میں مراتب فضیلت کا لحاظ ہو یا تقدم وتاخر زمانہ کا لحاظ ہو یا حروف ہجائیہ کی ترتیب سے ہو۔

ترتیب فقہی۔ فقہا کی ترتیب پر ہو مثلاً اولاً کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ پھر اس میں صرف صحاح کو یا حسن کو بھی درج کرے۔ یا ہر قسم کی احادیث درج کردے اس کی تحقیق کے ساتھ جیسے امام ترمذی۔ یا علل کی ترتیب ملحوظ رکھے۔ احادیث کے سقم کو بیان کردے۔ اس کے طرق اور ناقلین کے اختلاف کو بیان کردے۔ اطراف یا اطراف کو بیان کرے۔ یعنی احادیث کے اول الفاظ ذکر کردیئے جائیں تاکہ باقی کی معرفت حاصل ہوجائے۔ اور آخر میں حوالہ ذکر کردیا جائے کہ اس کا ماخذ فلاں ہے یا پوری حدیث بالاستیعاب نقل کردی جائے۔ اسکے علاوہ اور بھی انواع تصانیف ہیں۔

وَ مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيْثِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيْهِ بَعْضُ الشُّيُوْخِ الْقَاضِيْ اَبِيْ يَعْلٰى اِبْنُ الْفَرَّاءِ الْحَنْبَلِيُّ وَ هُوَ اَبُوْ حَفْصٍ الْعُكْبَرِيْ وَ قَدْ ذَكَرَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ بْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ اَنَّ بَعْضَ اَهْلِ عَصْرِهٖ شَرَعَ فِيْ جَمْعِ ذٰلِكَ وَ كَاَنَّهٗ مَا رَاٰى تَصْنِيْفَ الْعُكْبَرِيْ الْمَذْكُوْرِ وَ صَنَّفُوْا فِيْ غَالِبِ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ عَلٰى مَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ غَالِبًا وَ هِيَ اَيْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعُ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ هٰذِهِ الْخَاتِمَةِ نَقْلٌ مَحْضٌ ظَاهِرَةُ التَّعْرِيْفِ مُسْتَغْنِيَةٌ عَنِ التَّمْثِيْلِ وَ حَصْرُهَا مُتَعَسِّرٌ فَلْيُرَاجِعْ لَهَا مَبْسُوْطَاتِهَا لِيَحْصُلَ الْوُقُوْفُ عَلٰى حَقَائِقِهَا وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَ الْهَادِيْ لِلْحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ عِتْرَتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

ترجمہ:- اور انہیں اہم امور میں اسباب حدیث کی معرفت بھی ہے۔ اس پر بعض شیوخ قاضی ابو یعلی ابن الفرّا الحنبلی ہیں وہ ابو حفص العکبری سے موسوم ہیں اور شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ذکر کیا کہ بعض اہل عصر نے اس پر کام شروع کیا تھا گویا کہ وہ العکبری کی تصنیف سے واقف نہیں تھے۔ اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اور یہ انواع مذکورہ جو خاتمہ میں ہیں محض ان کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔ ان کے مثالوں کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ان کا حصر (پورا بیان) مشکل ہے۔ پس اس کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ ان کے حقائق پر اطلاع حاصل ہو جائے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ وہی حق کی رہنمائی کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی جانب توجہ ہے۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے پروردگار جہاں ہی کے لئے تمام تعریف ہے۔ خدا کی رحمت مخلوق کے بہترین نبی رحمت محمد پر اور ان کے آل اور ان کے اصحاب و ازواج مطہرات پر۔ اور ان کے خاندان پر تاقیامت نازل ہو۔

تشریح:- اس مقام سے فن کے ایک اہم ترین امر اسباب ورود حدیث کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

اسباب ورود حدیث۔ حدیث پاک کے سبب ورود کو ذکر کرنا۔ اس فن پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اولاً عکبری نے لکھی اس کے بعد حامد کزنی اور علامہ سیوطی نے اور اس دور میں پائی جانے والی کتاب ابن حمزہ دمشقی کی البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث ہے۔

غالب فی هذا الانواع۔ ۸۰ یا ۱۰۰ سے زاید کی تعداد سخاوی نے ذکر کیا ہے۔

وہی۔ وہ انواع جو خاتمہ کے ذیل میں بیان کئے گئے۔ مستغنیه التمثیل۔ یعنی مثالوں کے پیش کرنے سے یہ رسالہ قاصر ہے۔ اس کے انواع و امثال کی واقفیت کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کی جائے۔

تمت بالخیر بفضل اللہ

بفضل الله و عونه قد وقع الفراغ ليلة الجمعة من جمادى الاولى ١٤١٧ھ